مرزا بشارت علی بی اے

ایس اے ایس اکاؤنٹینٹ

ناشر

علی سنز ۔ ۳/۵۴۶ ۔ لیاقت آباد ۔ کراچی

کتاب تاریخ جھجر

مولف مرزا بشارت علی بی اے

ایس اے ایس اکاؤنٹنٹ

طابع الجنت پرنٹنگ پریس۔کراچی

ناشر مرزا بشارت علی

3/546 - لیاقت آباد کراچی - 75900

سال طباعت 1997ء

قیمت 100 روپے

ترتیب

سرسہ
فتح آباد
اہروان
نروانا
کرنال
پانی پت
جنید
ہانسی
حصار
گوہانہ
شاہراہ دہلی ملتان
مہم
رہتک
سونی پت
کھرکھودہ
کلانور
کاہنور
نگانہ
بھوانی
سانپلہ
بہادرگڑھ
دوجانہ
جھجر
دہلی
گوڑگانوہ
مغرب
دریائے جمن
علاقہ دہلی گوڑگانوہ رہتک کرنال حصار

مصنف کی جوانی کی تصویر

مصنف مرزا بشارت علی

دیباچہ

بلاشبہ پاکستان بننے کے بے شمار فوائد مسلم نظریات کی حامل قوم کو حاصل ہوئے۔ اسلامی' اقتصادی اور سب سے بڑھ کر آزادی جیسی نعمت حاصل ہوئی۔ جس کی وجہ سے آج قوم میں خود اعتمادی اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس کے باوجود کہ بار بار ملک میں مارشل لاء کا نفاذ ہوتا رہا اور جمہوری عمل کو پھلنے پھولنے کے مواقع بہت کم میسر رہے۔ جس کی وجہ سے علاقائی اور لسانی تعصبات کو بھی خاطر خواہ پذیرائی ملی اور ہم اپنے اس مقصد کو آہستہ آہستہ بھولتے جارہے ہیں جو تحریک پاکستان کا مقصد تھا۔ وہ جذبہ وہ اسلامی معاشرت کا خواب جو کہ بزرگان دین خصوصاً پیر سید جماعت علی شاہؒ صاحب اور دوسرے مشائخ عظام نے جو مسلمانوں میں اسلامی روح پھونکی تھی جس کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا یہ کہتا نظر آتا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ ۔ آج ہمیں اس جذبہ کا فقدان نظر آرہا ہے۔ اس جذبہ کو ابھارنے میں جہاں ہمارے علمائے کرام نے اپنے فرض سے غفلت برتی ہے وہاں ہمارے مورخین نے بھی ستانے کا اہتمام کرلیا ہے۔ اور ہماری نئی نسل اپنے اسلاف کی روایات کو اپنانے سے محروم رہی۔ پاکستان بنے سے ایک نیا معاشرہ تو وجود میں آگیا مگر وہ سینکڑوں سال کی تہذیب' ثقافت' شرم و حیا' ہمت و جوانمردی سب کچھ تبدیل ہوگیا۔ محترم مرزا بشارت علی صاحب کی تصنیف کو میں نے جس نظر سے دیکھا وہ یہ ہے کہ اس پچاس سالہ دور میں جب کہ ہم ابتدائی طور پر اس نئے پاکستان میں معاشی طور پر مستحکم ہوچکے ہیں تو اب یہ صحیح وقت ہے کہ مورخین اپنے فرائض کو انجام دیں اور نئی نسل کی امانتوں کو جو ان کے بزرگوں نے ان کے لئے چھوڑی تھیں ان تک پہنچایا جائے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ محترم مرزا بشارت علی صاحب نے بڑے خوبصورت اور دلفریب انداز میں اپنی تہذیب' ثقافت اور اسلامی

نظریات کو ایک لڑی میں پرویا ہے۔ ریاست جھجر جس سے میرے بزرگوں کا بھی تعلق ہے میں بچپن سے اس دھرتی کے متعلق وہاں کی تہذیب کے متعلق سنا کرتا تھا مگر کوئی مصدقہ تحریر میرے سامنے سے نہ گزری تھی۔

محترم مرزا بشارت علی صاحب نےؓ اس کمی کو پورا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو منظور فرماوے اور ہمیں پھر سے اپنے اسلاف کا صحیح وارث بنائے۔ آمین

شیخ طاہر رشید
ممبر قومی اسمبلی

ملتان

۱۴ نومبر ۱۹۹۵ء

کچھ مصنف کے بارے میں

مرزا بشارت علی ولد عبدالمجید ۱۹۲۷ء کے اواخر میں جھجر (ضلع روہتک) محلّہ معماران دہلی دروازہ پیدا ہوا۔ سات سال کی عمر میں مدرسہ قوۃ الاسلام رحیمیہ میں داخل ہوا۔ اور وہیں سے ۱۹۳۹ء میں پرائمری پاس کی۔ اس وقت صدر مدرس محترم مولانا سید ظفر علی (مرحوم) تھے۔ ۱۹۴۵ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول جھجر سے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اور اسی سال دہلی آکر اولاً محکمہ راشننگ میں ڈھائی ماہ ملازمت کی اور اس کے بعد ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء کو دفتر ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف میں بھرتی ہوگیا۔ یہ دفتر دہلی کی مشہور تاریخی عمارت متکاف ہاؤس میں تھا۔

۱۹۴۷ء میں ہجرت کے بعد لاہور میں اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب میں حاضری دی۔ ۱۹۵۷ء میں لاہور سے تبادلہ ہوا اور کراچی میں سندھ و بلوچستان کے پی اینڈ ٹی کے لئے لوکل آڈٹ انسپکشن پارٹی میں شامل ہوا۔ تین سال تک آڈٹ کے سلسلہ میں دونوں صوبوں کے سفر کئے۔ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۰ء تک ٹیلیگراف اینڈ ٹیلیفون انجینیرنگ کے مختلف ڈویژنوں (کراچی و ملتان) میں ڈویژنل اکاؤنٹنٹ اور سینیئر ڈویژنل اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۶۷ء میں آڈٹ محکمہ کا ایس اے ایس اکاؤنٹنٹ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۳ء تک کمپٹرولر پی' ٹی اینڈ ٹی کے دفتر میں بحیثیت سپرنٹنڈنٹ کام کیا۔

۱۹۷۳ء میں کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن میں ڈیپوٹیشن پر آیا۔ یکم جنوری ۱۹۸۰ء سے سرکاری ملازمت سے پنشن حاصل کی اور K E S C میں باقاعدہ ملازمت اختیار کی اور اسی سال جماعت اسلامی کی رکنیت اختیار کی۔ یکم جون ۱۹۸۸ء کو K E S C سے بعہدہ کنٹرولر بلنگ ریٹائر ہوگیا۔ آج کل جماعت اسلامی نے بھی

آؤٹ کے کام پر لگایا ہوا ہے۔

۱۹۷۴ء میں جب کہ میں ملتان ٹیلیگراف ڈویژن کا ڈویژنل اکاؤنٹنٹ تھا اپنی والدہ (مرحومہ) کے ہمراہ بحری جہاز کے ذریعہ حج کی سعادت حاصل کی۔

تاریخ جھجر لکھنے کا شوق مجھے اس وجہ سے ہوا کہ میری والدہ (صغرا) مرحومہ اپنے دادا حیدر مرحوم کے واقعات سنایا کرتی تھیں۔ حیدر مرحوم اس فوج میں شامل تھے جو نواب جھجر نے بادشاہ کی مدد کے لئے دہلی روانہ کی تھی۔ لہٰذا میں اس تاریخ کو والدہ ماجدہ (صغرا) مرحومہ کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔

میں حکیم مولانا محمود احمد برکاتی صاحب کا ممنون ہون کہ آپ نے مجھے کتابیں اور دیگر معلومات فراہم کیں اور میری رہنمائی اور ہمت افزائی فرمائی۔ میں بابو عبدالحکیم خاں (مرحوم) سابق پوسٹماسٹر جھجر کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے ہجرت اور اس سے قبل فسادات اور بزرگان دین کے حالات و واقعات فراہم کئے۔

میں اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں مرزا فیاض علی (ملتان) اور مرزا ولایت علی (کراچی) کا بھی مشکور ہوں۔ جنہوں نے اس کتاب کے شائع کرانے میں مالی تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مقبول عام فرمائے۔ آمین۔

مرزا بشارت علی

۲ اپریل ۱۹۹۶ء

3/546 - لیاقت آباد کراچی

باب اول

وجہ تسمیہ و آبادی

تا

نواب عبدالرحمٰن خاں

باب اول

فصل اول - محل وقوع

تاریخی اعتبار سے قصبہ جھجر ضلع روہتک مشرقی پنجاب حال ہریانہ (بھارت) کا ایک قدیم شہر ہے جو شاہان اسلام سے پہلے کا آباد ہے یہ دہلی سے بجانب غرب ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ روایت ہے کہ یہاں جنگلات اور بیڑ تھے جو موجودہ سنار والے بیڑ سے شروع ہو کر دادری موجودہ جھجر اور چھوچھک واس تک پھیلے ہوئے تھے۔

گھوٹیاں دروازہ کے اندر چونگی کمیٹی کے کمرہ کے متصل جو میدان ہے یہاں ایک تالاب تھا۔ اس کی دیواریں کانچ کی سلیوں سے بنائی ہوئی تھیں۔ شاہان دہلی اس جگہ چیتے اور شیر کا شکار کرنے آتے تھے۔ اور اس کے تقریباً" ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر ایک مسجد بنوائی تھی جس میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اب یہ مسجد اناج منڈی کے قریب اوس والی مسجد کے نام سے موجود ہے۔ رفتہ رفتہ شہر بڑھتا رہا۔ آبادی بھی بڑھتی رہی اور آبادی کے لئے جنگلات اور بیڑ کو کاٹ کر سفید زمین برائے رہائش بنائی جاتی رہی۔ اس طرح یہ بیڑ ختم ہو گئی۔

وجہ تسمیہ : جھجر کے آباد ہونے سے متعلق مختلف روایات مشہور ہیں : -

اول : یہ کہ اس کو راجہ جوجن نے بسایا تھا۔ اور اس نے اپنے نام کی نسبت سے اس کا نام جاج نگر رکھا جو بگڑتے بگڑتے جھجر ہو گیا۔

دوم : پرانے زمانے میں موجودہ جھجر سے مشرق کی جانب دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر شہر بہاکولاں آباد تھا۔ اس مقام پر ایک ڈھر یعنی جھیل تھی جس میں ہمیشہ پانی بھرا رہتا تھا۔ اس واسطے اس کا نام جھجر مشہور ہوگیا۔ چنانچہ ابتک بھی ضرب المثل ہے۔ کہ بہاکولاں شہر اور جھجر ڈہر۔

۱۱۹۲ء میں غوریوں نے راجہ پرتھوری راج پر چڑھائی کی جس سے دہلی کے گرد و نواح میں تاخت و تاراج ہوئی۔ اسی زمانہ میں شہر بہاکولاں بھی اجڑ گیا۔ اور اس کے باشندے مختلف جگہوں پر آباد ہوگئے۔ جب حالات ٹھیک ہوگئے تو ساکنان بہاکولاں نے شہاب الدین غوری سے درخواست کی کہ انہیں دوبارہ وہاں آباد ہونے کی اجازت دیں۔ مگر بادشاہ نے اجازت نہ دی اور کہا کہ اس کے قریب و جوار میں آباد ہوجاؤ۔ ان لوگوں نے اس مقام کو منتخب کرکے آباد ہوگئے اور اس وقت سے یہ شہر آباد ہے۔

سوم : بوڑھے دہقانوں کا بیان ہے کہ شہر بہاکولاں میں سے اول ایک شخص جھوجھار قوم جاٹ نے جس کی نسل جاٹان گوٹ کھوڑ اب تک آباد ہیں آبادی اختیار کی اور اپنے نام پر آبادی کا نام رکھا جو بعد میں جھجر کے نام سے موسوم ہوا۔

چہارم : ۱۷۵۶ء میں عالمگیر ثانی کے عہد میں وزیر سلطنت عماد الملک کے اشارے پر حاکم جھجر نے بغاوت کی۔ اس کی سرکوبی کے لئے شہزادہ عالی گوہر جھجر آیا۔ اور حاکم کو گرفتار کرلیا۔ کئی مہینہ تک شہزادہ نے وہاں قیام کیا۔ اور بوا والہ تالاب کے متصل ایک قلعہ خام بنوانا شروع کیا اور اس کا نام مبارک باد رکھا۔ تخت نشینی کے بعد اپنے فرمانوں میں مبارک باد عرف جھجر لکھوانا شروع کیا کیونکہ

اس کی بیگم کا لقب مبارک محل تھا۔

THE IMPERIAL GAZETTEER OF INDIA VOL. XIV OX-FORD AT THE CLARENDON PRESS - 1908

Page- 107

JHAJJAR Tahsil - Tahsil of Rohtak District, Punjab, with area of 466 sq. miles. The population in 1901 was 123,227, compared with 119453 in 1891. It contains one town Jhajjar (Population 12227) the head quarters; and 189 villages. The land revenue and cesses in 1903-4 amounted to 2.9 lakhs. The tahsil is intersected in all directions by sand ridges which often rise to a considerable height. On the east the low lying land used to be regularly flooded by the SAHABI and INDORI streams and large swamps then formed in the depressions ; but of recent years the volumes of these torrents has diminished, and the country rarely remains flooded for any considerable period. The north of tahsil is a continuation of the plateau of Rohtak and Sampla, while in the south a few low rocky eminences land variety to the landscape.

Page - 108

JHAJJAR TOWN :- Headquarters of the tahsil of the same name in Rohtak District ; Punjab, 21 miles south of Rohtak town and 35 miles west of Delhi. Population (1901), 12,227. The town was destroyed by Muhammed of Ghor and refounded by a Jat chieftian Suraj Mul , and afterwards fell into the hand of walter Reinhardt, husband of Begum Samru. Jhajjar was assigned to George Thomas in 1794, and on annexation in 1803 was granted to Nawab Najabat Khan . The estate was confisceted in 1857 owing to disloyalty of the ruling chief, Abdul Rehman Khan , who was hanged for share in mutiny. Jhajjar became for a short time the headquarter of a district of that name, which was abolished in 1860. The principal buildings are the old palace of the Nawabs and the new palace or Bagh Jahenara. The Municipality was created in 1867. The income and expenditure during the ten years ending 1902-3 averaged Rs. 13500 and Rs. 14000 respectively. In 1903-4 the income amounted to Rs. 18600, chiefly derived from octroi, and the

expenditure to Rs. 13800. The town is noted for its dyeing Industry and for the thin or paper pottery produced. It has considerable manufacture of muslins and wollen goods, and embroidery is also largely carried on. The municipality maintains a dispensary and an Anglo-vernacular middle school.

فصل دوم - قدیم عمارات[1]

مسجد شاہ بڈی : یہ مسجد محلہ افغانان میں واقع ہے اس کو محمد دوست ابراہیم سید شاہ بڈی نے جلال لقب اسلام شاہ سوری بادشاہ کے عہد میں ۱۵۴۹ء میں تعمیر کرایا۔

مسجد واقع بازار جھجر : یہ مسجد رومی خاں نے نورالدین جہانگیر بادشاہ کے عہد میں بنوائی۔ رومی خاں شاہی ملازم تھا اور مولانا منکن بن ابراہیم بن اسمٰعیل عباسیؒ کا مرید تھا۔ اور انہیں کے لئے یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ آپ اس مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے اس مسجد پر یہ کتبہ نصب ہے :-

"فی زمانہ عمدۃ الخلافت خیلفہ نور الدین بن محمد اکبر بادشاہ غازی فی التاریخ والعشرین شہر رجب ۱۰۳۶ ھجری"

تالاب بوا والہ و مقبرہ حسن شہید : یہ تالاب اور مقبرہ حاضر خاں کلال ساکن کوٹ کلال کی ہمشیرہ نے ۱۰۳۵ ھ اور ۱۰۳۹ ھ میں بنوائے اس تالاب میں برساتی پانی آتا ہے۔ اس کے منبع پر جو مشرق کی طرف ہے دیوار پر ایک تصویر بنی ہوئی ہے جس میں ایک شخص کو حقہ پیتے ہوئے دکھایا ہے۔ صانع

---

[1] تاریخ ضلع روہتک

شوالہ واقع دہلی دروازہ : یہ شوالہ کیسری سنگھ برہمن فوطہ دار تحصیل جھجر نے بنوایا تھا۔ اس میں ایک کنواں اور مسافرخانہ بھی بنوایا۔

قبرستان کٹڑہ : یہ موضع گوڈہ کے راستہ میں واقع ہے۔ روایت ہے کہ ملک بڈھا مورث افغانان نے پہلے پہل اس جگہ آبادی اختیار کی۔ اسی لئے "کٹڑہ" مشہور ہوا۔

قبرستان مونڈ پھوڑ : جس زمانہ میں افغانان جھجر کٹڑہ میں آکر آباد ہوئے۔ اس وقت جھجر میں بسویداری اور زمینداری بھٹی قوم کی تھی جو راجپوتوں کی ایک شاخ ہے۔ بھٹی قوم کے مظالم سے تنگ آکر دیگر باشندگان نے افغانان سے مدد طلب کی کہ اگر قوم بھٹی سے ہمیں نجات دلادی جائے تو ہم آپ کو سردار تسلیم کرلیں گے۔ لہٰذا افغانان نے پوری قوم بھٹی کی دعوت کی اور زمین کھود کر بارود بچھادی۔ اوپر سے مٹی ہموار کرکے قالین وغیرہ بچھادئے۔ جب قوم بھٹی دعوت کے لئے فرش پر بیٹھی بارود کو آگ لگادی گئی اور اس قوم بھٹی کو ختم کردیا گیا۔ اس قبرستان میں انہیں مرنے والوں کی قبریں ہیں۔

قوم بھٹی کے ایک شخص نے جو فیروز شاہ تغلق کے ہاں ملازم تھا۔ بادشاہ سے اس واقعہ کی شکایت کی۔ بادشاہ نے افغانان کو طلب کیا۔ اور اس قتل عام کا ثبوت ملنے پر بادشاہ نے قصاص کے طور پر حکم دیا کہ تمام افغانان کو کشتی میں بٹھا کر دریا برد کردیا جائے۔

افغانان بہت مضطرب ہوئے اور سیدنا محمد یوسف مشہدیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ حضرت یہ کام ہم نے اس لئے کیا تھا کہ دیگر اقوام اہل جھجر بھٹی قوم کے ظلم وستم سے تنگ آگئے تھے اور ان کی عزت و آبرو محفوظ نہیں تھی۔ لہٰذا ان کی درخواست پر ہم نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ لہٰذا حضرت محمد یوسف

مشہدیؒ نے بادشاہ سے سفارش کی۔ اور افغانان کو معاف کردیا گیا۔ اور قوم بھٹی کی بسویداری بحال کردی گئی۔

فصل سوم

بھٹی قوم : جھجر پر قوم بھٹی کی عملداری تقریباً" ایک سو سال تک رہی۔ ان کے مورثان مسمیان سنجر خاں' علاول خاں' واحد شاہ خاں و سالار خاں کا تعلق راجپوت ہندو قوم سے تھا۔ اور جیسلمیر میں سکونت رکھتے تھے۔ جب علاؤالدین خلجی نے جیسلمیر فتح کرلیا۔ تو ان مورثان کو مسلمان کرکے کھیڑہ و یران متصل قصبہ بیری میں آباد کیا اور اس کا نام مسعود پورہ رکھا۔ یہاں قابل کاشت رقبہ گزارے کے لائق نہ تھا۔ لہٰذا بادشاہ کی اجازت سے یہ لوگ قصبہ جھجر میں آباد ہوگئے۔

بھٹی قوم سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے نام کے ساتھ شیخ لکھتے تھے۔ تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) کے وقت شیخ ایوب علی نمبردار' صادق علی اور مقصود علی پٹواری شہر کے نمایاں افراد تھے۔

افغانان کا ورود : افغانان کا ایک قافلہ ریاست سوات موضع بنیر سے ہندوستان کے لئے ۸۰۵ ھ میں روانہ ہوا۔ جن کے سردار ملک رحمت تھے۔ شمال کی طرف سے ایک اور قافلہ جس میں سیدنا محمد یوسف مشہدیؒ اور ان کے مریدان اور قبیلے کے افراد اور کچھ افراد ایران سے بھی ان کے ہمراہ ہوگئے تھے اس افغانان کے قافلہ میں شامل ہوگئے۔ اور براستہ ملتان دہلی کی طرف کوچ کیا۔ افغانان تو جھجر میں قیام پذیر ہوگئے اور ان کے ساتھ ایرانی بھی آباد ہوگئے۔ اورسیدنا محمد یوسف مشہدیؒ دہلی چلے گئے اور مہروئی کے پاس ایک میدان میں قیام فرمایا۔

افغانان کی آمد سے پہلے جہاں جھجر آباد تھا اس کو قصبہ کہتے ہیں۔ اس کے

ملحق ہی افغانان نے اپنی رہائش الگ رکھی اور یہ نئی آبادی خیل کے نام سے موسوم ہوئی۔ ملک بڈا کے زمانہ میں افغانان کے تین محلّہ بن گئے۔ ملک بڈا کے چار بیٹے تھے۔ اوحد خاں، غازی خاں، عماد خاں اور درجن خاں۔ اوحد خاں کے نام پر اوحدخانی، غازی خاں کے نام پر محلّہ چودہریاں اور عماد خاں کے نام پر محلّہ عماد بن گیا۔

ان محلوں کے قریب ہی ایک اونچی سی جگہ خالی پڑی ہوئی تھی۔ یہاں بھی چند خاندان آباد ہوگئے اور اس کا نام محلّہ ٹیڑی مشہور ہوگیا۔

درجن خاں ناراض ہو کر جھجر سے چلاگیا اور ۵ میل کے فاصلہ پر رہائش اختیار کی۔ اسی کی نسبت سے اس جگہ کا نام دوجانہ موسوم ہوگیا۔ قیام پاکستان کے وقت یہ ایک ریاست تھی۔ اس کے آخری نواب اقتدار علی خاں تھے جو ہجرت کر کے لاہور میں مقیم ہوگئے۔

ریاست دوجانہ : پنجاب سٹیٹ گزیٹیر حصہ سوم (ا) دوجانہ سٹیٹ مطبوعہ ۱۹۰۴ء میں افغانان کا جھجر میں ورود اس طرح بیان کیا ہے۔

"چودھویں صدی عیسوی کے اختتام پر افغانان کے مورث ملک رحمت بنیر سے تیمور کے ساتھ ہندوستان میں آئے اور جھجر کے قریب ایک گاؤں مبارک باد جھاج میں قیام پذیر ہوگئے۔ اس گاؤں کا یہ نام اس کے بانی راجہ جھجر کے نام سے موسوم تھا۔ ایک صدی کے بعد ایک فقیر مسمی بابا درجن شاہ نے دوجانہ آباد کیا اور انہیں کی دعوت پر ملک رحمت کے لڑکوں نے وہاں رہائش اختیار کرلی۔ دوجانہ کے پہلے نواب عبدالصمد خاں تھے۔ اور ان کو بادشاہ دہلی کی طرف سے جلال الدولہ مستقل جنگ کا خطاب ملا۔ ان کا انتقال ۱۸۲۵ء میں ہوگیا۔ اس کا جانشین اس کا چھوٹا بیٹا محمد دوندے خاں بنا اور ۱۸۵۰ء تک حکمراں رہا۔ اس کے انتقال کے بعد حسن علی خاں نواب بنے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں

اس نے کوئی حصہ نہ لیا۔ اسی بنا پر انگریزوں نے ان کی ریاست بحال رکھی۔ حسن علی خاں کا انتقال ۱۸٦۷ء میں ہوا اور اس کا جانشین سعادت علی ہوا جو بارہ سال تک والی رہا۔ سعادت علی کے انتقال (۱۸۷۹ء) کے بعد نواب ممتاز علی حکمراں بنے۔

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر اس طرح لکھا ہے۔ کہ درجن شاہ فقیر نے جنگل میں ایک جھونپڑی بنا کر رہائش اختیار کرلی۔ اور اسی کے نام پر یہ آبادی دوجانہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ ایک شخص محمد خاں عرف ملک جٹا اپنے بھائی ملک بہرام سے لڑکر درجن شاہ کی اجازت سے جھجر سے جاکر ان کے پاس مقیم ہوگیا اور وہیں جنگل میں کھیتی باڑی شروع کردی۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی وہاں آباد ہوگئے۔

تغلق خاندان کا عہد : سلطان نصیر الدین محمود تغلق کا پایۂ تخت دہلی تھا۔ اس کی حکومت بہت کمزور تھی۔ بعض امراء نے فیروز شاہ تغلق کے پوتے اور فتح کے بیٹے نصرت خاں کو ۷۹۷ ھ بمطابق ۱۳۹۵ء میں ناصر الدین نصرت شاہ کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا۔ اس کا پایۂ تخت فیروز آباد تھا۔ جو دہلی سے ۵ کوس کے فاصلہ پر تھا۔ دو آبہ کا علاقہ سنبھل، پانی پت، رہتک اور جھجر نصرت شاہ کی عملداری میں تھے۔ (۱)

مغلیہ دور : اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد حکومت میں پرگنہ جھجر اس کے چھوٹے بیٹے مرزا کام بخش کی جاگیر میں تھا۔ اور شہزادہ کی طرف سے تربیت رام عامل جھجر تھا۔

جب راجپوت رہنما درگا داس نے عالمگیر کے خلاف میواڑ سے اتحاد قائم

---

(۱) از منتخب التواریخ ص ۔ ۱٦۵

کرلیا تاکہ راجپوتانہ سے مغلوں کی سربراہی کا خاتمہ کیا جاسکے۔ اسی زمانہ میں درگا داس کی فوج نے جھجر کا محاصرہ کیا۔ اور گرد و نواح میں لوٹ مار کی۔ حضرت شاہ ولایت غازی کمال" کے حالات میں درج ہے کہ ایک شخص محمد مہتاب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ غازی کمال" فرماتے ہیں کہ ہنود کے حملہ سے اس طرف سے تم خبر رکھو اور اس طرف سے ہم اور حافظ عبدالطیف" خبر رکھیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے درگا داس کی فوج سے جھجر شہر کو محفوظ رکھا۔

محمد شاہ بادشاہ (۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) کے دور حکومت میں ہریانہ کا علاقہ جس میں پرگنہ جھجر بھی شامل ہے نواب روشن الدولہ ظفر جنگ کی جاگیر میں تھا۔ نواب نے پرگنہ جھجر کو بندوبست کے لحاظ سے دو شعبوں میں تقسیم کیا۔ اول۔ مالی دوئم فوجداری اور عام نظم و نسق مالگزاری کے جمع کرنے کے لئے اول بندر بن کو عامل مقرر کیا پھر عاقل خاں افغان جھجر کو ٹھیکہ دیدیا۔ اور یہ انتظام ۱۷۴۵ء تک قائم رہا۔ (۱)

بلوچوں کی عملداری

نواب فوجدار خاں : نواب فوجدار خاں (دلیل خاں) رئیس فرخ نگر کو بادشاہ کی طرف سے فوجداری اور عام نظم و نسق کا محکمہ تفویض تھا۔ نواب موصوف تمام علاقہ ہریانہ پر حاکم تھا۔ رعایا کے ساتھ اچھا سلوک تھا۔ چنانچہ جھجر میں محلہ سادات میں ایک مسجد شکستہ پڑی تھی اس کی مرمت کرائی۔ اور ۱۱۴۶ھ میں سید محمد امجد مورث سید مردان علی شاہ کے سپرد کردی۔ نواب فوجدار خاں کی طرف سے اس کے دو لڑکے پردل خاں اور دیندار خاں اور ایک اس کا عزیز وارث خاں پرگنہ جھجر پر کار فرمائی کرتے تھے۔ آگے چل کر حکومت اور کارفرمائی نواب فوجدار خاں (دلیل خاں) بلوچ رئیس فرخ نگر کی ہے۔ اس واسطے اس کا شجرہ نسب تحریر کیا جاتا ہے۔ (۲)

---

(۱) تاریخ جھجر ص ـ ۸۴ (۲) تاریخ جھجر ص ـ ۸۵

○ تاریخ مجھر ص ۔ ۸۶
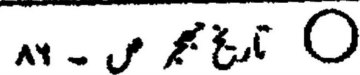
میر جاگیر : میر جاگیر فوجدار خاں کا مورث اعلیٰ تھا وہ تیمور کے زمانہ میں ہندوستان میں داخل ہوا۔ میر جاگیر کے پوتے میر دادن کو بابر بادشاہ کے زمانہ میں کچھ فروغ حاصل ہوا۔ اس نے آگرہ سے متصل ایک موضع بلوچپورہ آباد کیا۔ چھ پشت تک یہ خاندان آگرہ کے نواح میں آباد رہا۔ (۱)

علاقہ ہریانہ میں ورود : دولت خاں کے بیٹوں محمود خاں اور علی خاں کی شادی موضع خورم پور میں جو قصبہ فرخ نگر سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے بلوچ خاندان میں ہوئی۔ اس لئے یہ دونوں بھائی خورم پور میں آباد ہوگئے۔ اس کے بعد محمود خاں نے اپنے نام پر محمود پور ایک موضع آباد کیا۔ اور وہیں رہنے لگا۔ محمود خاں کا پوتا دلیل خاں گھر سے ناراض ہو کر نکل گیا اور اس نے پرگنہ دادری کے حاکم کی نوکری اختیار کرلی۔

دلیل خاں : نے بڑی جانفشانی سے کام کیا۔ دادری کے حاکم نے خوش ہوکر اس کی سفارش فرخ سیر بادشاہ سے کی۔ چنانچہ بارگاہ سلطانی سے دلیل خاں کو خورم پور کی فوجداری ملی۔ (۲)

جہاں فرخ نگر آباد ہے وہاں ایک جھیل تھی۔ اس میں ایک بڑا گنجان جنگل تھا۔ وہاں ڈاکو رہتے تھے جو لوگوں کو موقع پاکر لوٹ لیتے تھے۔ اس لئے اس جنگل کا نام گل کٹ مشہور تھا۔ دلیل خاں نے ان کے تدارک کے لئے کام کیا۔

ایک دن سیتا رام شاہی خزانچی کی چند سواریاں اس جنگل سے گزر رہی تھیں کہ ڈاکوؤں نے حملہ کردیا دلیل خاں نے اپنی بہادری سے ان کو بحفاظت نکال لیا بادشاہ فرخ سیر نے ۱۷۱۴ء میں اس بہادری پر دلیل خاں کو فوجداری پر مستقل کردیا۔ اور اس جنگل کو آباد کرنے کا حکم دیا۔

---

(۱) تاریخ جھجر ص ۔ ۸۷ (۲) تاریخ جھجر ص ۔ ۸۸

ابو الفتح محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں دلیل خاں کو فوجدار خاں کا خطاب ملا۔ اور پرگنات رہتک، نارنول، بوڑھہ، حصار، سرہند کا انتظام اس کے سپرد ہوا۔ ۱۷۳۲ء میں دلیل خاں نے عمارات اور قلعہ تعمیر کرالئے۔ اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ اور اس آبادی کا نام فرخ نگر رکھا۔ کیونکہ اس آبادی کی بنیاد فرخ سیر بادشاہ کے حکم پر شروع ہوئی تھی۔ فوجدار خاں کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا کامگار خاں بلوچ ۱۷۴۷ء مطابق ۱۱۶۱ھ میں ریاست فرخ نگر کا نواب بنا۔ سات پشت تک یہ ریاست قائم رہی۔ آخر ۱۸۵۷ء میں آخری نواب احمد علی خاں کو انگریزوں نے پھانسی دیدی۔

میر مرتضیٰ خاں ایرانی : احمد شاہ (۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء) بادشاہ کے عہد میں نواب روشن الدولہ کی جاگیر ضبط ہوگئی اور بذریعہ صفدر جنگ وزیر شاہی پرگنہ جھجر میر مرتضیٰ خاں کو ملی۔ یہ شخص اعتقاداً شیعہ تھا۔ اور قصبہ جھجر کی تمام آبادی اہل سنت و الجماعت کی تھی۔ مگر میر مرتضیٰ خاں نے کبھی ان کی دل شکنی نہیں کی۔ ایک مرتبہ اس کے خسر میرانی نامی نے محمد اہل اللہ قاضی شہر سے علانیہ کچہری میں خطاب کیا۔ (۱)

"یاحضرت قاضی چہ می فرمائی درحق عثمانؓ کہ سہ صد جلد کلام اللہ را طرح دادہ" ابھی قاضی نے جواب نہ دیا تھا کہ مرتضیٰ خاں نے غصہ سے میرانی سے کہا کہ "ای کلہ کور درحق عثمانؓ کہ از خلفائے راشدین بود ایں چنیں گپ مزن" الغرض لوگ میر مرتضیٰ خاں سے بہت خوش تھے۔ آخر کار زمانہ نے رنگ بدلا۔ صفدر جنگ اور بادشاہ میں جنگ ہوگئی۔ اور صفدر جنگ اپنی جاگیر صوبجات اودھ میں چلا گیا اور میر مرتضیٰ خاں بھی معزول ہو کر چلا گیا۔ اور بذریعہ عماد الملک وزیر شاہی پرگنہ جھجر نواب کامگار خاں بلوچ رئیس فرخ نگر کو مل گیا۔

---

(۱) تاریخ جھجر ص ۔ ۹

کامگار خان : ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۷ ھ میں تمام پرگنہ جھجر پر کامگار خاں کا تصرف ہوگیا۔ اسی سال موضع کوسلی کے چالیس گاؤں کے اہیروں نے سرکشی کی اور گوجرمل اہیر رئیس ریواڑی سے مدد حاصل کی۔ مگر نواب کامگار خاں نے فوج کشی کی اور فتح پائی۔ (۱)

عزیز الدین عالمگیر ثانی کے عہد حکومت میں احمد شاہ ابدالی ۱۷۵۶ء میں دہلی پر حملہ آور ہوا۔ اس ابتری کے زمانہ میں قطب شاہ روہیلہ نے قصبہ گوہانہ، جیند، ہانسی اور حصار تک اپنا تسلط قائم کرلیا۔ اس پر بادشاہ نے کامگار خاں کو لکھا کہ تم قطب شاہ روہیلہ پر چڑھائی کردو اور اس کو زیر کر کے تمام علاقہ اپنی حکومت میں شامل کرلو۔ (۲)

کامگار خاں نے فوج تیار کی۔ جاٹوں اور رانگڑوں کو بھی ساتھ لیا اور جھجر اور رہتک کے راستہ موضع بھسواں خورد پر نہر کے اس طرف ڈیرہ کیا۔ قطب شاہ روہیلہ نے بھی مورچہ بندی کی اور جنگ شروع ہوگئی۔ بروز جمعہ بتاریخ دس شعبان ۱۱۷۰ ھ مطابق ۱۷۵۶ء قطب شاہ روہیلہ نے شکست کھائی۔ کامگار خاں نے تمام علاقہ پر اپنا قبضہ جمالیا۔

بہادر گڑھ : کامگار خاں نے بہت سے کوئیں اور گڑھیاں تعمیر کرائیں جن میں سے موضع ناہڑ، سورہتے اور چھپار میں سنگین گڑھی ۱۷۵۶ء میں تیار ہوئیں۔ ۱۷۵۷ء میں کامگار خاں کے ایک ملازم بہادر خاں نے قصبہ بہادر گڑھ آباد کیا۔ اور عزیز الدین عالمگیر ثانی سے ہفت ہزاری کا منصب حاصل کیا۔ (۳)

نواب کامگار خاں کے عہد میں اس کا بھائی حسن علی خاں پرگنہ جھجر کا حاکم رہا۔ اور اس کے بعد مرزا خاں ولد لشکری خاں آٹھ برس تک عامل جھجر رہا۔

---

(۱) تاریخ جھجر ص - ۹۲ (۲) تاریخ جھجر ص - ۹۳ : (۳) تاریخ جھجر ص - ۹۴

۱۷۶۰ء مطابق ۱۱۷۴ھ میں کامگار خاں کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کا لڑکا موسیٰ خاں ریاست کا مالک ہوا۔

موسیٰ خاں : جب شہزادہ عالی گوہر ابن عالمگیر ثانی نے عماد الملک وزیر کی طرف سے بدنیتی اور فساد محسوس کیا تو از راہ دور اندیشی وہ شاجہاں آباد سے ہانسی و حصار وغیرہ کے محالات کے انتظام کے لئے روانہ ہوا۔ حاکم جھجر نے سرکشی کی۔ چنانچہ شہزادہ کے فوجیوں نے حاکم جھجر کو گرفتار کرلیا۔ موسیٰ خاں نے بہادر خاں کی معرفت عذر و معذرت کی اور عامل جھجر کو رہائی دلوائی۔ اس کے بعد شہزادہ شاجہاں آباد واپس چلاگیا۔ عماد الملک نے چالاکی اور دغابازی سے شہزادہ کا حویلی جعفر خاں اور مردان خاں میں محاصرہ کرلیا۔ شہزادہ وہاں سے دیوار ڈھا کر نکل آیا۔ اور دو تین ماہ بعد دورہ کرتا ہوا ہانسی و حصار جانے کے لئے سلطان پور پرگنہ جھجر میں جو بعد میں ضلع گوڑ گانوں میں شامل ہوگیا معہ شاہی لشکر پہنچا تو پھر بلوچوں نے سرکشی کی اور جنگ کی۔ آخر کار شاہی فوج نے ان کو شکست دے کر گاؤں کو لوٹ لیا۔

اس زمانہ میں سلطنت مغلیہ ضعف پذیر تھی مشرق سے انگریز دہلی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ مرہٹوں نے دہلی پر قبضہ کرلیا تھا۔ مرہٹوں کے زور کو توڑنے کے لئے مشہور عالم دین شاہ ولی اللہؒ اور دیگر زعمائے اسلام نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی تیسری لڑائی میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو شکست دی۔

موسیٰ خاں اور جواہر سنگھ کی چپقلش : اس جنگ و جدل کے زمانہ میں راجستھان کے علاقہ میں سورج مل اور اس کے لڑکے جواہر سنگھ (بھرت پور) کا دور دورہ تھا۔ ایک دن موسیٰ خاں کے دربار میں موضع گوڑیانی سے بیر آئے اور اس نے ایک بیر اپنی لڑکی جس کی عمر دو ڈھائی سال ہوگی کو دے دیا۔ اس پر

کھڑک سنگھ جاٹ موضع جہانگیر پور پرگنہ بادلی جو چند دیہات کا چودھری تھا کہا کہ لڑکی ابھی کم سن ہے' اور بیر کھانے کے لائق نہیں۔ اس کے جانے کے بعد درباریوں نے اس بات کا نواب کو غلط مطلب بتایا۔ جس پر نواب موسیٰ خاں برانگیختہ ہوا۔ اور ارادہ تادیب کا کیا۔

کھڑک سنگھ بھاگ کر سورج مل کے پاس ننگے سر پہنچا۔ سورج مل نے ننگے سر آنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میری پگڑی فرخ نگر کے بلوچ نے اتارلی ہے۔ اگر آپ دلادیں گے تو پہن لوں گا۔ سورج مل نے کچھ فوج جواہر سنگھ کو دی اس نے فرخ نگر پر آمورچہ لگایا۔ مگر ناکام رہا۔ آخر دیوان جادوں رائے وکیل نواب موسیٰ خاں اور روپ رام کٹارہ برہمن معتمد جواہر سنگھ کی معرفت صلح ہوگئی۔ مگر جواہر سنگھ نے ملاقات کے بہانے نواب موسیٰ خاں عزیز و اقربا اور بولے خاں چونری برادر اور لاہیا داروغہ توشکخانہ اور عاقل خاں افغان جھجر اور غریب داس سادھ موضع چھوڑانی اور مان سنگھ چودھری بادلی کو قید کرلیا۔ اور فرخ نگر پر قابض ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے موضع چھارا کو تباہ کیا۔ اور رام کشن پانکلا قوم جاٹ کو عامل جھجر مقرر کیا۔

جواہر سنگھ نے جھجر کی آبادی جو پہلے منتشر اور متفرق تھی جمع کیا۔ اور شہر پناہ بنوائی۔ اور ایک شوالہ محلّہ مہادیو میں تعمیر کرایا۔ ایک کواں براہ دوجانہ اور ایک گڑھی موضع پاٹودہ میں بنوائے۔ سورج مل کی وفات کے بعد جواہر سنگھ بھرت پور چلاگیا۔ اور باپ کی گدی سنبھالی۔ اور اپنی جگہ خوشحال رائے قوم کائستھ کو نائب مقرر کیا۔ جس نے جھجر' دادری' ریواڑی' تاوڈو' نجف گڑھ' پاٹودی' اور جھارسہ سے مالگزاری اچھی جمع کی۔

۱۷۶۶ء میں سکھ قصبہ کھرکھودہ اور مانڈوٹھی سے لوٹ مار کرتے ہوئے آئے اور قصبہ جھجر اور متعلقہ دیہات کو لوٹتے اور حویلیوں کو آگ لگاتے ہوئے ریواڑی کی طرف چلے گئے۔ جس کے سبب باشندگان جھجر مفلس ہوگئے۔

جواہر سنگھ (بھرت پور) کے مرنے کے بعد اس کا بھائی رتن سنگھ گدی پر بیٹھا۔ جب اس کے گھر بیٹا پیدا ہوا تو اس نے اس خوشی میں نواب موسیٰ خاں بلوچ اور اس کے دیگر ساتھیوں کو آزاد کردیا۔

رتن سنگھ کو کیمیا بنانے کا بہت شوق تھا۔ ایک برہمن روپانند گوشائیں نے اس کو کیمیا بنانے کے بہانے قتل کردیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی نول سنگھ گدی نشین ہوا۔ اس نے سمرو صاحب الیمان کو جھجر اور چند محالات بطور جاگیر عطا کیئے۔

نول سنگھ کا نجف خاں نے قلعہ ڈیک پر محاصرہ کرلیا اور نول سنگھ اسی دوران مرگیا۔

۱۷۷۲ء میں موسیٰ خاں پرگنہ سانپلہ پہنچا۔ جہاں بلوچ آباد تھے۔ وہاں اس نے فوج اکٹھی کی لیکن سامان کی کمی کے باعث ہمت نہ پڑی کہ جاٹوں سے مقابلہ کرے۔ لہٰذا اس نے تمام فوج کو برات کی عورتوں کی مانند بہلوں میں سوار کیا اور باجے گاجے کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب عین جاٹوں کے لشکر کے بیچ میں پہنچا جو موضع جانڈری عرف باقر گڑھ متعلقہ نجف گڑھ میں مقیم تھا جاٹوں پر حملہ آور ہوا اور جاٹوں کو شکست دی۔ اس کے بعد موسیٰ خاں نے فرخ نگر پر چڑھائی کی اور وہاں کے نائب رئیس مسمی خوشحال رائے کو مار بھگایا۔

نول سنگھ کے بعد اس کا بھائی رنجیت سنگھ گدی نشین ہوا۔ وہ نجف خاں کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ۱۷۷۶ء میں معہ فوج اور خزانہ قلعہ ڈیک سے فرار ہوگیا۔ لیکن بعد میں نجف خاں کی تابعداری منظور کرلی۔ اسی سال سمرو صاحب الیمان نجف خاں کی فوج میں شامل ہوگیا۔ اور نجف خاں نے پرگنہ جھجر بطور جاگیر اس کو دیدیا۔ مگر سمرو کبھی جھجر نہیں آیا۔ وہ آگرہ میں رہتا تھا سمرو کے انتقال کے بعد پرگنات جاگیر اس کی زوجہ مسماۃ زیب النساء بیگم کے نام بحال رہے۔

بیگم نے مردوں کی طرح جاگیر کا نظم و نسق سنبھالا اس نے اپنے عامل کے قیام کے لئے ایک گڑھی خام جھجر میں مغربی سمت تعمیر کرائی۔ یہ گڑھی شہر پناہ سے

ملحق اور بیری دروازہ اور گڑھی دروازہ کے درمیان واقع ہے۔ اور اب اس میں تھانہ ہے۔ اس بیگم کے زمانہ میں رائے گوپی چند اور چودھری صاحب سنگھ اور مجلس رائے عامل پرگنہ جھجر اور بادلی رہے۔ اس بیگم کو صرف ان پرگنات کی مالگزاری کا اختیار تھا۔ ویسے اختیار کامل مرزا نجف خاں کے وکیل نجف قلی خاں کا تھا۔

۱۷۸۵ء میں پرگنہ جھجر نواب نجف قلی خاں کی قلمرو میں تھا۔ اس کا دارالحکومت کانونڈ تھا۔ اور اس کی طرف سے نامدار خاں اور قطب خاں بلوچ عامل تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ ساکنان جھجر سے کسی قصور پر بھاری تاوان وصول کیا تھا۔

مرزا نجف خاں کے انتقال کے بعد اس کے خاندان اور جانشینوں میں نفاق پیدا ہوگیا۔ لہٰذا ۱۷۸۹ء میں مرزا اسمٰعیل بیگ خاں برادر محمد بیگ خان ہمدانی اس علاقہ میں فوج لے کر آیا۔ نواب نجف قلی خاں نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ یہ مقابلہ بمقام جھجر تالاب جود والا ہوا۔ اور جھجر پر مرزا اسمٰعیل بیگ کا قبضہ ہوگیا۔ اس نے پہلے محمد بخش اور پھر آپاجی پنڈت مرہٹہ اور اس کے بعد میر شاہباز خاں کو جھجر کا عامل بنایا۔

۱۷۹۰ء میں سکھوں نے پرگنہ جھجر پر اسمٰعیل بیگ خاں کو شکست دے کر قبضہ کرلیا۔ اور مجھا سنگھ اس پرگنہ کا عامل مقرر ہوا۔

۱۷۹۱ء میں آپا کھانڈے راؤ مرہٹہ الملقب بہ راجہ شمشیر بہادر جو مادھوجی سندھیہ کا ملازم تھا۔ ملک ہریانہ کو فتح کرتا ہوا آیا۔ اور پرگنہ جھجر اس کی عملداری میں شامل ہوگیا۔ آپا کھانڈے نے اپنا دارالحکومت کانونڈ رکھا۔ اس کی طرف سے نارد پنتھ پنڈت' باپو شنکر پھڑنولیس' کنتھ راؤ رام چند اور لچھمن داد عامل رہے۔ ان لوگوں نے آپا سے غداری کی تو اس نے جارج ٹامس کو عامل بنا کر بھیجا۔ جو کہ بعد میں خود مختار بن بیٹھا۔

جارج ٹامس : کہتے ہیں کہ جارج طامس جہازوں کے بیڑے میں ایک رذیل عہدہ پر مامور تھا۔ اس کو اس نوکری سے نفرت ہوئی۔ اور قسمت آزمائی کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ آدمی محنتی تھا۔ پہلے دہلی میں بیگم سمرو کی فوج میں شامل ہوا۔ بیگم نے قدر دانی کی اور اس کو اچھے عہدہ پر ممتاز کیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد جارج کا ستارہ اقبال پست ہوا۔ اور بیگم سمرد کی نگاہوں سے گرگیا۔ لہٰذا جارج وہاں سے چل کر آپا کھانڈے راؤ کی فوج میں شامل ہوگیا۔ ایک مرتبہ جب کہ آپا کھانڈے راؤ قلعہ کوٹ تپلی میں محصور تھا جارج طامس نے اس کی جان بچائی اور قلعہ کانونڈ میں بحفاظت پہنچا دیا۔ اس پر آپا نے جارج کو مبلغ تین ہزار روپے بطور انعام کے دیئے تاکہ وہ اپنے لئے ایک ہاتھی اور پالکی خرید لے۔ اور پرگنات جھجر، بیری، مانڈوتھی اور پاٹودہ جن کا محاصل سالانہ اس وقت ڈیڑھ لاکھ روپے تھا ہمیشہ کے واسطے بطور جاگیر عطا کئے اور جارج کو رخصت کرتے وقت کہا کہ وہ میوات کا بندوبست کرے۔

اس کی طلاع پاکر گنگا بشن زمیندار رئیس قوم رہبر جو آپا سے باغی ہوگیا تھا بھاگ گیا۔ لیکن گرفتار ہوا اور آپا کے سامنے پیش کیا گیا۔ جھجر پہنچ کر طامس نے نواحی دیہات کے زمینداروں سے اطاعت قبول کروائی۔

اسی زمانہ میں گوپال راؤ سندھیہ نے آپا کھانڈے راؤ کو سپہ سالار سے نائب سپہ سالار کر دیا۔ اور لکھوا دادا اوز جگوا باپو کو اس کے پاس دو لاکھ روپے محاصل وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ آپا نے جو جاگیر طامس کو دی تھی وہ باپو پھڑنویس حاکم پونا کے پاس رہن رکھی اور روپیہ ادا کیا۔ مگر ملک میں ابتری پھیل گئی۔ ساکنان بیری سختی سے باغی ہوگئے۔ طامس فوج لے کر بیری پر حملہ آور ہوا۔ مگر شکست کھائی۔ طامس کی فوج کے ایک سردار کو زخمی کرکے آگ میں ڈالدیا۔ اس پر طامس کو جوش آیا۔ اور وہ دوبارہ حملہ آور ہوا۔ اور گڑھ پر قابض ہوگیا۔ طامس کی بڑھتی ہوئی فتوحات سے آپا کو خدشہ ہوا کہ وہ تمام علاقہ پر

قابض نہ ہوجائے۔ سو اس نے طامس سے کہا کہ تم اپنی فوج کم کردو کیونکہ تنخواہ دینے کو روپیہ نہیں۔

طامس کے لئے سندھیہ کی جانب سے دوہزار آدمیوں پر سرداری کا حکم ہوا۔ مگر اس نے قبول نہ کیا۔ کیونکہ اس حالت میں اگر وہ آپا کو چھوڑتا تو آپا تباہ ہوجاتا۔ اس پر آپا طامس سے خوش ہوا اور اس سے معافی چاہی اور اس کو پرگنات لوٹا دیئے۔ طامس نے تحصیل مالگزاری کے لئے ایک پلٹن روانہ کی اور ایک پلٹن لے کر خود جھجر میں مقیم ہوگیا۔ چند روز بعد آپا کانونڈ پہنچ گیا۔ اور وہاں سے نارنول پہنچ کر طامس کو بلایا۔ وہاں دونوں میں رنجش ہوگئی۔ اور طامس جان بچا کر چلا آیا۔

کچھ عرصہ بعد سکھوں کی فوج اس علاقہ سے گزری اور طامس ان کا مقابلہ کرتا ہوا ہردوار تک چلا گیا۔ اسی اثنا میں آپا گھانڈے راؤ نے اپنے کو دریائے جمنا میں ڈبو کر خودکشی کرلی۔

۱۷۹۵ء میں آپا کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا باون راؤ مسند نشین ہوا۔ اس نے طامس سے ان پرگنات کو واپس لینا چاہا۔ اور فوج لے کر کانونڈ سے موضع کوسلی پرگنہ جھجر میں آیا۔ اور اس پر قبضہ کرلیا۔ طامس جھجر سے فوج لے کر کوسلی پہنچا اور باون راؤ کی فوج سے دور ڈیرے ڈالدیئے۔ دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ اور باون راؤ نے شکست کھائی۔ اور کانونڈ بھاگ آیا۔ طامس کانونڈ پہنچا لیکن سکھوں کے جھجر پر حملہ کی خبر سن کر واپس لوٹ آیا وہاں سے فوج لے کر کرنال پہنچا۔ وہاں سکھوں سے لڑائی ہوئی۔ مگر صلح ہوگئی۔ طامس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے باون راؤ نے جھجر پر چڑھائی کردی طامس کے سردار شتاب خاں نے جم کر مقابلہ کیا ادھر سے طامس سکھوں سے فارغ ہو کر واپس آگیا اور باون راؤ سے صلح ہوگئی۔ اور طامس خود مختار ہوگیا۔ اور اس نے ہریانہ علاقہ کی تسخیر شروع کردی۔ پہلے موضع کانہور پر حملہ کیا۔ مگر طامس کی فوج نے

شکست کھائی اور فرار ہوگئی۔ آخر کار بار بار حملہ کرکے طامس نے گاؤں والوں کو بھگادیا۔ اور کانہور پر قبضہ کرکے ہانسی اور حصار کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سکھوں اور بھٹیوں سے لڑکر فتح حاصل کی۔ اب ملک ہریانہ جو دہلی سے نوے میل شمال اور مغرب میں ہے طامس کے قبضہ میں آگیا۔ ہانسی کو اس نے دارالریاست بنایا اور قلعہ کو مضبوط کیا۔ اور اپنا سکہ بھی جاری کیا۔

جہاز گڑھ : مواضع بیری، دو بھلدہن ماجرہ اور کانہور، وغیرہ دیہات اطاعت پر آمادہ نہ تھے اور شورش کرتے رہتے تھے۔ اس لئے جارج طامس نے جھجر سے ۵ میل کے فاصلہ پر ایک قلعہ خام تیار کرایا اور اس کا نام جارج گڑھ رکھا۔ جو اب جہاز گڑھ کہلاتا ہے۔ اور اس کی قلعداری شتاب خاں افغان ساکن جھاجھر ضلع بلند شہر کو سونپی۔ جھجر جہاں توپخانہ تھا۔ ضابطہ خاں بلوچ ساکن فرخ نگر کے قبضہ میں دیدیا۔

جارج طامس ملک میواڑ چلاگیا۔ ضابطہ خاں نے کچھ گاڑیاں جن میں شکر مالیت ہزار روپے کی تھی لوٹ لیں۔ اور یہ واقعہ دولت رام سندھیہ کی عملداری میں ہوا۔ چنانچہ مالکان نے مسٹر پیرون جنرل فوج سندھیہ کے پاس استغاثہ دائر کیا۔ جنرل نے مسٹر لوئیس فرانس کو ضابطہ خاں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس نے جھجر میں آکر اپنی توپیں لگادیں۔ ضابطہ خاں مقابلہ کی تاب نہ لاکر فرار ہوگیا۔ لوئیس شہر میں داخل ہوا اور والی خاں افغان، جیون بھٹی، گجپت رائے کایتھ وغیرہ انیس افراد کو گرفتار کرکے بمقام کول پیرون کے پاس بھجوا دیا۔ طامس نے باشندگان جھجر سے تاوان کی ایک ہزار رقم جمع کرکے پیرون کو بھجوادی اور رئیسان جھجر کو رہائی دلوائی۔ طامس جھجر میں اجمیری خاں کو بندوبست دے کر جہاز گڑھ چلاگیا۔ اور وہاں سے دارالریاست ہانسی چلاگیا۔ پیرون نے طامس پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس کی ملازمت اختیار کرلے۔ طامس کے انکار پر پیرون صاحب جھجر کی

طرف روانہ ہوا۔ اور اول منزل موضع دلپڑہ جو جھجر سے چھ کوس پر ہے بھورے خاں رسالدار کو آگے روانہ کیا۔ اس نے جھجر پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد پیرون صاحب بھی معہ لشکر کے جھجر پہنچا۔ اور لوئیس کو طامس کے مقابلہ کے لئے اور اسمٹ صاحب کو قلعہ جہاز گڑھ پر حملہ کے لئے روانہ کیا۔ اسمٹ ناکام ہو کر جھجر کی جانب چلا گیا۔

طامس جہاز گڑھ کو بچانے کے لئے ہانسی سے روانہ ہوا۔ طامس کی فوج کے سردار اصالت خاں نے اسمٹ کو شکست دی۔ طامس وہاں سے فارغ ہو کر جھجر کی طرف روانہ ہوا تو معلوم ہوا کہ لوئیس لشکر جرار کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ لہٰذا طامس نے جہاز گڑھ کی طرف کوچ کیا راستہ میں معلوم ہوا کہ حریف کی فوج موضع بیری میں آگئی ہے۔ مگر طامس جہاز گڑھ میں داخل ہوگیا۔ لوئیس کی فوج نے بیری سے چل کر جہاز گڑھ سے ایک کوس کے فاصلہ پر موضع اچھ پر قیام کیا۔ اور کھیڑہ موضع بارانہ پر مورچہ قائم کئے۔ اسمٹ کی فوج جو جھجر چلی گئی تھی۔ لوٹ آئی اور اس نے مشرقی جانب ڈیرے ڈالدئے اور اپنی توپیں ٹیبہ موضع دھاڑا واس پر لگادیں اس طرح پیرون نے طامس کو دو جانب سے گھیر لیا۔

اسمٹ کے مقابلہ کے لئے طامس نے جوہڑ کے کنارے جہاں اب موضع محمد پور ماجرہ ہے مورچہ بندی کی اور لوئیس کے مقابلہ پر تھلی کلاں پر جو موضع جہازگڑھ اور محمد پور ماجرہ کے جنوب میں واقع ہے توپیں نصب کیں۔ لوئیس کی مدد افواج سندھیہ اور بھرت پور کر رہی تھیں۔ شتاب خاں حاکم جہاز گڑھ بھی لوئیس سے جاملا۔ اس طرح طامس شکست کھا کر ۱۸۰۲ء میں فرار ہوگیا۔

اب پرگنہ جھجر پر عملداری جنرل پیرون سپہ سالار فوج دولت رام سندھیہ قائم ہوئی۔ اور کنور سنگھ، ہمت سنگھ، راؤ بالکشن اہیر اور نواب احمد بخش خاں والد نواب امین الدین خاں لوہارو والہ یکے بعد دیگرے عامل جھجر رہے۔ ۱۸۱۳ء میں انگریز کمانڈر لارڈ لیک نے پیرون کو بعد از جنگ گرفتار کرلیا۔ اور

کرسی نامہ بھڑائچ خاندان
مصطفیٰ خاں
نواب مرتضیٰ خاں
امام خاں
خضر خاں
احمد خاں
سرمست خان
غازی خاں
ایک دختر
ابراہیم علی خاں
علی شیر خاں
خواجہ محمد خاں
محمد خاں
محمد عمر خاں
ایک دختر
کلو خاں
موسیٰ خاں
شائستہ خاں
حیدر علی خاں
خادم علی خاں
عبداللہ خاں
سردار خاں
سید محمد خاں
ملک محمد خاں
بہادر خاں
اسمٰعیل خاں
نجابت علی خاں
شمشیر خاں
بہادر جنگ خاں
نیاز محمد خان
محمد علی خاں
وزیر محمد خاں
حسین علی خاں
فیض محمد خاں
سعادت علی خان
محفوظ علی خاں
رحمت علی خاں
فیض علی خاں
علی محمد خاں
فیض الحسن خاں
یوسف علی خاں
نواب عبدالرحمٰن خاں
اسد علی خاں
دلاور علی خاں
نور علی خاں
عشرت علی خاں
سرفراز علی خاں
خلیل الرحمٰن خاں

فوج سنگھ رئیس بلب گڑھ کو حکومت پرگنہ جھجر کی عطا کی۔ اور ڈیڑھ ماہ بعد پرگنہ جھجر نواب نجابت علی خاں بھڑائچ کو ملا۔ اور اس کی طرف سے عملداری مہتاب رائے اور دل سکھ رائے قوم بقال دسہ ساکن موضع سلانہ کو تفویض ہوئی۔

کچھ ہی عرصہ بعد جسونت راؤ ہلکر نے دہلی کے گرد و نواح کے علاقہ انگریزوں سے چھین لئے اور پرگنہ جھجر پر اولاً" نرائن راؤ اور پھر اسد بیگ مغل کو عامل جھجر مقرر کیا۔ لارڈ لیک کو جب ہلکر کے دہلی پر قبضہ کی خبر ملی وہ واپس مڑا اور دہلی پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اور پھر نواب نجابت علی خاں کو عامل جھجر مقرر کیا اور اسد بیگ بھاگ گیا۔ نجابت علی خاں کا بہنوئی فیض طلب خاں جو اس جنگ میں انگریزوں کی حمایت میں لڑ رہا تھا زخمی ہو کر گرفتار ہوا مگر رہائی پائی۔ لارڈ لیک نے خوش ہو کر فیض طلب خاں کو پرگنہ پاٹودی جاگیر دی۔

فصل چہارم

خاندان بھڑائچ

ورود : زمانہ سلف میں افغانستان میں بھڑیچ نامی ایک شخص قوم افغان تھا۔ اس کی نسل اور قبیلہ سے لوگ بھڑائچ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ اسی خاندان سے پھوسے خاں افغان ترابندری ولایت میں سراوق کے مقام پر ایک رئیس تھا۔ اور اس کا بیٹا نعمت خاں اور اس کا بیٹا قلندر خاں اور اس کا بیٹا مصطفےٰ خاں تھا۔ مصطفےٰ خاں افغانستان سے ہندوستان آیا۔ اسی کو مورث اعلیٰ بھڑائچ رئیس جھجر سمجھ کر کرسی نامہ تحریر کیا گیا۔

مصطفےٰ خاں روز گار کی تلاش میں اپنے ملک سے نکلا اور پٹیالہ کے علاقہ میں سکھوں پر فتح پا کر ایک آبادی بھڑیچاں آباد کی۔ اور محمد شاہ بادشاہ سے خطاب مصطفےٰ خاں بہادر ببر جنگ عطا ہوا۔ اور ۱۷۴۵ء میں مرشد آباد آیا۔ عظیم آباد کے قریب مہابت خاں ناظم صوبہ بنگالہ و عظیم آباد سے مصطفےٰ خاں کا مقابلہ ہوا۔ اور شکست کھائی اور مارا گیا۔ اس کا سر مرزا پائندہ بیگ عرف ہاشم قلی خاں نے

جو ہیبت جنگ کا عرضی بیگی تھا کاٹ لیا۔ ہیبت جنگ نے لاش کی بڑی بے حرمتی کی۔ جب یہ معاملہ میر محمد باقر نے سنا جو اس وقت اکابرین میں سے تھا تو کہا کہ میں نے حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے اس افغان کے دو ٹکڑے کردئے۔ پس لازم ہے کہ اس افغان کا جسم دو ٹکڑے کردیا جائے لہٰذا ایسا ہی کیا گیا۔ مصطفےٰ خاں کے مرنے پر اس کا بیٹا مرتضٰی خاں نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ صوبہ دار اودھ والہ آباد کے پاس ملازم ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد دہلی میں بادشاہ کے ہاں ملازم ہوگیا۔ اور فتح پور سیکری میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔

نواب نجابت علی خاں : ۱۸۰۶ء میں نجابت علی خاں ابن مرتضٰی خاں ریاست جھجر کا والی بنا۔ وہ خود شاہجہاں آباد (دہلی) میں رہتا تھا۔ فوج کی چھاؤنی اول بہادر گڑھ پھر جھجر بمقام عید گاہ اور پھر کانونڈ میں قائم کی۔ شاہ عالم ثانی بادشاہ نے اس کو اسدالدولہ ممتاز الملک نواب نجابت علی خاں بہادر ہزبر جنگ کا خطاب عطا کیا۔ ۱۸۰۹ء میں بھوانی، کونٹ، کالھوواس، پالھو واس بھی نجابت علی خاں کو مل گئے۔ اور چھاؤنی کانونڈ سے دادری مقرر ہوئی۔ ۱۸۱۴ء میں نجابت علی خاں کا انتقال ہوگیا۔ اور قطب صاحب میں مدفون ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا فیض محمد خاں مسند نشین ہوا۔

فیض محمد خاں ۱۸۱۴ء - ۱۸۳۵ء

اصلاحات : فیض محمد خاں نے کشن لعل قوم کایتھ کو بعہدہ دیوانی کل مقرر کیا۔ اور اصلاحات کی طرف توجہ دی۔ فوج کو ترتیب دیا۔ اور سپاہیوں اور افسروں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ سواروں کی وردی یہ مقرر کی۔

الخالق بانات سبز کاہی، پگڑی، دوپٹہ سرخ، موزہ چرمی تازانو، پاجامہ سفید، تلوار اور بندوق توڑے دار، بارگیروں کے گھوڑوں پر کاٹھیاں، اور خود اسپوں کے گھوڑوں پر چار جامہ اور ہر ایک زین پوش بانات سرخ اور زرد رنگ رکھتا تھا۔

افسران میں دفعدار تک دستار کے بجائے مندیل سرخ باندھتے تھے۔ اور زین پوش کے بجائے غالشیہ کلابتونی رکھتے تھے۔ پیادہ فوج دو پلٹنوں پر مشتمل تھی۔ ایک پلٹن تلنگاں قوم پوربیہ اور دوسری نجیباں جس میں ہر قوم کے آدمی بھرتی ہوتے تھے۔ سپاہیوں کی تنخواہ پانچ روپے ماہوار تھی۔ اس کے علاوہ چار توپخانے تھے۔ ایک کالونڈ میں دو جبجر میں موسم سرما میں۔ تلنگاں پلٹن کی وردی میں پتلون بانات آبی اور کرتی بانات سرخ، ٹوپی بانات سرمئی معہ کلغی اور مونڈا جوتا، اور توسدان اور بندوق پتھر کلا معہ سنگین و تلوار تھیں۔ موسم گرما میں سوائے ٹوپی کے اور لباس سفید ہوتا تھا۔

نجیبوں کی وردی دگلہ ماشی اور پاجامہ نیکر اور سرخ پگڑی اور مونڈا جوتا اور باقی سب وردی تلنگاں پلٹن کے مطابق تھی۔

وردی گولہ اندازاں توپخانہ موسم سرما میں دگلہ آبی اور پاجامہ سیاہ مُہرا اور پگڑی سرخ اور پٹی بانات سرخ جس میں تلوار بھی رہتی تھی۔ مونڈا جوتا تھا۔ گرمی میں دگلہ آبی کے بجائے سفید انگرکھا دوہرا ہوتا تھا اور باقی سب بدستور رہتا تھا۔

وردی اندازان اپی۔ پتلون بانات سرمئی۔ کرتی بانات زرد اور کلاہ ماہی پشت خود نما جس پر پوشش زرد کی ہوتی تھی۔ اس کے اوپر پترے پیتل کے۔ پٹی سرخ ریشم گندھی ہوئی اور اس میں ایک دوال ○ صابر سفید رنگ کا ہوتا جس میں تلوار رہتی تھی۔ تمام خلاصیوں کی وردی سیاہ پتلون اور سیاہ کرتی۔ سیاہ ٹوپی باناتی تھی۔ سفید صابر کی پٹی معہ پرتلہ تلوار۔

کل فوج کا ایک جنرل ہوتا تھا۔ یہ عہدہ نواب فیض محمد خاں کے چھوٹے بھائی نواب حسن علی خاں کے پاس تھا۔ تمام اسلحہ نواب کے کارخانہ میں تیار ہوتا تھا۔ ایک کچہری دفتر بخشی خانہ کے نام سے مقرر تھی۔ جو فوج کے جنرل کے تحت تھی۔ جو مقدمات کوتوالی سے چالان ہوتے تھے ان کا فیصلہ بذریعہ کورٹ مارشل بموجب انگریزی دستور ہوتا تھا۔

ایک محکمہ دواب (چوپائے) کا تھا جو ہاتھیوں اور گھوڑوں کی پرورش اور ساز و سامان تیار کرتا تھا۔ اس محکمہ کا ایک متصدی ہوتا تھا۔ جو فوج کے جنرل کے ماتحت ہوتا تھا۔

عدالتی نظام : عدالتیں دو قسم کی تھیں۔ فوجداری اور دیوانی۔ جس میں فیصلہ مفتی اور پنڈت کرتے تھے۔

تمام ریاست میں تین محکمے عدالت دیوانی کے مقرر تھے۔ دو محکمہ صدر امینی اور ایک عدالت اعلیٰ۔ جس میں سے ایک محکمہ نارنول میں تھا۔ وہاں مقدمات کانٹی د بادل و کانونڈ ڈیڑھ سو روپے مالیت تک کے سنے جاتے تھے۔ وہاں کا قاضی نظام الدین تھا۔

دوسرا محکمہ صدر امینی جھجر خاص میں تھا۔ یہاں مقدمات پرگنات جھجر، بادلی، دادری اور بدھوانہ کے تین سو روپے مالیت تک کے سنے جاتے تھے مفتی عمادالدین ساکن پانی پت تھا۔

○ چمڑے کا تسمہ

تیسرا محکمہ عدالت اعلیٰ کا جھجر میں تھا۔ جس میں مقدمات تین سو روپے سے زائد اور پانچ ہزار سے کم مالیت کے سننے جاتے تھے۔ دیوان کشن لال اس محکمہ کا سربراہ تھا۔ اور خدمت افتا عمادالدین کے سپرد تھی۔ کوئی سٹامپ عدالتی کاغذات کے واسطے مقرر نہ تھا۔ جو عرضیاں سادہ کاغذ پر ہوتی ان پر کوئی محصول نہ تھا مگر جو مقدمات دیوانی میں ہوتے ان پر ۵ روپے فیصد فیس ہوتی تھی۔

پولیس چوکیاں جابجا قائم کیں۔ ڈاک رسانی کے واسطے چار چار کوس پر ہرکاروں کی چوکیاں مقرر تھیں۔ ہر چوکی پر دو ہرکارے ہوتے تھے۔ عوام الناس سے ایک خط کا مکتوب الیہ سے ہرکارہ ایک پیسہ لیتا تھا۔

ایک جیل خانہ جھجر میں تھا۔ جس میں تین سال تک کی قید کے قیدی رکھے جاتے اور اس سے زائد قید کے قلعہ کانونڈ میں جاتے تھے۔

مالیاتی نظام : محکمہ مال کا انتظام اس طرح کیا کہ کچھ دیہات کا ٹھیکہ چار سالہ یا پانچ سالہ ہوتا اور دیہات خام کی تحصیل از روئے بٹائی کی جاتی اس کے علاوہ ہولی اور دیوالی کے موقعوں پر نذرانہ لیا جاتا تھا۔ ہر تحصیل میں ایک تحصیل دار، ایک نائب تحصیلدار، دو قانونگو، ایک چودھری، ایک فوطہ دار، ایک جمعدار اور چپراسی حسب ضرورت اور پندرہ یا بیس سوار رسالہ مقرر تھے، تحصیلدار ہمیشہ فوج میں سے ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں پٹواری نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ زمیندار بطور خود کسی بنیئے کو محاسب رکھ لیتا تھا۔ نمبردار کو سالانہ روسیاہی ملتی تھی۔ جن کو ملتی تھی ان کا بیان ہے کہ اصل لفظ روسائی یعنی سرداری ہے۔ مگر عام لوگ روسیاہی کہتے ہیں یعنی جو حکومت کی طرف سے ظلم و ستم کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر پیشہ ور سے اور نیز اشیاء پر محصول لیا جاتا تھا۔ وصولی کے لئے ایک داروغہ جس کو سائر کہتے تھے مقرر تھا۔

ایک محکمہ نجی بھی تھا۔ جو سیکریٹریٹ کی طرز پر تھا۔ جھجر میں خزانہ کا محکمہ

تھا۔ تمام ریاست کی آمدنی اس میں جمع ہوتی تھی اور یہیں سے ملازمین کو تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ ایک محکمہ دیوانی کل ریاست کا علیحدہ تھا۔ جو سوہن لال (ایک دوسری جگہ کشن لال) قوم کایتھ کی سرکردگی میں تھا۔

فوجی مہمات : نواب فیض محمد خاں نے کئی مہمات میں اپنی فوجیں بھیجیں :۔

(ا) ۔ کرنل اختر لونی کی سرکردگی میں جے پور کی طرف امیر خاں کی تنبیہہ کے واسطے۔

(۲) ۔ کرنیل محمد اعظم کی سرکردگی میں واسطے سزا بھٹیاں مواضع' دوریڑہ اور بہادرا علاقہ بیکانیر۔

(۳) ۔ کرنیل محمود خاں کی سرکردگی میں بھرت پور کی طرف۔

(۴) ۔ ۱۸۲۹ء میں مسمی لالیا زمیندار موضع چرخی پرگنہ دادری نے بغاوت کی تو پہلے دیوان کشن لال اس کے بعد حسن علی خاں کو فوج دے کر بھیجا۔ مگر لالیا کی فوجی قوت بہت زیادہ تھی لہٰذا نواب خود گیا اور لالیا کی ناکہ بندی کی۔ لالیا مقابلہ کی تاب نہ لاکر منہ میں تنکا لے کر دونوں ہاتھ انگوچھے سے باندھ کر اور لاٹھی پر چادر پھراتا ہوا معافی کے لئے حاضر ہوا۔ اس کو گرفتار کر کے جھجر لایا گیا۔

(۵) ۔ موضع کھوڈانہ میں ایک تھانیدار بنسی دھر قوم کایتھ ساکن دہلی تعینات تھا۔ وہ ظلم کرنے کا عادی تھا۔ اس نے تھانہ میں ایک لکڑ گاڑ رکھا تھا اور اس کا نام لعل خاں مشہور کیا ہوا تھا۔ اور ایک جوتا سوا ہاتھ کا بنوایا ہوا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ جو شخص بھی اس علاقہ میں آئے پہلے لعل خاں کو سلام کرے۔ ذرا ذرا سی بات پر لوگوں کو لعل خاں سے بندھوا کر سوا ہاتھ کے جوتے سے پٹواتا تھا ایک مرتبہ ایک رنڈی کانونڈ سے آئی اور اس کا ناچ کرایا گیا جس میں تھانہ دار اور زمینداروں کی لڑائی ہوگئی۔ اور تھانیدار کو گرفتار کرلیا۔

موضع کھوڈانہ کے راجپوتوں کی سرکوبی کے لئے نواب نے محمود خاں، میر کلو اور محمد اعظم کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ گاؤں والے شکست کھا کر بھاگے۔ بھلسہ گاؤں کے قریب دامن کوہ میں ایک اٹاری سے دشمن کے بندوقچیوں نے نواب کی فوج پر گولیاں برسائیں مہتاب خاں رسالدار گولی لگنے سے مارا گیا۔ مگر باغیوں نے شکست کھائی۔ اسی لڑائی میں ایک عورت تلوار برہنہ لئے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں کھڑی تھی۔ جب میر کلو کی فوج وہاں پہنچی تو وہ عورت مقابلہ پر ڈٹ گئی اور اس نے میر کلو پر تلوار کا وار کیا میر کلو نے اس عورت کا گلا پکڑلیا۔ مگر وہ عورت زور کرکے چھوٹ گئی۔ میر کلو گھوڑے سے اترا اوز زور آزمائی کے بعد اس عورت کو گرفتار کرلیا۔

(۶) ۔ پرگنہ نارنول کے دیہات کی سرحد راجہ جے پور سے ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ راجپوت ہولی و دسہرہ پر نواب کی عملداری میں آکر لوٹ مار کرتے تھے۔ ۱۸۳۳ء میں نواب نے زبردست خاں تحصیلدار نارنول کو اس علاقہ کے انتظام کے لئے بھیجا۔ اس کے بعد میر کلو کی سرکردگی میں فوج روانہ کی اور مفسدوں کو شکست دی۔ ۱۸۲۲ء میں فوجی چھاؤنی دادری سے اٹھا کر جھجر میں شہر سے جنوب کی طرف ایک میل کے فاصلہ پر قائم کی گئی۔

تعمیرات : نواب فیض محمد خاں نے عمارات کثرت سے بنوائیں جو عمدہ عمارات جھجر چھاؤنی میں بنوائی تھیں انگریزی عملداری میں ان کو گرا کر ملبہ فروخت کردیا گیا۔ کچھ عمارتیں خستہ حالت میں باقی ہیں۔

چند عمارات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ۔ باغ رعنا نزد جوہڑ رہناوالہ۔ اس میں سنترہ اور لیموں ہوتے تھے اب صرف بیر ہوتے ہیں۔

(۲) ۔ کالونڈ میں ایک باغ اور باؤڑی جو خستہ حالت میں تھے ۱۲۳۵ ھ میں

وسعت دی اور از سر نو آراستہ کیا۔ مسافر خانے بنوائے۔ باغ اور باؤڑی کی تاریخ اس مصرعہ سے نکلتی ہے۔ "از چشمہ فیض آب برگیر"۔

(۳) ۔ موسم برسات میں دو ندی کسادنی کی آکر ضلع شمالی باغ کو نقصان پہنچاتی تھی۔ لہٰذا ایک بند آدھا میل لمبا تعمیر کرادیا۔

(۴) ۔ موسم برسات میں ایک ندی سہابی کوہستان سے دیہات پرگنہ جھجر اور بادلی میں طغیانی سے نقصان کرتی تھی' اس کے لئے ایک بند پختہ و خام موضع بہلپہ اور بادلی کے درمیان ایسا بنوایا کہ طغیانی کے زمانہ میں پانی بہتا ہوا چلا جائے۔ مگر جب پانی صرف قابل زراعت کے ہو تو آگے جانے سے روک دے۔

(۵) ۔ فرخ نگر سڑک اور دیہات ریواڑی کے درمیان نالہ ندی سہابی پر پل تعمیر کرایا۔

(۶) ۔ سرائے کوٹ پتلی میں ایک کنواں اور مسجد تعمیر کرائے۔

(۷) ۔ بیشتر دیہات مثلاً" چھوچھک واس' سونار والا (جھجر)' بہاسور' دادری طاہا اور کانسی وغیرہ میں چراگاہیں بنوائیں جو شکار کے کام آتی تھیں اور بقدر ضرورت چارہ و گھاس نکال کر باقی ٹھیکہ پر دیدی جاتی تھیں۔

معاشی اصلاحات : ریاست جھجر سے متصل قصبہ بیری میں سال میں دو مرتبہ میلہ دیوی ہوا کرتا تھا۔ اور اس میں مویشی کثرت سے فروخت ہوتے تھے جس پر سرکار کو محصول ملتا تھا لہٰذا آمدنی بڑھانے کے لئے نواب نے موضع حسین گنج (جھجر)' کراوٹہ (کانونڈ)' دھرسو نواز پورہ (نارنول)' مہاسر (کانٹی)' بدھوانہ خاص' دادری چرخی کے مقامات پر سال میں دو دفعہ میلہ مویشیاں مقرر کیا۔ دور دراز مقامات سے بیوپاریوں کو بلوایا۔ ان کی ہمت افزائی کے لئے ان کو انعامات سے نوازا۔ نواب نے ہر قسم کے کاریگروں کو جمع کیا۔ ان کی قدر دانی کی اور جھجر میں آباد کیا۔

دہلی میں چند دکانیں خانم بازار اور کئی حویلیاں فراش خانہ کی کھڑکی میں' کوٹھی موتی سین اور بنگلہ گون صاحب کا دریا گنج میں اور سعادت خاں والا سبزی منڈی میں خرید کئے مقامات کرانہ اور جھنجانہ ضلع مظفر نگر میں چند باغات خریدے۔

نجی زندگی : نواب کی بڑی مصروف زندگی تھی۔ چاز گھڑی رات باقی رہے بیدار ہو کر پہلے شکاری جانوروں کو چارہ وغیرہ کھلواتا۔ پھر نماز پڑھ کر ڈاک پڑھتا۔ اور افسران کی رپورٹیں سنتا۔ دس گیارہ بجے کے درمیان کھانا کھا کر قیلولہ کرتا۔ اور ایک دو گھنٹے سو کر کسی شغل یا دستکاری میں مشغول ہوجاتا۔ دو گھڑی دن رہے سے چار پانچ گھڑی رات گئے تک کچہری کا کام کرتا۔ پھر کھانا کھا کر تماشہ رقص و سرور میں مصروف ہوجاتا۔ نواب بندوق توڑے دار اور چقماق بناتا تھا۔ اور توپ کے ڈھالنے اور چرخ پر اتارنے میں مہارت رکھتا تھا۔ لوہار کا کام اچھی طرح جانتا تھا۔ چاقو اپنے ہاتھ سے بناتا' تیر اور غلیل بناتا اور ان پر رنگ و روغن کرتا تھا۔ زردوزی اور خرادی کا کام جانتا تھا۔ ڈبیہ' ہاتھ کی چھڑی' پلنگ کے پائے بانس کے پنجرہ' ڈور شکار ماہی' اور چمڑے کی جوتی بنالیتا تھا۔

موسم سرما میں شکاری پرندے مثلاً" باز (۱) جرہ (۲) باشہ (۳) باشین (۴) شکرہ (۵) چیخ (۶) چرغ (۷) چرغیلہ (۸) بحری (۹) بحری بچہ (۱۰) شاہین (۱۱) لگڑ (۱۲) جھکڑ (۱۳) دوری (۱۴) دوریلا (۱۵) چھوا (۱۶) چھوئی (۱۷) ترمتی (۱۸) پالے جاتے تھے۔ ہر جوڑے پر ایک آدمی ملازم تھا۔ تمام کارخانہ پر ایک داروغہ مقرر تھا۔ اور بہت سے لوگ ان پرندوں کے لئے خوراک مہیا کرنے کے واسطے مقرر تھے۔ جو ان پرندوں کے لئے دام اور لاسہ کے ذریعہ جانور پکڑ کر لاتے تھے۔

دس بارہ چیتے پالے ہوئے تھے جو ہرن کا شکار کرتے تھے۔ چند سیاہ گوش

پلے ہوئے تھے جو اڑتی چیل، کوئے اور طاؤس (مور) کو اچھل کر پکڑ لیتے تھے۔ جب بحری کسی کلنگ کا شکار کرتی تھی تو کلنگ کے پر نواب اور ان کے ہمراہی طرہ کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ شکار سے واپسی پر لشکر میں شیرینی تقسیم ہوتی تھی۔

موسم گرما میں کبوتر گولہ اور بلبل لڑانے کا بہت شوق تھا نبی بخش اور رستم قلعہ دہلی کے کبوتر باز اس کی تربیت کے لئے مقرر تھے۔ جمعہ کے روز ایک بڑا جلسہ ان کی لڑائی کا ہوتا تھا۔ موسم گرما میں مرغ بازی ہوتی تھی۔ چار کارخانہ مرغوں کے قائم تھے۔ ایک کارخانہ میں ڈیڑھ دو سو مرغ ہوتے تھے اور ہر کارخانہ پر ایک داروغہ اور دس بارہ مرغ باز نوکر ہوتے تھے۔ مرغوں کو حلویات وغیرہ کھلائے جاتے تھے۔

موسم برسات میں لعلوں اور بٹیروں کی لڑائی ہوتی تھی۔ ہزار ہا لعل اور بٹیر پکڑ کر لائے جاتے تھے۔ ان کی پرورش اہل لشکر کے سپرد تھی۔

موسم برسات کے آخر میں پتنگ بازی بھی کرتا تھا

فنون سپہ گری میں پٹہ بازی، بکیتی، کشتی گری، جست لگانا، بیٹھے بیٹھے اوچک کر گھوڑے پر سوار ہونا تیر اندازی اور بندوق چلانے میں ماہر تھا۔

قصہ مشہور ہے کہ ایک شیر موضع دورانیہ اور عہد وار میں آگیا۔ نواب شکار کے لئے نکلا۔ شیر نے الف خاں نامی شخص کو دبالیا۔ نواب نے بندوق سے ایسی گولی ماری کہ شیر مرگیا اور الف خاں کو کوئی گزند نہیں پہنچی۔

ایک دفعہ ایک شیر مولا بخش نامی پروردہ نواب پنجرے سے نکل گیا۔ آس پاس کے لوگ بھاگ گئے اور ایک غل مچ گیا۔ نواب کو خبر ملی تو وہ شیر کو مولا بخش کے نام سے پکارتا ہوا اس کے پاس چلا گیا۔ اور کان سے پکڑ کر پنجرہ میں لاکر بند کردیا۔

نواب کو شکار کا شوق تھا۔ مچھلیوں کا شکار بھی کرتا تھا۔ خوبصورت مچھلیوں کی ناک میں سونے چاندی کی نتھ ڈلوا کر تالاب بواوالہ میں چھڑوا دیتا ان کی

حفاظت کے واسطے تالاب پر پہرہ رہتا تھا۔ شکاری کتے اور چیتے پالے ہوئے تھے۔ موضع کوٹ کلاں میں قیام کرتے تھے۔ وہاں ملازمت کے امیدوار لوگ آکر نوکر ہوتے تھے اس لئے اس جگہ کا نام بنگلہ امیدواری مشہور ہوگیا۔ وہ بنگلہ تو اب مسمار ہوچکا ہے۔ مگر اس جگہ کا نام مہدواری مشہور ہوگیا۔

عدل و انصاف : نواب فیض محمد خاں انصاف پسند اور سخی آدمی تھا۔ ایک مرتبہ نواب موضع بھنڈاواس میں تھا کہ ڈیرہ کے پاس سے دو کمہار باتیں کرتے ہوئے جارہے تھے کہ کیسا انیائی راجہ چوپٹ نگری ہے۔ (یعنی ظالم حاکم ہے) نواب نے سن لیا تو ان کو بلوایا۔ کمہار خوفزدہ ہوئے۔ نواب نے تسلی دی اور حال دریافت کیا تب انہوں نے بتایا کہ ایک سپاہی چار گھڑے بغیر قیمت ادا کئے زبردستی لے گیا۔ نواب کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ فوراً" حسن علی خاں سالار فوج سے چار روپے ان کو دلوائے جائیں۔ اور حسن علی خاں کا ڈیرہ لشکر سے باہر کردیا جائے۔ حکم کی فوراً" تعمیل ہوئی۔

ایک مرتبہ محمود خاں کرنیل پلٹن حسینی نے رشوت کے لالچ میں ایک پوربیہ سپاہی کی رخصت منسوخ کردی۔ سپاہی نے نواب کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی کہ رخصت کی باری میری ہے اور کرنیل صاحب چھٹی نہیں دیتا۔ نواب نے کہا کہ حسن علی خاں کے پاس جاؤ وہ تمہارا فیصلہ کردے گا۔ سپاہی نے کہا کہ کرنیل رشوت لے کر رخصت دیت ہے ہم نوکری کرنیل کے واسطے نہیں کرت۔ اپنے بال بچوں کے واسطے کرت ہیں۔ نواب یہ سن کر غصہ سے کانپنے لگا۔ اسی وقت کرنل، صوبہ دار اور متصدی کو معہ کاغذات بلوایا۔ تحقیقات کی تو معاملہ درست نکلا۔ سپاہی کو رخصت دی اور کرنیل کو موقوف کردیا۔

سخاوت : اوائل حکومت میں ایک لاکھ جلد قرآن کریم کی لوگوں میں فی

سبیل اللہ تقسیم کرائیں۔ اور ہزاروں ایسی لڑکیوں کی جن کے والدین استطاعت نہیں رکھتے تھے شادیاں کرائیں۔ ایک دفعہ سیر و شکار کے لئے گڑھ مکتیسر ضلع میرٹھ گیا۔ راستہ میں جتنے تکیہ' مساجد اور مندر آئے ان سب کے متولیوں کے لئے روزینہ اور سالیانہ مقرر کیا۔ یہ وظائف ریاست جھجر کی ضبطی تک قائم رہے۔

بیان غیوری : ایک دفعہ نواب نے اپنے چھوٹے بھائی حسن علی خان کی بیوی کو پاجامہ غرارہ دار پہنے ہوئے دیکھا۔ اس زمانہ میں اس طرح کا پاجامہ سوائے بیگمات دہلی اور بازاری عورت کے کوئی نہیں پہنتا تھا۔ نواب کو غیرت آئی کہ ان عورتوں نے اپنے قدیمی لباس کو چھوڑ کر بازاری عورتوں کا لباس پہننا شروع کردیا ہے۔ تو آئندہ ننگ و ناموس میں خرابی پیدا کریں گی۔ اسلئے فقیروں کی صورت بنا کر اور بوریا لے کر ایک گوشہ تنہائی میں جا بیٹھا۔ اس پر حسن علی خاں اور دیگر اقربا آئے نواب کی منت سماجت کی اور عہد کیا کہ آئندہ کوئی عورت ایسا لباس نہیں پہنے گی۔

نواب فیض محمد خاں کے دو بیویاں تھیں۔ قوم افغان سے جو بیوی تھی اس سے فیض علی خاں اور غفور خاں پیدا ہوئے۔ نواب نے ایک شادی نتھو خاں ساکن کھڈام علاقہ پٹیالہ کی لڑکی سے کی۔ اس کے بطن سے علی محمد خاں' فیض الحسن خان' مسماۃ پیاری بیگم اور شمس النساء پیدا ہوئے۔ اس کی وفات کے بعد ایک کنیز کو داخل حرم کیا۔ اس کے بطن سے رحمت علی خاں پیدا ہوا۔

قدر دانی : نواب علماء کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اپنے لڑکے کی شادی میں شرکت کے لئے مولانا منور الدین (مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے نانا) سے درخواست کی حتیٰ کہ مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی کو درمیان میں ڈالا اور سفارش

کروائی مگر مولانا منور الدین نے بادشاہ کی سفارش بھی قبول نہ کی۔ قلعہ دہلی کی تنزلی کے بعد علماء اور فقرا اور دیگر قابل لوگوں کی مالی معاونت ریاست جھجر ہی سے ہوتی تھی۔ ○

نواب فیض محمد خاں جوہر شناس اور قدر دان حکمراں تھا۔ اس لئے اس کے دور میں باکمال لوگ اور کاریگر جھجر میں آئے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ۔ مولوی فضل حق خیرآبادی۔

(۲) ۔ حکیم محمد احسن اللہ خاں۔

(۳) ۔ حکیم محمد حسن خاں۔

ان کے مفصل حالات باب دوم میں درج ہیں۔

(۴) ۔ حکیم غلام حسن خاں ابن حکیم بوعلی خاں کے پاس چار گاؤں پرگنہ دادری میں جاگیر تھے۔ جو نواب فیض محمد خان کی عملداری میں آگئے۔ نواب نے یہ گاؤں حکیم صاحب کو واپس دیدئے۔ اور ڈیڑھ سو روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔

(۵) ۔ حکیم محمدی بیگ۔ یہ پانی پت کے رہنے والے تھے علم طب میں ماہر تھے۔

(۶) ۔ حکیم نصر اللہ خاں۔ اوائیل میں نواب فیض محمد خاں کی سرکار میں عہدہ طبابت پر مامور تھے۔ اس کے بعد دیگر مقامات پر رہے۔ آخر میں نواب عبدالرحمٰن خاں رئیس جھجر کی سرکار میں اسی عہدہ پر مامور رہے۔

(۷) ۔ حکیم حسن بخش خاں ان کا آبائی وطن تھانیسر تھا۔ لیکن خود دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں سکونت تھی۔ آپ کا حافظہ بلا کا تیز تھا۔ طب کی کتب قانونچہ سے قانون شیخ الرئیس تک اس طرح ازبر تھیں جیسا کہ قرآن مجید کی آیات۔ آپ اولاً نواب فیض محمد خاں کی سرکار سے وابستہ رہے۔ نواب کی وفات کے بعد سراج الدین بہادر شاہ ظفر کے عہد میں صاحب عالم مرزا فخرالدین کی سرکار میں عہدہ طبابت پر مامور رہے۔

○ آزاد کی کہانی ص ۔ ۴۲

(۸) ۔ مولوی عماد الدین پانی پت کے رہے والے تھے اور عالم تھے۔ اس لئے نواب نے ان کو صدر امنی اور افتا پر مامور کیا۔ خوبرو جوان تھے۔ ۱۹ انگشت کا جوتا پیر میں آتا تھا۔ تیراک بہت اچھے تھے۔ نواب نے تیراکی انہیں سے سیکھی۔

(۹) ۔ امیر حاجی قوم سید ساکن دہلی کا تھا۔ اس کو صفیر سنج و خوش نوا جانوروں کی تعلیم و پرورش میں کمال حاصل تھا۔ اس لئے نواب نے اس کو اپنی مصاحبت میں رکھا۔

(۱۰) ۔ دیوان کشن لعل قوم کایتھ دہلی کا رہنے والا تھا۔ اپنی قابلیت سے عہدہ دیوانی تک پہنچا۔ مگر نواب فیض علی خان کے عہد میں ملازمت چھوڑ کر سرکار انگریزی میں ایکسٹرا اسٹنٹ ہوگیا۔

(۱۱) ۔ شوقی رام قوم کایتھ دہلی کا رہنے والا تھا۔ اپنی حسن لیاقت سے سرشتہ دار بن گیا۔ نواب فیض علی خاں کے زمانہ میں ملازمت چھوڑ کر چلا گیا۔

(۱۲) ۔ مسٹر جیمس ہیڈریس پہلے میرٹھ میں کمشنری میں ہیڈ کلرک تھا۔ وہاں سے ملازمت چھوڑ کر نواب کے ہاں مترجم کی ملازمت اختیار کی۔

(۱۳) ۔ نواب غلام حسین خان رئیس قصبہ ہتھین ضلع گوڑگانوہ کو نواب فیض محمد خاں نے عالی خاندان سمجھ کر اپنی مصاحب میں رکھا۔ اور ۵ سو روپے ماہوار وظیفہ اس کو دیتا تھا۔ اس کو ستار نوازی میں کمال حاصل تھا۔

(۱۴) ۔ شیخ غلام نبی نارنول کا رہنے والا تھا۔ علم فارسی میں ماہر تھا۔ ٹپہ و ٹھمری و بارہ ماسہ' خیال' کبت اور غزل میں مہارت رکھتا تھا۔ جنون تخلص تھا۔ اس نے پوتھی راگ مالا ہندی بھاشا کو ترجمہ کرکے ایک ضخیم کتاب تیار کی۔ یہ شخص ریاست جھجر کی ضبطی تک ملازم رہا۔ اس کے بعد اشرف محل زوجہ نواب عبدالرحمن خاں بمقام پانی پت کے پاس ملازم رہا۔

(۱۵) ۔ جانی خاں ساکن دہلی اس کو لعل لڑانے' مرغ بازی اور پتنگ بازی میں کمال حاصل تھا۔ ایک روپیہ روز تنخواہ پاتا تھا۔ نواب فیض علی خاں کے زمانہ میں

جھجر سے چلا گیا۔

(۱۶) ۔ مرزا محمد بیگ ساکن دہلی صاحب علم تھا۔ جانور باشہ ○ کو شکار کی تربیت دیتا تھا۔ اور ایک روپیہ روز تنخواہ پاتا تھا۔

(۱۷) ۔ مرزا محمد حسین بیگ ساکن دہلی۔ یہ شخص پنجرہ، غلیل علاقہ بندی میں دستگاہ رکھتا تھا۔

(۱۸) ۔ غلام نبی ساکن فرخ نگر فن چابک سواری میں یکتا تھا۔

(۱۹) ۔ احمد خاں اور واحد خاں پنجاب کے رہنے والے تھے۔ چرخ بازی کے فن میں کمال حاصل تھا۔ اس لئے نواب نے ان کو رسالداری کے عہدہ پر مامور کیا۔

(۲۰) ۔ مرزا اسدو بیگ باورچی تھا۔ ایک ہانڈی میں چار پانچ رنگ کے چاول مختلف ذائقوں میں پکاتا تھا۔ پلاؤ ایسی مہارت سے پکاتا تھا کہ چاؤلوں پر جو نقوش بیل بوٹے بناتا وہ بدستور ہر چاول پر برقرار رہتے۔

(۲۱) ۔ رحیم سین گوالیر کا رہنے والا تھا۔ اپنے کو تان سین کی اولاد سے ظاہر کرتا تھا۔ اس کو ستار نوازی میں کمال حاصل تھا۔ ایک دفعہ نواب اس کو اپنے ساتھ لکھنؤ لے گئے۔ وہاں نواب مکرم الدولہ کے مکان پر جلسہ ہوا۔ اور ہر فنکار نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ جب اس کی باری آئی تو ایسا ستار بجایا کہ مجمع پر سکتہ طاری ہوگیا۔ نواب فیض محمد خاں نے اس کو موضع گوراور بطور جاگیر عطا کیا۔

(۲۲) ۔ میاں سدو حسو دو بھائی رحیم سین کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ دھرپت گانے میں کمال رکھتے تھے۔

(۲۳) ۔ خوش دل ڈوم ساکن فیروز جھرکہ کا تھا۔ ٹپہ، ٹھمری، خیال اور غزل اچھی گاتا تھا۔

(۲۴) ۔ خدا بخش بین نواز۔ یہ رحیم سین کا سالا تھا۔ پچاس روپے ماہوار تنخواہ تھی۔

○ ایک پرندہ کا نام ہے۔

(۲۵) ۔ عبداللہ کتھک لکھنؤ میں اس کے ناچ کی بڑی شہرت تھی۔ نواب نے رحیم سین کو بھیج کر جھجر بلوایا۔ اور ملازم رکھا۔ وہ اس کمال سے ناچتا تھا کہ جب چاہتا ایک پاؤں کے گھونگروں آواز دیں اور دوسرے پاؤں کے بالکل آواز نہ دیں۔ رقص کرتے ہوئے جست و خیز لگاتا لیکن گھونگرو کی آواز مطلق نہ آنے دیتا۔

(۲۶) ۔ دیال داس کتھک بنارس کا رہنے والا تھا۔ فن رقاصی کا ماہر تھا۔ نواب نے اس کی فارسی کتابوں کا ترجمہ کرایا۔

(۲۷) ۔ حسین بخش قوم میراثی ساکن بنارس سارنگی بجانے میں ماہر تھا۔ نواب نے اس کو بلا کر دوسو روپے ماہوار پر ملازم رکھا۔ جھجر کے میراثیوں نے اس سے فن سیکھا اور استاد کامل بن گئے۔

(۲۸) ۔ مسماۃ سندر ومندر فرخ آباد کی رہنے والی تھیں۔ خوب گاتی تھیں۔ تال سم اور سر آورد میں بہت سلجھی ہوئی تھیں۔

(۲۹) ۔ الفن و زہین قصبہ نارنول کی طوائف تھیں ان کی عمر نو دس سال کی تھی۔ ان کا رسوخ اس طرح ہوا کہ جب عبداللہ کتھک طرح طرح کے ادا ہائے معشوقانہ نکالنے لگا تو نواب کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کوئی عورت حسینہ و جملیہ ایسی ادا نکالے تو نہایت زیبا اور بر محل ہوگا۔ مذکورہ طوائفوں کا شہرہ سن کر نواب نے ان کو جھجر بلوالیا۔

الفن کو خورشید طلعت اور زہین کو ماہ طلعت کا لقب عطا کیا۔ اور عبداللہ کتھک کو ان کی تعلیم پر مقرر کیا۔ تین سال کی تعلیم کے بعد نواب نے ایک محفل عام منعقد کی اور اس میں ماہرین موسیقی کو بھی مدعو کیا' دونوں طوائفوں نے اپنے کمالات دکھائے۔ آدھی رات کے وقت خورشید طلعت نے جوگیا روپ بنایا اور دوپٹہ کو بیچ میں سے چاک کر کے گلے میں کفنی ڈال اور چہرہ پر بھبوت لگا کر صرف ایک آنکھ سے رونے لگی۔ اور اسی حالت میں ناچنا اور یہ راگ گانا شروع کیا۔

" جو گیا رے مجھے جوگن بنا کے کدھر گیا رے "۔

اس وقت تمام محفل حیرت زدہ ہو کر سکتہ میں آگئی اور اکثر لوگوں کے دل بھر آئے۔

رقاصی کا یہ کمال دکھایا کہ دونو برابر ایک ایک تھالی میں کھڑی ہو کر ناچنے لگیں۔ جب حالت رقاصی میں پاکوبی کرتی ہوئی چلتی تھیں تو تھالی برابر ان کے پیروں کے نیچے چلتی تھیں۔ اس تھالی میں گھونگرو کی جھنکار سے گت لگتی جاتی تھی۔ نواب نے ۵ ہزار روپے عبداللہ کتھک کو انعام دیا۔ فیض علی خاں نے اپنے عہد میں ان دونوں طوائفوں کو نکال دیا۔ مگر پھر بلا کر ان سے نکاح کرلیا۔ خورشید طلعت کو عیش محل اور ماہ طلعت کو سکھ محل کا خطاب دیا۔ ان میں عیش محل ۱۸۶۶ء یعنی ریاست جھجر کی ضبطی کے بعد لدھانیہ میں نواب کے عزیزوں کے ساتھ مقیم تھی۔

ریاست کی تقسیم : نواب فیض محمد خاں کا چچا زاد بھائی نواب بہادر جنگ خاں ابن اسمٰعیل خاں جب بالغ ہوا تو اس نے اپنی جاگیر کا مطالبہ کیا۔ اور نواب کے خلاف انگریز ایجنٹ گورنر مقیم دہلی کے پاس استغاثہ دائر کیا۔ فیصلہ کے مطابق پرگنہ بدھوانہ اور پرگنہ دادری سے بجھوبہ کالا (۱) پتوالہ (۲) بادل داس (۳) بجھوبہ ہیرا (۴) نودی (۵) سیس دار (۶) سی (۷) ریواڑی کھیڑہ (۸) سرسا (۹) کھوکرا (۱۰) مائن کلاں (۱۱) چدی مائن خورد (۱۲) چرخی (۱۳) ٹانڈا (۱۴) چھوجو خورد (۱۵) رون (۱۶) نواب فیض محمد خان کو ملے اور باقی پرگنہ داری بہادر جنگ خاں کو تفویض ہوئے۔ مگر نواب بہادر جنگ خاں کے قرض دار ہونے کی وجہ سے مسٹر الیٹ ایجنٹ گورنر نے ۱۸۲۴ء میں پرگنہ دادری، بہادر گڑھ بطور ٹھیکہ گیارہ برس کے واسطے نواب فیض محمد خاں کو دیدئے اور بہادر جنگ کو دہلی میں رہنے کا حکم ہوا۔ اس پر بہادر

جنگ نے واویلا مچایا۔ اور سرکار میں اپیل دائر کی۔ آخیر بتاریخ ۲۵ اکتوبر ۱۸۲۶ء سر چارلس مٹکاف ایجنٹ گورنر نے گورنر جنرل با اجلاس کونسل سفارش کی اور وہاں سے مارچ ۱۸۲۸ء بعد مسٹر کولبروک ایجنٹ گورنر حکم دوبارہ پرگنات دادری اور بہادر گڑھ بہادر جنگ کو تفویض کرنے کا ہوا۔ لیکن نواب بہادر جنگ نے بالعوض تین لاکھ پچھتر ہزار روپے اپنا علاقہ فیض محمد خاں کو دس سال کے لئے دیدیا۔ اور ۱۸۴۸ء میں نواب عبدالرحمٰن کے دور میں قرضہ ادا کرکے پرگنہ دادری بہادر جنگ نے واپس لے لیا۔

پولیس کا نظام : پولیس کے بندوبست کے واسطے قصبات جھجر، بادلی، دادری، کھوڑانہ (بعدہ بدھوانہ) کانونڈ، نارنول، کانٹی اور بادل میں تھانہ قائم کیے گئے۔ اس کے علاوہ پولیس چوکیاں بھی قائم کی گئیں۔

تھانہ جھجر میں چوکی سالہاواس، کوسلی اور پاٹودہ تھانہ دادری میں چوکی بوندو مابلہ، رانیلہ، مانہڑو، جہار، باڈھیرا اور بیرلا۔

تھانہ کانونڈ میں چوکی کہتہ اور ست نالے۔

تھانہ نارنول میں چوکی نانگل چودھری۔ ناگل کالیا۔

اسلام گڑھ۔ گڑھی بابل اور زیر کوہ دھوی قائم ہوئیں۔

تھانہ میں ایک تھانیدار، ایک محرر، ایک جمعدار، ایک معاون محرر، ایک کھوجی اور برقنداز ازاں بقدر ضرورت ہوتے تھے۔

خوشحالی کا دور : فیض محمد خاں کا دور خوشحالی، امن و امان تعمیر و ترقی کی بنا پر اس خاندان کا زریں دور کہا جاسکتا ہے۔ نواب کی کاریگروں کی قدر دانی کی وجہ سے باہر سے بے شمار کاریگر آئے جن کو نواب نے جھجر میں آباد کیا۔ جس قدر کاریگر اس دور میں آئے ان کی تفصیل یہ ہے :۔

(۱) توپ ساز (۲) بندوق ساز (۳) کمان گر (۴) تلوار ساز (۵) گھڑی ساز (۶) نجاران (۷) مہرکن (۸) صیقل گر (۹) کوزہ گراں (۱۰) ستار ساز (۱۱) چلون ساز و کرسی باخاں (۱۲) تیر گر (۱۳) شطرنج باف (۱۴) رسن ساز (۱۵) جراح (۱۶) علاقہ بندان کشمیر (۱۷) رفو گر (۱۸) پنجرہ ساز (۱۹) غلیل ساز (۲۰) پتنگ ساز (۲۱) ڈور بنا نیوالا شکار ماہی کا (۲۲) خیاط کشمیری (۲۳) مونڈھ ساز (۲۴) نمدہ ساز (۲۵) مرصع کار (۲۶) جلد ساز (۲۷) خیمہ دوز (۲۸) خرادی (۲۹) مصور (۳۰) شانہ گر (۳۱) موم بتی بنانے والا (۳۲) نواڑ باف (۳۳) سنگ تراش (۳۴) حکاک (۳۵) پاپوش ساز (۳۶) سادہ کار (۳۷) زرہ ساز (۳۸) دبہ گر (۳۹) نان بائی (۴۰) تبرساز (۴۱) زردوز (۴۲) آہنگر۔

وفات : مسٹر ولیم فریزر کلکٹر رہتک نے موضع گنگانہ تحصیل گوہانہ کی ایک حسین و جمیل جاٹنی سے شادی کرلی۔ اس کا نام سرون تھا۔ یہ شادی سرون کی مرضی کے خلاف اس کے بھائی امی چند نے کردی۔ ولیم فریزر کو کسی نے قتل کردیا۔ اس کے قتل کی تحقیقات دہلی میں ہوئی۔ اس قتل کا شبہ نواب فیض محمد خاں پر ہوا۔ لہٰذا ان کو دہلی بلایا گیا۔ نواب خوفزدہ ہوگیا اور بیمار پڑگیا۔ نواب نے اپنے بھائی حسن علی خاں اور فرزند فیض علی خاں کو دہلی بھیجا۔ تحقیقات کے بعد قتل کا جرم نواب شمس الدین رئیس فیروز پور جھرکہ پر ثابت ہوا۔ نواب فیض محمد خاں کا مزاج وہمی تھا۔ سو اسی واقعہ کے خوف سے دستوں کے مرض میں مبتلا ہو کر ۱۲ اکتوبر ۱۸۳۵ء میں وفات پائی۔ اول اس کا تابوت شاہ غازی کمال میں سونپا گیا۔ اور چھ ماہ کے بعد وہاں سے نکلوا کر موضع مہرولی علاقہ دہلی میں متصل دروازہ خانقاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ میں مدفون ہوا۔ اس وقت نواب کی

عمر چالیس سال ہوگی۔ واضح رہے کہ اس خاندان کے تمام افراد کی قبریں مہرولی متصل دروازہ درگاہ قطب صاحبؒ جانب شمال موجود ہیں۔

نواب فیض علی خاں ۱۸۳۵ء - ۱۸۴۵ء : نواب فیض محمد خان کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا فیض علی خاں ۱۹ اکتوبر ۱۸۳۵ء کو مسند نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر بائیس سال تھی۔

۲۴ جنوری ۱۸۳۶ء کو سرکار دہلی سے معرفت ایجنٹ گورنر خلعت ماتمی اور خلعت مسند نشینی عطا ہوا۔ مواضعات' دلیرا' اولیدہ' حسن گڑھ' پہلاد پور' دسوکہ پار پور بحکم سرکار دہلی ضبط ہوگئے۔

مسند نشینی کے چند روز بعد فیض علی خاں کو دیوان کشن لعل مختار اور شوقی رام سرشتہ دار پر کچھ شک ہوا۔ لہٰذا وہ دونوں ملازمت چھوڑ کر چلے گئے۔ نواب نے منشی امداد علی ولد حافظ احمد علی ساکن سونی پت کو بعہدہ سرشتہ دار اور منشی روڑ مل قوم کھتری ساکن دہلی کو بعہدہ دیوانی مقرر کیا۔ اور ان کا تعلق محکمہ مال سے رہا عدالت دیوانی اور فوجداری کا انتظام رتن لال قوم کایتھ قصبہ ہاپور ضلع میرٹھ کو تفویض کیا۔

چھ ماہ کی کارکردگی سے معلوم ہوا کہ منشی امداد علی اور منشی روڑمل سے کام نہیں چلتا۔ لہٰذا نواب نے منشی امداد علی کی جگہ مولوی محمود علی ساکن قصبہ نرہر علاقہ جے پور اور روڑ مل کی جگہ پھر شوقی رام کو دہلی سے بلا کر مقرر کیا۔ اسی زمانہ میں مولوی عماد الدین صدر امینی کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کی جگہ مولوی امام الدین ساکن قصبہ رہتک جو نواب کا استاد تھا مقرر ہوا۔ تین سال بعد اس کی وفات ہوگئی۔ اور اس کی جگہ مولوی محمود علی صدر امینی مقرر ہوا۔

حسن علی خاں جنرل فوج نے اپنی تنخواہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ مگر نواب رضا مند نہ ہوا۔ اس پر حسن علی خاں ناراض ہوا کر دہلی چلا گیا اور ایجنٹ گورنر

کے ہاں استغاثہ دائر کیا۔ لیکن وہاں کوئی سماعت نہ ہوئی۔ تو اس نے ایک وکیل کریم خاں افغان جھجر (جس کا ذکر باب چہارم میں ہے) کو لندن روانہ کیا۔ وہاں سے بھی کچھ نہ ہوا تب اس نے جھجر سے بود و باش ترک کر کے دہلی میں محلہ دریا گنج میں ایک کوٹھی بنوائی اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔

حسن علی خاں کی جگہ علی محمد خاں جو نواب کا سوتیلا بھائی تھا فوج کا جرنیل مقرر ہوا۔ مگر جو خزانہ نواب فیض محمد خاں نے والدہ علی محمد خاں کے پاس جمع کیا تھا اس کی تقسیم پر ناچاقی ہوگئی۔ اور نوبت جنگ تک پہنچ گئی۔ تو نواب خاموش ہوگیا۔ اور ۶ نومبر ۱۸۴۰ء بروز جمعہ وہاں سے چھاونی اٹھا کر ایک میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب کی طرف فیض آباد کے نام سے نئی چھاوٗنی قائم کی اور عبد الصمد خاں ساکن قصبہ سنہور (پٹیالہ) کو فوج کا جنرل مقرر کیا۔ اور اس کی لڑکی سے اپنے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن کی شادی کر دی۔

جب شوقی رام کو عہدہ دیوانی پر عرصہ گزر گیا تو وہ عیش میں مبتلا ہوگیا۔ اور شراب پینے لگا اور خورد برد بھی کرنے لگا۔ تو نواب نے اس کو عہدہ دیوانی سے الگ کردیا۔ اور اس کی جگہ ۸ جولائی ۱۸۳۹ء کو غوث محمد خاں افغان ساکن رام پور جو خود اسپوں میں ملازم تھا عہدہ دیوانی پر مقرر کیا۔ لیکن یہ شخص ناخواندہ تھا اس لئے دولت رام قوم دھوسر ساکن کانونڈ کو اس کی تحریری مدد کے لئے مقرر کیا۔ غوث محمد خاں اگرچہ لائق آدمی تھا مگر مالیات میں دست برد کرنے لگا۔ اس لئے ۱۵ جولائی ۱۸۴۴ء کو معہ خاندان کے اس کو ریاست سے نکالدیا۔ اس کے بعد کوئی شخص عہدہ دیوانی پر مقرر نہ ہوا۔ اور نواب نے کلکٹری کا کل کام خود ہی سنبھال لیا۔ اور ریاست کے مالی استحکام کے لئے مندرجہ ذیل اقدام کئے۔

مالی اصلاحات :

(۱) ۔ فوج کے تیرہ رسالوں میں سے پانچ رسالہ کم کردیئے فوج کے دیگر

حصوں میں بھی کمی کی۔

(۲) ۔ تحصیلدار اور تھانیدار جو نذرانے دیہات سے لیتے تھے ان کو سرکاری خزانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا۔

(۳) ۔ شادی' ولادت نرینہ اور سالگرہ کے موقع پر حسب حیثیت ہر اس شخص کو نذرانہ ادا کرنے کا حکم دیا جس کی تنخواہ تیس روپے ماہوار سے زیادہ تھی۔ ملازمین کی تنخواہ کے علاوہ ہر سرکاری خرچ میں سے ٹکہ روپیہ دستوری (کمیشن) کا وضع ہو کر خزانہ میں جمع ہو جاتا تھا۔

(۴) ۔ نواب فیض علی خاں سال میں دو مرتبہ پیداوار دیکھنے کے لئے دیہات میں جاتا اور گاؤں والوں سے تالیف قلوب یعنی میٹھی میٹھی باتیں کرتا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ دیہاتی لوگ خوشی میں پھول کر ہزار کا ڈیڑھ ہزار روپیہ حضوری میں پیش کرتے۔

(۵) ۔ محلوں اور کارخانوں کے اخراجات کی پڑتال کی اور فضول اخراجات بند کر دیئے۔

(٦) ۔ نواب اور متعلقان کا باورچی خانہ پہلے مکان سے باہر تھا۔ جب نواب نے محلات اور دیگر قبائل کی تنخواہ مقرر کر دی تو باورچی خانہ عام بند کر دیا۔

(۷) ۔ محتاجوں اور مسکینوں کے وظائف میں بھی کچھ کمی کی۔

(۸) ۔ پہلے تمام آمد و خرچ خزانچی کے سپرد تھے۔ فیض علی خاں نے اس میں اصلاحات کیں۔ ایک مکان بطور خزانہ کے مقرر کیا۔ اور خزانچی کو حکم دیا کہ روزانہ حساب نواب کو پیش کرے۔

(۹) ۔ خزانچیوں سے لوگ سود پر ادھار لیتے تھے۔ اس طرح خزانچیوں کو سال میں معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔ نواب نے اپنے لڑکے یعقوب علی خاں کے نام ایک کوٹھی بیوہار اور زر نقد کی مقرر کی اور اس میں طامس ہڈرل کو افسر خزانہ'

روڑمل ولد متھرا مہاجن ساکن جھجر اور شولعل مہاجن جھجر کو محاسب ہندی اور چنی لال قوم کایتھ دہلی کو متصدی فارسی مقرر کیا۔ سود کی شرح دو روپے ماہوار فیصدی رکھی۔

(۱۰) ۔ اکثر دیہات خام تحصیل کے تھے۔ جن سے آمدنی کم اور اخراجات تحصیل زیادہ ہوتے تھے۔ نواب نے ان کو پکا کردیا۔ اور ان کی جمع کی پڑتال کی ذمہ داری زمینداروں' سرداران فوج و دیگر ملازمان کے ذمہ کر دی۔

ان طریقوں سے ریاست کی آمدی تقریبا" دو لاکھ روپے بڑھ گئی۔ چار لاکھ روپے قرضہ پدری ادا کیا اور آٹھ لاکھ روپے خزانہ میں جمع کیا۔ اس سے عوام کو بڑی تکلیف پہنچی۔ لہٰذا پرگنہ کانٹی' بادل' اور نارنول کے زمینداروں نے ایجنٹ گورنر دہلی کو شکایت کی۔ جس سے نواب کی بدنامی ہوئی۔ اس بدنامی سے بچنے کے لئے نواب نے ۱۸۳۹ء میں علاقہ کا بندوبست انگریزی طرز پر کیا اور اس غرض کے لئے امین ' متصدی ' جھنڈی بردار ' چپراسی اور جریب کش ملازم رکھے۔ چار ماہ کے عرصہ میں کانٹی و بادل کی پیمائش کی تھی کہ نواب فیض علی خاں کا انتقال ہوگیا۔ لہٰذا اس کام کی تکمیل نواب عبدالرحمٰن خاں نے کرائی۔

عمارات : نواب فیض علی خان کو عمارات بنوانے کا بڑا شوق تھا۔ مندرجہ ذیل عمارات تعمیر کرائیں۔

(۱) ۔ ایک پل قصبہ نارنول میں۔

(۲) ۔ چھاؤنی فیض آباد میں ایک قلعہ معہ سکونت اور زنانہ محلات تیار کرایا۔ اس کی خندق اور احاطہ باہر سے خام تھا۔ اندر سے مکانات اس قرینہ سے بنوائے کہ برائے خود ایک دوسرا قلعہ درمیان میں بن گیا۔ مکانات کی تفصیل یہ ہے ۔

(۱) باغ معہ کوٹھی آرام گاہ خاص نواب۔ (۲) حوض جس میں ضلع شمالی کی دیوار اونچی ڈھلوان پر چکنے پتھر جس پر آدمی فورا" پھسل جائے نصب کرایا

اکثر اوقات نواب لوگوں کو مزاقا" رپٹا کر خوش طبعی کرتا تھا۔ (۳) کلاں محل جس میں منکوحہ بیویاں رہتی تھی۔ (۴) مبارک محل۔ (۵) عیش محل۔ (۶) سکھ محل۔ (۷) زینت محل۔ (۸) ایک کواں پختہ متصل دروازہ لیکن انگریزوں نے ۱۸۵۷ء جنگ آزادی کے بعد ان سب کو مسمار کرادیا۔ صرف ایک زینت محل تحصیلدار کی رہائش کے لئے قائم رکھا۔

(۳) ۔ مذکورہ بالا قلعہ کے شمال میں ایک دوسرا احاطہ خام جس کی فصیل، خندق اور برج چار گانہ قلعہ کی مانند نبوایا۔ وسط میں ایک کوٹھی عمدہ وسیع تعمیر کرائی۔ ۱۸۳۸ء میں جب یہ کوٹھی تیار ہوچکی تو سولہ روز تک برابر محفل رقص و سرور ہوتی رہی اور اس کوٹھی کا نام رونق بخش رکھا۔ اس عمارت میں اب تحصیل کی کچہری ہے۔ ۱۸۶۶ء میں اس عمارت میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رہتا تھا۔

(۴) ۔ قصبہ کانونڈ میں ایک کوٹھی معہ باغ اور پانچ محل، ایک حمام اندرون قلعہ اور ایک کوٹھی باغ کے درمیان میں جو کنارہ ندی پر واقع ہے تعمیر کرائی۔

(۵) ۔ بمقام نارنول، گڑھی بدھوانہ، موضع کسنہ پرگنہ کانونڈ، قصبہ کانٹی اور بادل اور چرخی دادری ایک ایک کوٹھی، دو محل بیڑ چھوچھک واس اور ایک شکار گاہ بیڑ سونار والا (جھجر) تعمیر کرائے۔ اس میں سے کانونڈ و دادری کی کوٹھیاں مہاراجہ جیند اور موضع کسنہ، کانٹی اور بادل مہاراجہ نابھہ کو ریاست جھجر کی ضبطی کے بعد انگریز سرکار نے تفویض کئے۔ سالہاواس کی کوٹھی میں پولیس کا عملہ رہتا ہے۔

۱۸۳۷ء میں ساکنان موضع بیتا تھل و چانگ نے شورش کی اور مالگزاری ادا کرنے سے انکار کردیا۔ نواب نے شوقی رام کی سرکردگی میں فوج روانہ کی اور مفسدین کو شکست دے کر ان کے دو ڈھائی سو افراد کو گرفتار کرلیا۔ جب یہ خبر سرکار انگریزی کو ملی تو اس نے نواب کے مشورہ سے ان دیہات کو ضلع

روہتک عملداری انگریز سرکار میں شامل کرلیا۔ لیکن ان دیہات کا مالگزرای بتوسط انگریز سرکار نواب کو ملتی رہی۔

بیویاں : نواب فیض علی خان کی حسب ذیل بیویاں تھیں : ۔

(۱) ۔ مسماۃ جان بی بی دختر عنایت خاں افغان ساکن سنہور علاقہ پٹیالہ المخاطب بہ کلاں محل۔

(۲) ۔ چندن کینزک حرم مخاطب بہ مبارک محل۔

(۳) ۔ مسماۃ زلفن طوائف مخاطب بہ عیش محل۔

(۴) ۔ مسماۃ زہبن طوائف مخاطب بہ سکھ محل۔

(۵) ۔ مسماۃ بجا طوائف مخاطب بہ زینت محل۔

مبارک محل کو ڈھائی سو اور باقی بیویوں کو دو دو سو روپے ماہوار ملتے تھے۔ نواب نے اپنی بیویوں سوائے کلاں محل کے نام سے سرکار انگریزی سے پرومسری نوٹ مالیت پچاس ہزار روپے خریدے۔

عبدالرحمٰن خاں فیض علی خاں کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کی پیدائش کا قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ فیض علی خاں کے ایک کنیز مسماۃ جواہرا سے خفیہ تعلقات تھے۔ اس کنیز کو حمل ہوگیا۔ جب یہ بات فیض علی خاں کی دادی کو معلوم ہوئی تو اس نے کنیز کو محل سے نکلوا دیا۔ چند ایام کے بعد اس کنیز کے بطن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوا۔ فیض علی خان کی دادی نے اس لڑکے کو مسماۃ کندن حرم فیض محمد خاں کو بغرض پرورش دیدیا۔ اور اس کنیز کا نکاح محمد اچھلہ سے کردیا۔ جب عبدالرحمٰن کی عمر دو سال کی ہوئی تو ایک دن فیض محمد خاں نے دیکھ لیا۔ پوچھا یہ لڑکا کس کا ہے ؟ ۔ بیوی نے کہا کہ یہ آپ کا پوتا ہے۔ تب نواب فیض محمد خاں نے فیض علی خاں کی شادی مسماۃ جان بی بی سے کردی اور اس لڑکے کو اس کے حوالہ کردیا۔ اس بیگم سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ۱۸۵۷ء میں جب انگریز افواج

ریاست کو ضبط کرنے کے غرض سے جھجر میں داخل ہوئی اس وقت یہ بیوی حالت سراسیمگی میں ریواڑی چلی گئی اور وہیں انتقال کیا۔

عبدالرحمٰن خان کے علاوہ چار لڑکے یعقوب علی خان، یوسف علی خاں، اسد علی خاں، دلاور علی خاں، اور مسماۃ ثریا بیگم ایک دختر مبارک محل کے بطن سے مسماۃ حسن جہاں بیگم عیش محل کے بطن سے، مسماۃ سرفراز بیگم سکھ محل کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

ذاتی صفات : نواب فیض علی خاں خوبصورت اور وجیہہ تھا۔ فارسی، عربی اور انگریزی علوم جانتا تھا۔ اپنے دستخط انگریزی میں کرتا تھا۔ انگریزی سیکھنے کے لئے ضیاءاللہ ساکن قصبہ کلیانہ کو ملازم رکھا۔ اس کو شکار کا زیادہ شوق نہ تھا۔ مگر نواب فیض محمد خاں کے قائم کردہ جانوروں کے کارخانہ برقرار رکھے۔ کبھی کبھی چیتے یا بحری کے شکار دیکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نواب نے ایک شیر کو ۲۷ مارچ ۱۸۴۰ء کو جنگل چورتھل بیڑ چھوچھک واس میں بندوق سے شکار کیا۔ مزاج میں تمسخر تھا اور لہو ولعب میں مصروف رہتا۔ اس ریاست میں لغویات کا آغاز اسی کے دور سے ہوا۔

وفات : ایک دفعہ نواب فیض علی خاں شکار کھیلنے کے لئے چھوچھک واس گیا۔ وہاں ایک ہرن عجیب صورت نظر آیا۔ جس کی ایک شاخ کشیدہ گز بھر لمبی تھی اور سینگ کی دوسری شاخ مدور اس طرح پر مرغولہ کئے ہوئے تھی جیسے سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہو۔ نواب نے اس پر بندوق چلائی اور اس کا سر کاٹ کر آرائش کے لئے مکان پر لے آیا۔ وہاں سے آتے ہی نواب کو بخار و کھانسی کا عارضہ ہوگیا اور چوتھے روز ہچکیاں آنے لگیں۔ اور ۱۲ ستمبر ۱۸۴۵ء کو وفات پائی۔ حسب دستور چھ ماہ تک اس کا تابوت قبرستان شاہ غازی کمال میں

رہا۔ پھر مہرولی میں متصل خانقاہ قطب صاحب اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

مسند نشینی

نواب عبدالرحمٰن خاں (۱۸۴۵ء - ۱۸۵۷ء) : نواب فیض علی خاں کے انتقال کے وقت اس کے پاس اکبر علی خاں رئیس پاٹودی اور عبدالصمد خاں جنرل فوج جس کی بیٹی عبدالرحمٰن خاں سے منسوب تھی موجود تھے انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا اور تمام انتظامات اپنے قابو میں کر کے چار کمپنیاں تلنگاں اور نجیباں کی بلا کر عبدالرحمٰن خاں کو مسند پر بٹھایا اور نذریں پیش کیں۔ جب علی محمد خاں (عبدالرحمٰن کے چچا) کو پتہ لگا تو وہ تین سو مسلح آدمیوں کے ہمراہ حملہ آور ہوا۔ مگر یہاں انتظامات سب مکمل تھے لہٰذا علی محمد خاں کو شکست ہوئی اور اس نے دہلی جاکر استغاثہ دائر کردیا کہ عبدالرحمٰن منکوحہ بیوی کے بطن سے نہیں ہے اور نواب فیض محمد خاں ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ اگر پسر پٹھانی کی بطن سے نہ ہو تو اس کے مقابلہ میں ریاست کا حقدار وہ ہوگا جو پٹھانی کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔ آخر کار مسٹر کاکس صاحب میجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر ضلع روہتک تحقیقات کے لئے جھجر میں آئے۔ تحقیقات کے بعد اس نے نواب عبدالرحمٰن کے حق میں رپورٹ دی۔ لہٰذا ۱۹ نومبر ۱۸۴۵ء کو عبدالرحمٰن کو دہلی بلا کر ایجنٹ گورنر نے خلعت ریاست کا عطا کیا۔

نظم و نسق : نواب عبدالرحمٰن خاں نے ریاست کا نظم و نسق اچھے طریقہ سے استوار کیا۔ جب انگریزوں کو سکھوں کے خلاف لاہور کی مہم پیش آئی تو انگریز سرکار نے نواب سے فوجی امداد طلب کی۔ لہٰذا نواب نے ایک پلٹن جیسی اور تین سو سوار اور دو ضرب توپ عبدالصمد خاں کی سرکردگی میں روانہ کی۔ جو انگریزوں

کی حمایت میں چار ماہ تک لڑتی رہیں۔ اور ۳۰ اپریل ۱۸۴۶ء کو واپس لوٹ آئیں اس کے صلہ میں نواب کو ایک خریطہ تحسین و آفریں اور عبدالصمد خاں اور بخشش حسین میجر پلٹن کو خلعت اور فوج کو بھتہ بطور انعام ملا۔

مولراج صوبہ دار ملتان کی سرکوبی کے لئے انگریز سرکار نے دوبارہ نواب جھجر سے فوجی مدد مانگی تو نواب نے ۲۱ نومبر ۱۸۴۸ء کو دو سو تلنگہ پلٹن حسینی اور ۵ سو سوار معہ دو ضرب توپ بسرکردگی محمد ابراہیم علی خاں ولد عبدالرسول خاں (جو رشتہ میں نواب کا دادا ہوتا تھا) بجانب حصار و بنگلہ آصف والہ روانہ کی یہ فوج بھی فتح پاکر ۱۲ مئی ۱۸۴۹ء کو واپس آگئی اس موقع پر بخشش حسین میجر پلٹن کو عہدہ کرنیلی پر سرفراز کیا گیا۔

عبدالصمد خاں جنرل فوج نے اپنا رسوخ ہونے کی وجہ سے ریاست کے معاملات میں دخل دینے لگا تو نواب نے اس کو عہدہ جرنیلی سے موقوف کردیا۔ مگر تنخواہ اس کی برقرار رکھی ایجنٹ گورنر نے عبدالصمد خاں کی سفارش کی مگر نواب نے جواب دیا کہ مجھے جنرل کے عہدہ کی ضرورت نہیں۔ اور اپنی فوج سے جنرل کا عہدہ بالکل اڑا دیا۔

کچھ عرصہ بعد تعلقات درست ہونے پر عبدالصمد خاں کو دوبارہ فوج کا جنرل مقرر کردیا۔

صیغہ عدالت : رتن لال ناظم عدالت کو اس کی بے اعتدالی کی وجہ سے موقوف کردیا۔ اور اس کی جگہ ۲۵ فروری ۱۸۴۸ء کو منشی امداد علی کو مقرر کیا۔ اور اس کی بھی شکایات آنے لگیں تو اس کی جگہ قاضی غلام علی خاں رئیس جھجر کو مقرر کیا۔ لیکن نواب اس سے بھی ناخوش ہوگیا اور منشی امداد علی کو پھر دوبارہ مقرر کردیا۔

صیغہ مال : ۲۴ مئی ۱۸۴۶ء کو نواب نے شوقی رام کا یتھ دہلی کو کلکٹر

مقرر کیا۔ اس کی بدنظمی پر ۲۵ فروری ۱۸۴۸ء کو اس کو برطرف کردیا اور پنڈت کدار ناتھ کشمیری کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ بعدہ اسے بھی موقوف کرکے یہ محکمہ نواب نے خود سنبھال لیا۔ اور ایک مشیر مسمی سالو سنگھ قوم راجپوت ساکن موضع کوتانی علاقہ بادلی جو جاہل محض تھا رکھا۔ اس شخص نے نواب کو ایسی باتوں کی طرف راغب کیا۔ جس سے نواب کی بدنامی ہونے لگی۔ تب ایجنٹ گورنر نے مداخلت کی اور اس کے ایما پر بظاہر سالو سنگھ کو موقوف کردیا مگر درپردہ اس کی آمدو رفت جاری رہی۔

۱۸۵۶ء میں نواب نے پرگنہ جھجر کی پیائش کرائی اور بندوبست مکمل کیا۔ اسی عرصہ میں مسٹر ٹمن فریزر کمشنر و ایجنٹ گورنر دہلی، مسٹر جارج راس ڈپٹی کلکٹر روہتک کے ساتھ جھجر میں آئے اور بندوبست کی مثلیں اور کاغذات دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور نواب کو خوشنودی کا پروانہ لکھ کر دیا۔

پرگنہ جھجر کے بندوبست کے بعد کانونڈ کا معاملہ پیش آیا۔ نواب نے ایجنٹ گورنر سے سالو سنگھ کی سفارش اور تعریف کی۔ اور اس سے ریاست کے معاملات میں مشورہ لینے لگا۔ کانونڈ کا بندوبست ابھی مکمل نہ ہوا تھا کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہوگیا۔

سرشتہ خاص : یہ سرشتہ بدستور قائم رہا۔ صرف ملازمین کی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ نواب عبدالرحمٰن نے اس سرشتہ میں سرشتہ دیوانی کل اور انتظام کلکٹری اور بندوبست بھی اسی میں شامل کردئے۔ اول مولوی محمود علی صدر امینی اور میر منشی کو سرشتہ داری سرشتہ دیوانی کل اور کارخانہ جات اور انگریزوں اور رؤسا سے مراسلت کا کام سپرد کیا۔

سرشتہ عدالت : اس میں اول منصب رائے کایتھ ساکن دہلی کو مقرر کیا۔

اس کے اندھا ہونے پر منشی پربھودیال برہمن ساکن جھجر کو مقرر کیا گیا۔ اور وہی آخر تک قائم رہا۔ کدار ناتھ کی موقوفی پر کلکٹری کا نظام نواب نے خود سنبھال لیا تھا۔ اول اس نے اندر سنگھ دھوسر کانونڈ کو سرشتہ دار مقرر کیا۔ اس کے مرنے کے بعد رام بخش دھوسر ساکن کانونڈ کو مقرر کیا۔ یہ شخص پہلے بخشی فوج تھا۔

سرشتہ فوج : اس میں پہلے کام بخشی فوج کرتا یا مولوی محمود علی میر منشی کرتے تھے۔ اس کے تین سال کے بعد امام بخش ساکن شاہ پور ضلع فتح پور ہنسوا جو نجیبوں کی پلٹن میں حوالدار تھا سرشتہ دار فوج مقرر ہوا۔

سرشتہ بندوبست : میں اول رتن لعل کایتھ ساکن روہتک مقرر تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد گمانی لعل کایتھ ساکن روہتک مقرر ہوا۔ بعد میں گمانی لعل تحصیلدار بن گیا اور مول چند کایتھ ساکن روہتک سرشتہ دار بندوبست مقرر ہوا۔

مواضع چھارا، مسعود پور، گوچھی، سیریہ، پرگنہ جھجر، ریواڑی کھیڑا، سنبل، پرگنہ دادری، علاقہ سرکار انگریزی (ضلع روہتک) اور ریاست جھجر کے درمیان واقع تھے۔ مذکورہ دیہات کے لوگ ناجائز طور پر نمک لے جاتے تھے۔ لہٰذا انگریز کلکٹر روہتک مسٹر فریڈرک کی تجویز پر برضا مندی نواب عبدالرحمٰن ۱۸۴۶ء میں ان ساتوں دیہات کی فوجداری کا نظام ضلع روہتک سے متعلق ہوگیا اور کلکٹری ریاست جھجر کے اختیار میں رہی۔

عمارات کی تعمیر : نواب عبدالرحمٰن نے چھاؤنی فیض آباد کے قلعہ میں ایک حوض وسیع بنوایا اور اس کے بیچ میں ایک عالی شان مکان موتی محل کے نام سے بنوایا اس حوض میں ایک کشتی پڑی رہتی تھی جس میں نواب رات کے وقت سیر کرتا تھا۔ یہ محل صرف دو سال قائم رہا۔ اسی قلعہ میں ایک ایسا مکان تعمیر کرایا

جس کی تمام دیواریں، چھت، ستون، چوکھٹ، سردرا اور کواڑوں پر پترہ ہائے منقش لگے ہوئے تھے۔ اور ساز و سامان نقرئی تھا۔ اس کے صحن میں ایک چھوٹا سا حوض تھا۔ اس کی ساخت معہ فوارہ چاندی کے پتروں کی تھی۔ اس حوض میں پیازی رنگ بھرا ہوا تھا۔ اس میں گنگا جمنی مقیس مقرض افشاں کیا ہوا تھا۔ حوض کے کناروں پر دو کیاریاں کلدار درختوں کی تھیں۔ اس کی پٹریوں پر چاندی کی تختہ بندی کی ہوئی تھی۔ اس واسطہ اس مکان کا نام چاندی محل رکھا۔ نواب اس میں ایک سال رہا پھر اسے توڑ دیا۔

اسی قلعہ میں زنانہ محل اور شادی محل بنوائے جو انگریزوں نے ریاست کی ضبطی کے بعد مسمار کرادئے۔ قلعہ چھاؤنی سے نصف میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب ایک احاطہ نبوایا۔ اور اس کے اوپر بارہ منارہ کلاں پختہ بنوائے۔ فصیل کے باہر کی طرف گہری خندق کھدوائی۔ چاروں کونوں پر خوشنما برج رکھوائے۔ احاطہ کی دیواروں پر لوہے کی قینچیاں نصب کرائیں۔ ایک کواں فصیل سے باہر بنوایا۔ جو گوشہ جنوب مشرق میں تھا۔ احاطہ کے اندر ایک باغ بنوایا جس میں کشمش، ○ برگ تنبول، زعفران اور الائچی کے درخت لگوائے۔ اس باغ کا نام باغ جہاں آرا جس کو عرف عام میں باغ جوارا کہتے تھے بنوایا۔ باغ کے درمیان میں ایک کوٹھی بلند انگریزی طرز کی بنوائی۔ اس کے کواڑوں پر سبز، سرخ، زرد، لاجوردی وغیرہ رنگ برنگ کے آئینے لگوائے کواڑوں پر آئینہ رنگین پر جلی سفیدی سے اللہ بس باقی ہوس اور نصر من اللہ وفتح قریب لکھوایا۔

اس کوٹھی کے متصل شمال کی جانب ایک عمدہ مکان انگریزی طرز کا بنوایا۔ اس کے نو درجے تھے اس لئے اس کا نام نوکھرہ رکھا۔ اس کے ہر درجہ کا رنگ جدا تھا۔ اور اسی اسی رنگ کا سازو سامان موجود تھا۔

پیوستہ دیوار شمالی احاطہ کے بالا خانہ پر ایک حمام اور گوشہ شمال مغرب

○ پان

میں ایک محل سرائے بیگمات کے رہنے کے لئے بنوایا۔ ایک تختی سنگ مرمر پر بیگمات شوکت محل، اعزاز محل، فرحت محل، نواب محل، امتیاز محل، اور اشرف محل کے نام کندہ کراکے دروازہ پر نصب کرائے۔ ایک حویلی گوشہ غرب اور جنوب میں بنوائی جو اب قائم نہیں ہے۔ انگریزوں نے اسے مسمار کردیا تھا۔

جہاں آرا باغ کے ضلع جنوبی میں بالا خانہ پر ایک مکان بارہ دری انگریزی نبوایا۔ اور اس کے جنوب میں ایک حوض گہرا اور وسیع بنوایا۔ اس حوض کے جنوب میں ایک مکان بنام گول گھر بنوایا۔ اور اس کے چاروں طرف پختہ نہریں نبوائیں۔

ضلع شرقی باغ جہاں آرا میں دواخانہ، توپخانہ، باورچی خانہ اور آبدار خانہ بنوائے۔ دروازہ شرقی کے باہر کچہری کلکٹری، عدالت دایوانی اور فوجداری اور پیچھے کی جانب جنوب کی طرف ایک مسجد معہ حوض اور کنواں بلند اور وسیع بنوائی۔ زمانہ نواب سے اس مسجد میں نماز عیدین ہوتی رہی ہے۔ مصرعہ مادہ تاریخ کا یہ ہے۔ "بنای ثانی بیت المقدس"۔

ایک سڑک جہاں آرا باغ سے مغرب کی طرف چھوچھک واس کی بیڑ تک پختہ کنکر بنوائی اور ہر ایک میل کے فاصلہ پر ایک ایک منارہ پختہ تعمیر کرایا۔ اور اس میں ایک ایک ٹکڑا سنگ مرمر کا جس پر فاصلہ درمیان جھجر اور چھوچھک واس کندہ تھا نصب کرایا۔ اور سڑک کے دونوں طرف پھل دار درخت لگوائے۔ اس سڑک پر جھجر سے دو کوس کے فاصلہ پر ایک سہ دری معہ کوٹھی اور کواں نواب کی کسی بیگم نے تعمیر کرائی اس میں ایک ہندو اور ایک مسلمان فقیر اس غرض سے رکھا کہ مسافروں کو حقہ پلائیں۔

دوسری سڑک مذکورہ باغ سے مشرق کی جانب سونار والہ کی بیڑ تک جو وہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ہے بنوائی اور دو رویہ درخت لگوائے۔ چھوچھک واس کی بیڑ میں دو لاکھ روپے مالیت کی عمدہ عمارات بنوائیں اور اس کا نام عیش

بن رکھا۔ ایک تالاب جس کے تین گھاٹ تھے گھاٹ شمالی کی غربی دیوار پر یہ کتبہ سنگ مرمر پر کندہ ہے۔

"تالاب پختہ مقام عیش بن بناکردہ اسدالدولہ ممتاز الملک نواب محمد عبدالرحمٰن خاں بہادر ہزبر جنگ بھڑیچ رئیس جھجر ۱۲۷۰ ھ "۔

عبارت ناگری اور انگریزی میں بھی درج ہے۔

تالاب کے شمالی گھاٹ کے ایک باغ اور بیچ میں کوٹھی انگریزی دو منزلہ، دو محل زنانہ اور مکانات شاگرد پیشہ تعمیر کرائے۔ باغ اور کوٹھی میں میٹھا پانی نہیں تھا۔ اس لئے ایک کوس کے فاصلہ پر جنوب کی جانب ایک کنواں بنوایا اور وہاں سے پانی ایک پختہ نالی کے ذریعہ کوٹھی اور باغ تک پہنچایا۔ ان سے متصل ایک چھوٹی سی مسجد عمدہ بنوائی۔ اس مسجد کی محراب کے اوپر کے در پر سنگ مرمر کے کتبہ پر کندہ یہ عبارت ہے۔

"بحکم عبدالرحمٰن بہادر گرفت از مسجد نوعیش بن ریب۔ فلک تاریخ تعمیرش بگفتا۔ کہ مسجد داده باباغ عدن زیب۔ مسجد بنا کردہ اسدالدولہ ممتاز الملک نواب عبدالرحمٰن ہزبر جنگ بھڑیچ رئیس جھجر ۱۲۷۰ ھ "۔

مسجد سے تھوڑے فاصلہ پر ایک مسافر خانہ مغرب کی جانب پختہ بنوایا۔ ایک کوٹھی معہ کواں اور حوض بیڑ سونار والہ کے اسی مقام پر بنوائی جہاں فیض محمد خاں نے شکار گاہ اور اوگھی بنوائی تھی۔ اور اس بیڑ کا نام گلزار بن رکھا۔ کوٹھی اب قائم نہیں ہے البتہ کواں موجود ہے۔

موضع زاہد پور جھجر سے ۵ کوس جنوب مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ وہاں جھیل پانی روندی سہابی موسم برسات اور جاڑے میں بھرا رہتا۔ نواب نے ایک احاطہ پختہ بنوا کر اس میں ایک باغ معہ کواں بنوایا اور اس کے بیچ میں کوٹھی دو منزلہ اور گوشہ شمال مغرب احاطہ باغ میں ایک حویلی زنانہ بنوائی اور زاہد پور کا نام اسد پور اپنے لقب اسدالدولہ پر رکھا۔ موضع زاہد پور کے جنوب میں بر سر

راہ پاٹودی اور فرخ نگر ایک نالہ ندی سہابی معروف بہ بنجارہ والا اور دوسرا نالہ ندی مذکور کا متصل موضع بجرہڑہ علاقہ گوڑ گانوہ کے حائل ہے ان میں طغیانی کے سبب مسافروں کو تکلیف ہوتی تھی۔ نواب نے ان پر پل بنوادیے۔

قصبہ پاٹودی میں ایک مسجد اور کنواں تعمیر کرائے۔ جھجر سے جنوب کی طرف موضع پاٹودہ میں ایک بنگلہ انگریزی طرز کا بنوایا۔

موضع ید ہوانہ کا احاطہ پختہ بنوایا۔ اور وہاں ایک کوٹھی دو منزلہ بنوائی اور قریب چالیس ہزار روپے مالیت کے شیشہ و تصاویر لندن سے منگوا کر لگوائے۔

ذکر ازواج و اولاد : نواب عبدالرحمٰن کی سولہ بیبیاں تھیں۔

۱ ۔ مسماۃ کافیہ بیگم دختر جنرل عبدالصمد خاں ملقب بہ انور محل منکوحہ بیوی تھی۔ اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۲ ۔ جیو طوائف ساکن قصبہ جھجر ملقب بہ ممتاز محل منکوحہ بیوی تھی۔

۳ ۔ نزاکت محل۔ یہ عورت ملازادہ (غلام) نواب کی بیوی تھی۔ نواب نے طلاق دلوا کر نکاح کر لیا۔

۴ ۔ سرفراز محل۔ یہ کنیز تھی اس سے ۸ جنوری ۱۸۴۷ء کو سرفراز علی خاں پیدا ہوا۔

۵ ۔ نور محل۔ یہ کنیز تھی۔ اس سے ۹ نومبر ۱۸۴۷ء کو نور علی خاں پیدا ہوا۔

۶ ۔ عشرت محل لونڈی تھی۔ اس سے ۲۸ فروری ۱۸۵۲ء کو عشرت علی خاں پیدا ہوا اور ایک لڑکی سرفراز النساء بیگم پیدا ہوئی۔

۷ ۔ امتیاز محل۔ یہ ایک نٹ کی لڑکی تھی۔ اس کی خوبصورتی دیکھ کر نواب نے شادی کر لی۔ اس کے بطن سے ۳ مئی ۱۸۵۲ء کو خلیل الرحمٰن پیدا ہوا۔

۸ ۔ شوکت محل۔ یہ کنیز تھی اس سے ایک لڑکی پیار بیگم پیدا ہوئی۔

۹ - اشرف محل - یہ بھی کنیز تھی۔ اس کے بطن سے تین لڑکیاں قمرانساء بیگم، حسن جہاں بیگم اور محرم انساء بیگم پیدا ہوئیں۔

۱۰ - فرحت محل - یہ کنیز تھی۔ کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۱۱ - مسرت محل - یہ لونڈی تھی اس سے نور جہاں بیگم ایک لڑکی ہوئی۔

۱۲ - امیر محل - یہ لونڈی تھی۔

۱۳ - راحت محل - یہ لونڈی تھی۔ اس سے ایک لڑکی کبیر انساء بیگم پیدا ہوئی۔

۱۴ - نواب محل - یہ لونڈی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں محلوں سے نکل گئی اور پتہ نہ لگا۔

۱۵ - اعزاز محل - یہ لونڈی تھی۔ یہ بھی ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں نکل بھاگی اور پانی پت میں کسی سے شادی کرلی۔

۱۶ - کوبل - کنیز تھی۔ اس سے ایک لڑکی جہاں گیرا بیگم پیدا ہوئی۔

نواب نے اپنی حیات میں صرف نور علی خاں کی شادی کی۔ اس شادی میں گردو نواح کے رئیس مثلاً" نواب ضیاالدین خاں لوہارو والہ، نواب دوجانہ شامل ہوئے۔ سہرہ بندی ایجنٹ گورنر مسٹر طامس تھیافلس مٹکاف نے کی۔ دو ماہ پہلے ناچ گانے شروع کئے۔ تمام شہر اور چھاؤنی کی ضیافت کی گئی۔ روزانہ روشنی باغ جہاں آرا سے قلعہ تک ہوتی تھی۔ اس طرح سے بارات پاٹودی پہنچی اور وہاں اکبر علی خاں رئیس پاٹودی کی بیٹی سے ۶ مارچ ۱۸۵۳ء کو شادی ہوئی۔

باہنر لوگ : نواب کے دور میں ہنر مند لوگ ریاست میں تھے۔

۱ - منور بیگ ساکن نارنول شیر والہ۔ یہ شخص شیروں کو ایسا دودھ پلاتا تھا کہ وہ بکری کی مانند غریب ہوجاتے تھے۔ چنانچہ اس نے ایک دفعہ نواب کو شیر پر سوار کرایا۔

۲ - منہ دار خاں ساکن الور کو کر بیگ۔ یہ شخص ایک خشک دوا کتے کو ایسی

سونگا تاکہ وہ شیر کا مقابلہ کرتا۔

۳ ۔ وزیر خاں دکنی۔ یہ گھوڑے کے اصل رنگ سے بدل کر دوسرا رنگ دیتا تھا۔

۴ ۔ ایک شخص قنوجیا برہمن باورچی رکھا۔ اس نے ایک روٹی بیس رنگ والی بنائی جس کے ہر رنگ میں ایک الگ ذائقہ تھا۔

عدل و انصاف : نواب عبدالرحمٰن خاں سلسلہ چشتیہ کے بزرگ احمد جھجری ؒ کے مرید تھے۔ احمد جھجری سید میر فضل علی ؒ کے فرزند اور مرید تھے۔ احمد جھجری کے خطوط صحائف السلوک کے نام سے شائع ہوئے۔ فضل علی ؒ جناب خواجہ شاہ سلیمان تونسوی ؒ کے خلیفہ اور مرید تھے۔

ایک مرتبہ ایک رنگریز محمد پناہ کی دکان کے پاس ایک برہمن نے ایک تیلی سے کچھ زمین خرید کر مندر بنانا چاہا۔ مسلمانوں نے مندر بنانے سے روکا اور میر فضل علی کو پیشوا بنا کر بلوہ کردیا۔ نواب نے تحقیق کرائی اور بلوہ کرنے والوں کو معہ میر فضل علی کے چھ ماہ قید کی سزا دی۔ قید سے رہائی کے بعد میر فضل علی کے گھر جا کر نواب نے معذرت کی۔

نواب اپنے اردگرد کے رئیسوں سے اچھے تعلقات رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ مہاراج بنے سنگھ برادر راجہ الور کا معتمد ایک مراسلہ لے کر نواب کے پاس آیا۔ نواب نے دربار آراستہ کیا اور سفیر کو دربار میں جگہ دی۔ نواب نے مراسلہ کھولا تو اس پر حسب دستور خریطہ کمخواب نہ تھا۔ نواب کی طبیعت مکدر ہوگئی۔ سفیر نے جواب کے لئے اصرار کیا۔ تو نواب نے اس کو ریاست سے نکلوادیا اس طرح راجہ سے رنجش ہوگئی۔

اشغال : نواب کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ کبوتر بازی، مرغ بازی، بٹیر، تیتر، اور

لعل لڑانے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ نواب نے بیر سونار والہ یعنی گلزار بن میں گیارہ نیلوں کے پیچھے گھوڑا ڈالدئے۔ چھوچھک واس یعنی ہیش بن بمقام کانٹی جھجر سے تیں کوس کے فاصلہ پر ان کو زندہ پکڑلیا۔ راستہ میں چھ گھوڑے گرمی کی شدت سے مرگئے۔ اور کئی جگہ نواب گھوڑے سے گرا۔ مگر پیچھانہ چھوڑا۔

مرغ بازی کا چرچا ایسا ہوا کہ لکھنؤ سے تحائف کے طور پر ہزارہا مرغ آئے۔ اور مسمیان عالم علی اور ممن خاں اور حسن خاں مرغ بازوں کو لکھنؤ سے بلوایا بارہ بجے سے مقام پالی یعنی جنگ گاہ میں مرغوں میں لڑائی شروع ہوتی اور رات کے نو بجے تک قائم رہتی۔

زمانہ اخیر میں نواب کی طبیعت لغویات کی طرف مائل ہوگئی تھی۔ حسین خاں وغیرہ جیسے مسخرے اس کی مصاحبت میں رہنے لگے۔ شالو سنگھ راجپوت اس کی ریاست پر حاوی ہوگیا۔ اور اس نے نواب کو لالچی بنادیا۔ حتیٰ کہ مقدمات وغیرہ میں انصاف سے کام نہ لیتا تھا۔ اس لئے رعایا دکھی ہوگئی۔

اس تحریر کا بیشتر حصہ تاریخ جھجر مرتبہ منشی غلام نبی (میرٹھی) تحصیلدار جھجر سے ماخذ ہے۔ یہ کتاب پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں نمبر ۹۱ - ۹۵۴ نبی پر موجود ہے۔ اس کتاب کے سرورق پر یہ تحریر ہے :-

تاریخ جھجر

مرتبہ : منشی غلام نبی تحصیلدار (میرٹھی) بحکم مسٹر جیمس سمت کمشنر قسمت حصار۔

تاریخ سن عیسوی یوں + زہے دلکش ۱۸۶۵ء بنی تاریخ جھجر۔

اس کتاب کے آخری صفحہ ۳۲۰ پر یہ تحریر ہے :-

"قادر ذوالجلال کا شکر ہے کہ یہ کتاب ماہ جولائی ۱۸۶۶ء میں شیخ احمد کے اہتمام سے مطبع فیض احمدی میں تمام و کمال مطبوع ہو چکی"۔

باب دوم

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہل جھجر کا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

فصل اول۔

جنگ آزادی : ۱۸۵۷ء کی آزادی کی جدوجہد جسے انگریز "غدر" کہتے ہیں ہماری تاریخ کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ اس جدوجہد میں اہل جھجر نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس کے واقعات تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت ریاست جھجر کے آخری سربراہ نواب عبدالرحمٰن خان تھے۔

اقتدار اعلیٰ : ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی کے بعد انگریزوں نے اپنی مکارانہ سیاست کے ذریعہ ایسے حالات پیدا کئے کہ ملک کا اقتدار اعلیٰ انگریز حکومت کی طرف منتقل ہو گیا اور مغل بادشاہ کا اقتدار صرف قلعہ معلّی تک محدود ہو کر رہ گیا مغل شہنشاہ اکبر شاہ دوئم (۱۸۳۷ء) کے اقتدار کو انگریز نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۶ء میں مغل بادشاہ کو معزول کر دیا گیا۔ ہندوستان کی ریاستوں نے مغل بادشاہوں کے بے اثر ہونے پر انگریزوں کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر لیا جس سے ہندوستانی ریاستوں پر یہ لازم ہوا کہ وہ جنگ کی صورت میں اپنی افواج سے انگریزوں کی مدد کریں۔

"Lee Warner asserted that because the paramount power has undertaken to protect the states, there is a corresponding obligation on the part of the states to supply troops in time of war". Page 49- Indian states and the Federal Plan by Mr. Y.G. Krishnamurti M.A.- Bombay-1939.

افواج جھجر کی جنگی مہمات

لاہور : لہٰذا ۱۸۴۵ء میں جب سکھوں نے انگریزی علاقوں پر حملہ کیا تو

انگریز گورنر جنرل لارڈ ہارڈنج نے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس مہم کے لئے انگریزوں نے نواب جھجر سے امداد طلب کی۔ نواب جھجر نے اپنی افواج کے سپہ سالار عبدالصمد خاں کی سرکردگی میں ایک پلٹن حسینی تین سو سوار اور دو ضرب توپ روانہ کیں جو چار ماہ تک لڑتی رہیں۔ انگریزوں نے لاہور فتح کر لیا۔ ۱۸۴۶ء میں انگریزوں اور سکھوں کے درمیان معاہدہ ہو گیا اور جھجر کی فوج ۳۰ اپریل ۱۸۴۶ء کو واپس جھجر آگئی۔ ○

ملتان : ملتان کے سکھ سردار مولراج نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کی۔ انگریز گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی نے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس مہم کے لئے انگریزوں نے پھر نواب جھجر سے فوجی مدد طلب کی۔ اور نواب جھجر نے ۲۱ نومبر ۱۸۴۸ء کو محمد ابراہیم علی خاں جو رشتہ میں نواب کا دادا ہوتا تھا کی سرکردگی میں دو سو تلنگہ پلٹن حسینی اور ۵ سو سوار معہ دو ضرب توپ روانہ کیں۔ جو کامیاب ہو کر ۱۲ مئی ۱۸۴۹ء کو واپس آگئیں۔ ○

فصل دوم

اہم شخصیات : جھجر سے متعلق چند اہم شخصیتوں کا بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ مولانا فضل حق خیر آبادی : اپنے عہد کے سب سے بڑے عالم تھے۔ علم و فضل میں ان کا ثانی نہ تھا۔ دہلی میں سرکاری ملازمت میں تھے نواب جھجر کے بلاوے پر وہاں سے ملازمت چھوڑ کر ۱۸۳۲ء میں جھجر آگئے۔ اس وقت کے نواب فیض محمد خاں نے آپ کی قدردانی کی اور پانچ صد روپے ماہوار تنخواہ

○ تاریخ جھجر

مقرر کی ایک عرصہ مولانا فضل حق نے جھجر میں گزارا مرزا غالب نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے۔ "بالجملہ بعد ازیں استعفاء نواب فیض محمد خان (رئیس جھجر) پانصد روپیہ ماہانہ برائے مصارف خدام مخدومی معین کردونزد خود خواند"۔ (۱)

بہادر شاہ اپنی ولی عہدی کے زمانہ سے مولانا کے فضل و کمال اور ذاتی محاسن سے متاثر تھا۔ چنانچہ جب مولانا ریاست جھجر جانے لگے تو ولی عہد سلطنت صاحب عالم مرزا ابو ظفر بہادر شاہ نے اپنا دو شالہ علامہ کو اوڑھایا اور بوقت رخصت آبدیدہ ہو کر کہا۔ چونکہ آپ جانے کے لئے تیار ہیں میرے لئے بجز اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ میں بھی منظور کر لوں مگر خدا علیم ہے کہ لفظ وداع زبان پر لانا دشوار ہے۔" (۲)

جھجر کے بعد الور، سہارن پور اور ٹانک میں ملازمتیں کیں پھر صدر الصدور ہو کر لکھنؤ چلے گئے۔ جب دہلی میں انقلاب ۱۸۵۷ء کی تحریک چلی تو فوراً دہلی پہنچے اور اپنی تقاریر سے انقلابیوں میں روح جہاد بیدار کی اور پھر انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ مولانا قلعہ کی مشاورت میں بھی شریک ہوئے اور بخت خاں سے بھی مشورہ کرتے رہے۔

دہلی کی تسخیر کے بعد آپ کو خیر آباد سے گرفتار کیا گیا اور لکھنؤ لائے گئے مولانا عدالت کے سامنے پیش ہوئے۔ خیر آباد میں آپ کا مکان اور کتب خانہ ضبط کر لیا گیا اور حبس دوام بعبور دریائے شور یعنی کالے پانی کی سزا تجویز پائی اور انڈمان بھیج دئے گئے۔ آپ نے وہیں ۱۹ اگست ۱۸۶۱ء میں وفات پائی۔

۲ - حکیم محمد احسن اللہ خاں : یہ دہلی کے رہنے والے تھے علم طب کے ماہر تھے۔ اسد الدولہ نواب فیض محمد خاں نواب جھجر کے طبیب خاص کے طور پر ملازم تھے۔ نواب فیض محمد خاں کی وفات کے بعد دہلی جاکر بادشاہ کے

---

(۱) باغی ہندوستان ص - ۸۲ (۲) بہادر شاہ ظفر ص - ۲۳۵

طبیب بن گئے۔ (۱) اکبر شاہ ثانی نے انہیں عمدۃ الملک حاذق الزماں کا خطاب دیا۔ اور بہادر شاہ ظفر نے احترام الدولہ و ثابت جنگ کا۔ ایام جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ہمنوا بن کر کردار ادا کیا حتیٰ کہ بہادر شاہ ظفر کے خلاف عدالت (فوجی کمیشن) کے سامنے بیان دے کر محسن کشی کی اور ان خدمات کے بصلہ میں انگریز سے دو سو روپے ماہوار پنشن پائی۔

۳ ۔ حکیم محمد حسن خاں : یہ سنبل ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ طب میں کمال رکھتے تھے۔ نہایت عابد اور پارسا تھے جب کبھی باہر نکلتے یا نواب کے دربار میں جاتے تو سر پر شرم سے ایک پلہ دوپٹہ ڈالے رکھتے تاکہ لوگوں کی نگاہ بے فائدہ نہ پڑے اس لئے ان کا نام اوڑھنی والا حکیم مشہور ہو گیا۔ ان کا علاج موثر اور شفا بخش تھا۔ ایک دفعہ خدا یار نامی ایک شخص نواب کے لواحق میں سے بیمار ہو گیا حکیم صاحب نے کہا کہ اس کے پیٹ میں پھوڑا ہے مگر کسی حکیم نے اس سے اتفاق نہ کیا آخر حکیم صاحب نے بٹیر کے شوربے میں ایک دوا پلائی جس سے دست کے ساتھ مریض کے پیٹ سے تین سیر پیپ اور خون نکلا اور جلد ہی مریض کو شفا ہوگئی۔ یہ حکیم صاحب بھی نواب فیض محمد خاں کی وفات کے بعد دہلی جا کر بادشاہ کے ہاں ملازم ہو گئے۔ (۲)

۴ ۔ نواب کریم خاں : ان کا سیاحت نامہ برٹش میوزیم لندن میں ہے جو دراصل لندن میں قیام کے دوران روزانہ کی تفصیل کی ڈائری ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اس ڈائری کے چند اوراق شائع کرتے ہوئے فرماتے ہیں " نواب کریم خاں مشرقی پنجاب کی چھوٹی سی ریاست جھجر کے رہنے والے تھے اور جھجر کے نوابوں کے خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ وہ آخری مغل تاجدار ہندوستان بہادر

---

(۱) ادبی دنیا ص ۔ ۱۸۶ (۲) تاریخ جھجر

شاہ ظفر کے سفیر کی حیثیت سے ان کے مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں لندن بھیجے گئے۔ اگر چہ ۱۸۰۳ء کے بعد دہلی میں انگریزوں کا سکہ چلتا تھا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے تک مغلوں کی بادشاہت کو قانونی اور اصولی طور پر تسلیم کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ہر معاملہ میں بادشاہ کی رضامندی حاصل کی جاتی تھی اور ان کے ملازموں کے ساتھ وہ تمام آداب برتے جاتے تھے جو بادشاہوں کے ملازموں کے ساتھ برتے جانے چاہئیں۔ یہی وجہ ہے کہ نواب کریم خاں جب مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں دسمبر ۱۸۳۹ء میں لندن بھیجے گئے تو انہیں سفیر کا درجہ دیا گیا اور لندن میں جو وقت گزارا ہے اس میں انہیں ایک اہم سیاسی شخصیت تصور کیا گیا۔ ملکہ وکٹوریہ سے ان کی کئی مفصل ملاقاتیں ہوئیں۔ ٹیپو سلطان کے بیٹے شہزادہ جہانگیر زماں جامع الدین محمد جو اس وقت لندن میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے ان کے ساتھ نواب کریم خاں نے خاصا وقت گزار"۔ (۱)

اردو زبان میں غالباً" یہ سب سے پہلا سفرنامہ ہے۔ (۲)

افواج جھجر کی اہمیت : نواب جھجر کی فوج کی اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر انگریز حکام اور بادشاہ دہلی دونوں ہی کے باڈی گارڈ نواب جھجر کے رسالہ پر مشتمل تھے۔

مسٹر سائمن فریزر ایجنٹ و کمشنر دہلی کا باڈی گارڈ کا دستہ نواب جھجر کے رسالہ پر مشتمل تھا جو کریم بخش خان رسالدار کے زیر کمان تھا۔ دہلی میں جب انگریزوں کے خلاف بغاوت ہوئی تو ایک موقعہ پر مسٹر فریزر نے جھجر کی فوج یعنی اپنے باڈی گارڈ دستہ کو حکم دیا کہ وہ باغیوں کو قتل کر دے مگر اس رسالہ نے مسٹر فریزر کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ (۳)

شاہی باڈی گارڈ کے کمانڈر شاہ سمند خاں تھے۔ جب انگریزوں نے دہلی

---

(۱) افکار ص - ۳۳ (۲) ساقی (۳) غدر دہلی ص - ۹۶، ۱۰

پر دوبارہ تسلط کر لیا تو شہزادگان کو دیوان عام کے سامنے لاکر بندوق سے نشانہ بنادیا گیا۔ شہر میں کشمیری دروازہ سے لاہوری دروازہ تک لوٹ مار جاری تھی۔ شاہ سمند خاں کشمیری دروازہ سے نکلتے ہوئے گرفتار ہو گئے۔ ان کے متعلق جب معلوم ہوا کہ یہ نواب جھجر کی فوج کے جنرل ہیں تو ان کو اسی وقت گولی مار دی گئی۔ (۱)

فصل سوم

ایام جنگ آزادی ۱۸۵۷ء : ۱۰ مئی کو میرٹھ میں مقیم ہندوستانی فوج نے انگریزوں کے خلاف بغاوت شروع کردی اور دہلی پہنچ گئے۔ فوجیوں نے اہل شہر کے ساتھ مل کر بہادر شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ مرزا ظہیر الدین عرف مرزا مغل سپہ سالار افواج مقرر ہوئے۔ مرزا ابوبکر اور مرزا فخرو کو فوج کی کرنلی دی گئی۔ مرزا جواں بخت وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ اور پھر بادشاہ کا جلوس نکالا گیا اور بادشاہ کا سکہ جاری کیا گیا۔ شورش بڑھنے پر کمشنر دہلی مسٹر سائمن فریزر نے نواب جھجر کے ایجنٹ مقیم دہلی درگاہ پرشاد کو پیغام بھجوایا کہ نواب کو اس شورش کی خبر کر دو اور ان سے دو پیدل پلٹن اور سوار بلا تاخیر دہلی بھیجنے کے لئے کہو (۲) نواب واسطے بندوبست کے پرگنہ کانونڈ میں مقیم تھا کہ ۱۲ مئی ۱۸۵۷ء کو درگاہ پرشاد کا معروضہ مورخہ ۱۱ مئی نواب جھجر کو ملا۔ اس پر نواب نے خفیہ طور پر اپنے علاقہ کے افسران کو لکھا کہ جس قدر سوار باہر ہیں ان کو شام تک ہمارے پاس بھیج دو۔ (۳)

مسٹر فریزر کمشنر دہلی نواب جھجر کے رسالہ پر مشتمل اپنے باڈی گارڈ کو جس کی کمان کریم بخش خاں رسالدار کر رہے تھے ساتھ لے کر قلعہ کی طرف

---

(۱) بہادر شاہ ظفر ص ۱۰۴ و غدر دہلی ص - ۸۷، ۱۰ (۲) غدر دہلی ص - ۹۶، ۱۰ (۳) تاریخ جھجر ص - ۲۶۳

روانہ ہوا۔ راستہ میں کئی سواروں نے مسٹر فریزر پر حملہ کیا اور پستول سے فائر کیے۔ فریزر نے اپنے باڈی گارڈ کے دستہ کو حملہ آوروں کے قتل کا حکم دیا۔ لیکن انہوں نے حکم کی تعمیل نہ کی۔ مسٹر سائمن فریزر اور اس کے انگریز ساتھی مارے گئے۔

اس روز (۱۲ مئی) دو گھڑی دن باقی رہے شتر سوار معہ عرضی دوسرا وکیل دہلی سے جھجر ہو کر پہنچا۔ اس عرضی میں لکھا تھا کہ جھجر کی تلنگاں فوج جو قلعہ دروازہ دہلی پر مامور تھی باغی ترکوں سے مل گئی ہے اور تینوں پلٹن جو چھاؤنی میں مقیم تھیں۔ انہوں نے بھی بغاوت کردی ہے اور مسٹر فریزر کمشنر دہلی معہ دیگر احباب کے مقابلہ میں مارے گئے ہیں اور باقی کرنال کی طرف کوچ کر گئے ہیں لہٰذا اب سواروں کا بھیجنا ملتوی کر دیا جائے۔ (۱)

یہ سن کر نواب جھجر نے دہلی کے واقعات لکھ کر ایک خط بدست اکبر علی خاں پسر کرنل محمود علی خاں آگرہ میں مقیم لیفٹیننٹ گورنر کو بھیجا اور خود اسی وقت کانونڈ سے جھجر آگیا۔ اور دس ضرب توپ کانونڈ سے معہ سواراں جو باہر علاقہ سے آئے تھے ہمراہ لے آیا۔ اور اپنے جاسوس دہلی کے گرد و نواح میں مقرر کر دیئے۔ تاکہ نواب کو دہلی کے واقعات سے باخبر کرتے رہیں اور تازہ فوج بھرتی کرنی شروع کردی۔ (۲) سات روز بعد اکبر علی خاں آگرہ سے جوابی خط لے کر واپس آگیا جس میں لیفٹیننٹ گورنر نے لکھا تھا کہ مسٹر ہارڈی کو ایجنٹ گورنر مقام دہلی بنا کر بھیجا جارہا ہے تم ان کی مدد کرنا۔ (۳)

ادھر ۱۲ مئی کو حکیم احسن اللہ خان نے عمائدین شہر کا ایک اجلاس مشورہ کے لئے طلب کیا جس میں امین الدین خاں، مرزا ظہیر الدین خاں اور حسن علی خاں (والئی جھجر کے چچا و سابق جنرل افواج جھجر) شامل تھے۔ حکیم احسن اللہ

---

(۱) تاریخ جھجر ص - ۲۶۴ (۲) تاریخ جھجر ص - ۲۶۵ (۳) تاریخ جھجر ص - ۲۶۷

نے ان کو یاد دلایا کہ سابق میں اسلامی طاقتوں کے ساتھ آپ تعاون کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا اب شہر میں امن و امان اور سپاہیوں کے لئے خوراک کے انتظام کے لئے ایک ایگزکٹو کونسل مرتب کی جائے (۱) بادشاہ نے حسن علی خاں کو ہدایت کی کہ وہ روزانہ دربار میں حاضر ہوں۔ پھر بادشاہ نے ان سے فوج بڑھانے کے لئے کہا (۲) جھجر، بلب گڑھ، بہادر گڑھ اور الور کے رئیسوں کے نام خطوط روانہ کئے گئے اور ان سے کہا گیا کہ شاہی افواج میں شامل ہو جاؤ تاکہ انگریزوں سے مقابلہ کیا جاسکے۔ (۳)

بڑے انگریز افسروں میں سے صرف تھیوفلسی مٹکاف جائنٹ مجسٹریٹ دہلی بچ نکلا۔ بھیس بدل کر بھاگا۔ بادشاہ نے اس کی گرفتاری کے لئے دس ہزار روپے انعام مقرر کیا تھا۔ اس کو دریا گنج کے راستہ میں اتفاق سے جھجر کا ایک سوار رسالدار محمد خاں نظر آیا۔ اس سے مٹکاف نے گھوڑا مانگا۔ محمد خاں کے انکار پر اس نے محمد خاں کو ٹانگ سے پکڑ کر نیچے گرا دیا اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر اجمیری دروازہ کی طرف چلا۔ (۴) الغرض بھورے خاں (۵) میواتی کی مدد سے مٹکاف ۱۹ مئی کو بحال خستہ جھجر پہنچا۔ اس کے ساتھ ایک اور انگریز مسٹر فورڈ بھی تھا۔ نواب نے عبدالصمد خاں اپنے خسر اور منشی امداد علی حاکم عدالت کو ان کی خبر گیری کے لئے بھیجا۔ یہ خبر فوج میں پہنچ گئی اور لوگ اس بنگلہ کے گرد جہاں یہ انگریز ٹھہرے ہوئے تھے جمع ہونا شروع ہوگئے لہٰذا نواب نے ان دونوں انگریزوں کو چھوچھک داس کی کوٹھی میں بھجوادیا۔ بعض روایات کے مطابق نواب نے بے اعتنائی برتی۔ جس کی وجہ سے دونوں انگریز ہانسی چلے گئے۔ وہ عرائض جو دفتر شاہی میں موجود تھیں ان سے ثابت ہوا کہ نواب جھجر تاج برطانیہ سے بالکل برگشتہ ہوگیا تھا اور بہادر شاہ ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔ (۶)

---

(۱) غدر دہلی ص ۔ ۱۰۲؍۱۰ (۲) تاریخ دہلی ص ۔ ۱۱۴؍۴ (۳) غدر دہلی ص ۔ ۱۰۲؍۱۰ ۔ Sepoy Muting p.125 (۴) ۱۸۵۷ء ص ۔ ۱۱۹
(۵) بہادر شاہ ظفر ص ۔ ۱۲۹ (۶) تاریخ عروج ص ۔ ۷۰۹

سر تھیو فلس مٹکاف کے جھجر پہنچنے سے قبل ہی انقلاب کی تحریک جھجر پہنچ چکی تھی۔ تمام شہر میں انگریزوں کے خلاف جذبات موجزن تھے۔ مسلمان سپاہی اس لمحہ کے منتظر تھے کہ وہ انقلابی فوج میں جا شامل ہوں شہر میں دین دین کے نعرے بلند ہو رہے تھے جہاد کے لئے جوش و خروش عروج پر تھا۔

اس کیفیت کو مسٹر چارلیس مٹکاف نے اس طرح بیان کیا ہے :

Just at the time of Sir Theophilus' arrival at Jhajjar, the first flame of the Mutiny, which was spreading through the country, had reach Jhajjar. The town was in a condition of great excitement. A number of Hindus serving in the Nawab's contingent at once deserted, while the Mohammadan soldiers anxiously awaited the moment when they too, might join in the rebellion. From time to time they raised loud cries of " Din! Din." Great excitement consequently prevailed in the town.

(1) Two Narrations P. 242

۱۵ مئی کو نواب جھجر نے اکبر علی کی قیادت میں ۵۰ سواروں کا دستہ دہلی بھیجا۔ غلام نبی خان ایجنٹ نواب جھجر اکبر علی کو ساتھ لے کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور رئیس جھجر کی طرف سے اکیس اشرفیاں بطور نذر کے پیش کیں اور گذارش کی کہ نواب جھجر نے ایک ماہر جنگ اکبر علی کو جس نے بارہا مہمات سر کی ہیں پچاس تجربہ کار سواروں کے ساتھ شاہی فوج میں شامل ہونے کے لئے بھیجا ہے۔ جھجر کی فوجوں نے بغاوت کردی ہے۔ نواب اور دیگر افسران ان کے انتظام میں مصروف ہیں۔ لہٰذا نواب خود دہلی نہ آسکے۔ شاہی حکم کے مطابق اکبر علی کو جو سواروں کے کمانڈنگ تھے مہتاب باغ میں رہنے کا حکم ہوا۔ (1)

شاہی انتظامیہ کی طرف سے ایک خط نواب کو موصول ہوا جس میں سختی سے لکھا تھا کہ تم بذات خود آؤ اور اپنی فوج لے کر بادشاہ سے مل جاؤ ورنہ آپ پر حملہ کردیا جائے گا۔

---

(1) غدر دہلی ص - ۱۰۸،۱۰ - روزنامچہ ۱۸۵۷ء ص - ۱۵۶، ۱۷۸

۲۱ مئی کو بادشاہ نے نواب کے ایجنٹ غلام نبی خاں کو حکم دیا کہ نواب جھجر سے کہا جائے کہ وہ خود حاضر ہوں۔

افواج جھجر کی روانگی : نواب نے عبدالصمد خاں سالار فوج جھجر اور ابراہیم علی خاں اپنے دادا کو شام کے وقت حکم دیا کہ تم معہ تین سو سواروں کے دہلی جا کر شاہی افواج میں شامل ہو جاؤ۔ لہٰذا ۲۲ مئی ماہ رمضان کے آخری دن جنرل عبد الصمد خاں تین سو سواروں کے ہمراہ دہلی پہنچے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ فوج شاہی بے سری ہے اور بے انتظامی ہے اور نواب کو اس کیفیت سے باخبر کیا۔ (۱) ۲۴ مئی کو جنرل عبد الصمد خاں کو احکام جاری ہوئے کہ نواب جھجر کو دہلی آنے کے لئے کہیں۔

اسی عرصہ میں ایک چٹھی لیفٹیننٹ گورنر آگرہ نواب جھجر کے پاس آئی کہ انگریزی فوجیں باغیوں کی سرکوبی کے لئے کرنال میں جمع ہو رہی ہیں اور یکم جون ۱۸۵۷ء کو فوج انگریزی موضع علی پور سے دہلی پر حملہ کر دیں گی۔ لہٰذا تم قبل از تاریخ حملہ اپنی فوج کے ہمراہ ہماری فوج میں آکر شامل ہو جاؤ۔ ایک دوسرا خط مسٹر ولیم فورڈ کلکٹر گوڑ گانوہ سے ملا کہ دو سو سوار اور ایک پلٹن اور دو ضرب توپ بھجوا دیں جس سے میواتیوں کی سرکوبی مقصود تھی۔ ہوڈل اور پلول میں میواتیوں نے شورش برپا کی ہوئی تھی۔ (۲) افسران فوج کو جمع کر کے نواب نے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ فی الحال ان خطوط پر غور ملتوی کر دیا جائے۔ اور شالو سنگھ اور منشی امداد علی کا انتظار کیا جائے جن کو نواب نے سات لاکھ روپے مالیت کے خزانے کو جو جھجر میں موجود تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے قلعہ کانونڈ روانہ کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ جگہ امن کی تھی اور اجناس کا ذخیرہ بھی وہیں ہوتا تھا جب شالو سنگھ

(۱) تاریخ جھجر ص - ۲۶۸۔ تاریخ عروج ص - ۶۷۰۔ غدر دہلی ص - ۱۰،۱۱،۷

(۲) تاریخ جھجر ص - ۲۶۹

اور منشی امداد علی جھجر سے خزانہ لے کر کانونڈ گئے تو منشی امداد علی تو خزانہ قلعدار کانونڈ کو تفویض کر کے واپس چلے آئے۔ مگر شالو سنگھ اپنی لڑکی کی شادی کے واسطے وہیں رہ گیا۔ اور مکان خاص کچہری نواب میں رقص و سرور کرایا۔ اور مسند جلوس نواب کی وہاں بچھا کر اس پر بیٹھا۔ اہل فوج پہلے ہی اس سے دل برداشتہ تھے۔ پہرے والے سپاہی کو یہ بات ناگوار گزری اس نے شالو سنگھ کو اس سے روکا۔ شالو سنگھ نے گالی دی تو سپاہی نے تلوار سے اس پر وار کیا اور اس کو معمولی زخم آیا۔ اس پر شالو سنگھ کے آدمیوں نے سپاہی کو قتل کردیا اور اس کی نعش قلعہ سے باہر پھنکوا دی جب چھاؤنی میں سپاہیوں کو اپنے ساتھی سپاہی کی بے عزتی کی خبر ملی تو فساد پر آمادہ ہوگئے۔ بگل بجا کر قلعہ پر چڑھ آئے تمام توپیں قلعہ سے اتار کر رتھ بیلوں کے ذریعہ باہر لے آئے اور تمام فوج موضع کوتانی مسکن شالو سنگھ روانہ ہوگئیں۔ خطرہ کا احساس کر کے شالو سنگھ نے اپنے گھرانے کے تمام افراد کو جمع کیا اور اپنے بھائی سوجی سنگھ کی مدد سے خاندان کی تمام مستورات کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس کے بعد اپنے مکان میں قفل ڈال کر وہ اور اس کے بھائی بھیس بدل کر کہیں روانہ ہوگئے۔

فوج نے شالو سنگھ کی حویلی پر حملہ کر کے سازو سامان لوٹ لیا۔ اگلے روز فوج واپس آگئی۔ فوج کو بے قابو دیکھ کر نواب نے کہا کہ جو تمہارا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔ انگریزوں کے خطوط نواب کے نام آنے کی وجہ سے فوج کو نواب پر شک ہوا۔ فوج انگریزوں کے خلاف تھی اور ان کے دلوں میں جذبہ جہاد موجزن تھا۔ مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں تھے۔ قریب کے زمانہ میں سید احمد شہید بریلوی کی جہاد کی تحریک برپا ہوچکی تھی۔ ستھانہ اور منگل تھانہ جو مجاہدین کے مضبوط مستقر تھے ان کا رابطہ نواب جھجر سے تھا جیسا کہ مشہور مورخ سید معین الحق نے اپنی تاریخ The great Revolution of ۱۸۵۷ء مطبوعہ کراچی۔ ۱۹۶۸ء کے صفحہ ۲۷۲ پر تحریر کیا ہے۔

تحریک مجاہدین سے نواب جھجر کا رابطہ :

"It was a well known fact that the people of Sitanah and Mangal Thana were in contact with the Nawab of Tonk and Jhajjar."

سید احمد شہیدؒ نے سید مردان علی شاہ ساکن جھجر کو جھجر اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغ جہاد کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ اس لحاظ سے سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے اثرات مسلمانان جھجر کے ذہنوں میں تھے۔ مولانا فضل حق خیرآبادی بطل حریت جھجر میں رہ چکے تھے ان کی تعلیمات نے بھی اہل جھجر میں دین کی عظمت کو سربلند کرنے اور کفار کے غلبہ کو ختم کرنے کا جذبہ بیدار کیا اس لئے وہ اس موقعہ پر دین کے نعرے بلند کرتے تھے۔ نواب جھجر کی فوج کے سپہ سالار عبد الصمد خاں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا۔ ضلع گوڑ گانوہ میں مسٹر فورڈ کو شکست ہوئی۔ وہاں سے چند انگریز عورتیں بچ کر نواب جھجر کے پاس خفیہ طور پر پہنچیں۔ نواب نے ان کو رات کے وقت رتھوں میں سوار کر کے مرزا حسین داروغہ کی معیت میں کانونڈ روانہ کردیا۔ جب انگریز دہلی پر قابض ہوئے اور ان کی فوج ریواڑی میں تولا رام کی تنبیہہ کے لئے پہنچی تو نواب نے ان عورتوں کو اس فوج میں بھجوا دیا۔ چنانچہ مرزا حسین داروغہ اور جوالا سہائے متصدی قلعہ کانونڈ کو انگریزوں نے ۵ - ۵ سو روپے انعام دیا۔ ○

۵ جون کو بادشاہ دہلی کی طرف سے مندرجہ ذیل خط نواب جھجر کو لکھا گیا۔ یہ خط خواجہ حسن نظامی نے اپنی تصنیف غدر دہلی کے افسانے (پانچواں حصہ) گرفتار شدہ خطوط ۔ غدر ۱۸۵۷ء میں نقل کیا ہے۔

"حکم مع مہر شاہی جو پہلی مہر سے مختلف ہے۔

○ تاریخ جھجر ص ۔ ۲۷۲

ابو ظفر
سراج الدین
محمد بہادر شاہ بادشاہ
محی الملتہ والدین

بنام
خادمان خاص مورد الطاف عنایات
شیر بارگاہی وقار الملک محمد
عبدالرحمٰن بہادر
صفدر جنگ !
(والی ریاست جھجر)

نواز شہائے خود بدولت برسد۔ اور جانو کہ متعدد ناخوشگوار واقعات گزرنے سے اور زیادہ عمر اور کمزوری جسم کی وجہ سے ہم کاروبار سلطنت و ملک میں اب دخل نہیں دے سکتے ہماری خواہش باقی نہیں رہی ہے۔ سوائے اس کے کہ ایسے کام کریں جو خدا اور خلوق کی خوشنودی کا باعث ہوں۔

اور بقیہ عمر یاد الٰہی میں گزار دیں۔ پس رنج و مصائب کی وجہ سے ہمارا مصمم ارادہ ہوگیا ہے کہ فقیرانہ لباس پہن کر مع تمام خاندان تیموریہ کے ہجرت کر جائیں۔ پہلے خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ شریف پر حاضر ہوں اور وہاں تمام ضروری انتظام سفر کر کے مقامات متبرکہ مکہ و مدینہ زاد ہما اللہ شرفاً" و تعظیماً" روانہ ہو جائیں کیوں کہ اس دنیائے فانی کا کوئی اعتبار نہیں تم غلام خاص ہو اس لئے لکھا جاتا ہے کہ فوراً" ہماری جناب میں حاضر ہو اور معہ اپنے ہمراہیوں اور رفیقوں کے جن پر تمہیں اعتماد کلی ہو۔ جس طرح ممکن ہو ہم تک پہنچو۔ تمام اسباب شاہی کو یہاں لاؤ اور پھر اگر چاہو تو ہمارے ساتھ مقامات متبرکہ کو چلو مزید براں ایسی وزنی اشیاء جنہیں شہزادے یہاں تک نہ لاسکیں اپنی جائے سکونت ہی میں چھوڑ دی جائیں اور ان کی حفاظت کے لئے تم اپنے کچھ خدمت گار متعین کردو اور ہماری ذات کی حفاظت کے لئے سپاہیوں کی کافی تعداد مقرر کی جائے تاوقتیکہ ہم بیت اللہ روانہ ہوجائیں۔ انصرام ضروری کے بعد تم اپنی جاگیر پر چلے جانا ایسا کرنے سے تم ہماری خوشنودی حاصل کروگے اور تمام عالم میں تمہاری

شہرت ہو جائے گی۔ چوں کہ تم ہمارے خاص خیر خواہوں میں سے ہو اور ایسے وقت میں جب کہ تمام ملاقاتیوں نے ساتھ چھوڑ دیا تم نے دیرینہ تعلقات کو پیش نظر رکھ کر وہ خدمات انجام دیں جو کوئی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا جتنی عجلت اس معاملہ میں ہو سکے بہت مناسب اور ضروری ہے۔ ہماری مہربانیوں کا یقین رکھو۔ یہاں پر سواری وغیرہ کا انتظام نہیں ہے چار پانچ سو گاڑیاں اور پانچ چھ سو اونٹ ضرور ہمراہ لاؤ"۔ ○

انقلابی فوجوں میں نظم و نسق کے فقدان پر بادشاہ کو تشویش تھی۔ تاہم مندرجہ بالا خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کو نواب جھجر اور جھجر کے جہادیوں پر مکمل اعتماد اور بھروسہ تھا۔

۹ جون ۱۸۵۷ء کو مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل ایک عرضی مرزا مغل سپہ سالار افواج شاہی نے بادشاہ کے حضور پیش کی۔

"بحضور جہاں پناہ بادشاہ سلامت ! مورخہ ۹ جون ۱۸۵۷ء حضور نے تابعدار کو باڑی کے ہمراہ جانے کا حکم دیا ہے اور تابعدار نے جنرل عبدالصمد خاں بہادر (خسر نواب جھجر) سے مشورہ کیا کہ وہ بھی ہمراہ چلیں تو انہوں نے جواب دیا کہ پیدل کا کوئی بھروسہ نہیں۔ صرف رسالہ پر اعتبار کیا جا سکتا ہے ان کی رائے ہے کہ نہ میں جاؤں اور نہ وہ جائیں اور کہا کہ جب رئیس (نواب جھجر) کی فوجیں آجائیں گی اور سپاہیوں کو بخوبی قواعد داں بنالیا جائے گا۔ اس وقت میرا اور ان کا باڑی جانا مناسب ہوگا۔ چوں کہ حضور کا حکم ہے کہ جنرل مذکور کے خلاف مشورہ کوئی کام نہ کروں اس لئے میں نہیں جاتا۔ اس کی بابت اور بھی عرض کرنا ہے جو زبانی عرض کروں گا۔ اور حضور کا فرمان تھا کہ میر حیدر حسین کو توپ خانہ میں شامل نہ ہونے دیا جائے ورنہ باعث خفگی حضور ہوگا۔ چناں چہ فدوی نے تو تعمیل کر دی تھی مگر سواروں نے نہ مانا اور میر حیدر حسین کو اپنے

○ غدر دہلی گرفتار شدہ خطوط ص - ۴۹،۵

ہمراہ لے گئے۔

(ترقی سلطنت و اقبال کی دعائیں)

عرضی تابعدار

مرزا ظہیر الدین

حکم شاہی پنسل سے لکھا ہے۔

"مطلب سمجھ لیا گیا۔ بموجب رائے عبدالصمد خاں عمل کرو"۔ ○

مندرجہ بالا تحریر پر حسن نظامی تبصرہ کرتے ہیں کہ "بادشاہ افسروں پر اپنے بیٹے سے زیادہ بھروسہ رکھتے تھے۔ جب ہی تو مرزا مغل کو جنرل عبد الصمد خاں کی اطاعت کا حکم دیا"۔

عبد الصمد خاں کا تقرر بحیثیت کمانڈر انچیف : انقلابی فوجوں میں بد نظمی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مرزا مغل کو فوج کی کمانڈ کا تجربہ نہ تھا لہٰذا جنرل عبدالصمد خاں ۱۰ جون کو بادشاہ کی طلبی پر حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر شاہی افواج میری کمان میں دے دی جائے تو میں انگریزوں پر حملہ کرنے کو تیار ہوں۔ بادشاہ نے انہیں کمانڈر انچیف مقرر کر دیا اور حسب معمول خلعت بھی عطا کیا۔ اپنی وفاداری کا یقین دلانے اور ایک اشرفی اور پانچ روپیوں کی نذر دینے کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ فوج کے نام حکم صادر ہوا کہ جمع ہو جاؤ اور جنرل صمد خاں کی زیر کمان حملہ آور ہو۔ فتح مندی کی صورت میں انعام کا وعدہ بھی کیا گیا۔

۱۰ بجے کے قریب لاہوری دروازہ اور کشمیری دروازہ سے ۱۰۰ سپاہی اور بارہ بھاری توپیں روانہ ہوئیں۔ انگریز مورچے کے قریب صمد خاں نے انگریزوں کو کہلا بھیجا کہ مجھے راجہ جھجر نے آپ کی امداد کے لئے بھیجا ہے۔ لیکن یہ حیلہ کار گر ثابت نہ ہوا۔ اور اس لئے انگریزوں پر دھاوا بول دیا گیا تقریباً" ۱۰۰ انگریز مارے گئے۔ اور اس کے بعد انگریزی توپ خانہ آگے بڑھا۔ جنرل صمد خاں خود

○ غدر دہلی گرفتار شدہ خطوط ص - ۹۳

گولہ باری کی زد میں آگیا۔ لہٰذا اس نے فوری پسپائی کا حکم دے دیا۔ اس کی چند توپیں بھی میدان جنگ میں رہ گئیں۔ تمام فوج کشمیری دروازہ کے ذریعہ شہر میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد کشمیری دروازہ کے مورچہ سے گولہ باری ہوتی رہی۔ (۱)

روز نامچہ منشی جیون لال کو سی ٹی مٹکاف نے انگریزی میں ترجمہ کر کے **Two Native Narrations** کے نام سے شائع کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

June, 10.

General Samad Khan attended in answer to a summon from the King. He agreed to attack the English if placed in command of the King's troops. The King ordered his appointment as commander-in-chief, with the presentation of the usual Khillat. After repeated assurances of his loyalty and having given the usual present of one gold mohar and five rupees cash, he retired. A proclamation was issued to the army to muster and advance under the generalship of Summad Khan, when victory would be their reward. About 10 o'clock a force of 1800 sepoys and twelve Horse guns issued from Lahore gate and cashmere gate. On reaching the English position Sammad Khan communicatid with the English to say that he had been sent by the Raja of Jhajjar to join the English force. This feint did not succeed, and an order was issued to attack. About 100 English were killed, the English then pushed forward their artillery. The General came under fire, and immediately retreated, leaving several field pieces behind him. The force retreated through the Cashmere gate into the city. Artillery fire was then opened from the cashmere gate bastons. The whole force by the evening tetumed within the city walls.(۲)

اسی دن اجمیری دروازہ کی طرف سے انقلابی فوجیں انگریزوں سے مقابلہ کے لئے باہر نکلیں۔ انگریز فوج کی کمان اس طرف میجر ریڈ کر رہا تھا۔ انگریز فوج گورکھوں

---

(۱) غدر دہلی ص - ۱۳۵-۱۰

(۲) Two Narrations P-118

پر مشتمل تھی انقلابیوں نے گورکھوں پر جو ہم وطن تھے حملہ نہ کیا اور بلند آواز سے کہا " ہم گورکھوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہم میں شامل ہو جائیں ہم ان پر حملہ نہیں کریں گے۔ " طنزیہ انداز میں فوراً" جواب آیا کہ " ہاں تمہارے پاس ہم شامل ہونے کے لئے آرہے ہیں ۔ " جب گورکھا فوج انقلابیوں سے بیس قدم کے فاصلے تک آگئیں تو گورکھوں نے گولیوں کی بوچھاڑ ماری جس سے 20 سے 30 انقلابی شہید ہو گئے۔ اجمیری دروازہ پر نصب توپ خانے نے بم باری شروع کردی۔ آج کی جنگ جنرل عبدالصمد خاں کی زیر کمان لڑی گئی تھی اور ایک سو انگریز مارے گئے۔ (۱)

جنرل عبدالصمد خاں کے فوجی کمانڈ سنبھالنے سے جنگ میں شدت آگئی تھی۔

11 جون کو دو ہزار فوج کشمیری دروازہ کی طرف بھیجی گئی۔ انگریزوں نے دو بجے کے قریب گولہ باری شروع کی شاہی توپ خانے نے اس شدت سے جواب میں گولہ باری کی کہ انگریز اس دن کا اپنا منصوبہ پورا نہ کرسکے۔

12 جون کو انقلابی فوجوں کی واپسی کی وجہ سے مشکاف ہاؤس پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا۔

نوٹ : یہ عمارت تھیوفلس مشکاف نے جو 1857ء میں دہلی کا مجسٹریٹ تھا بنوائی تھی اور اسی میں اس نے اپنا کتب خانہ بھی منتقل کر لیا تھا۔ 1857ء کے ہنگامہ میں اس عمارت کو نقصان پہنچا تو مشکاف اس پر اتنا غصہ تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ ساری دنیا کو اس تباہ شدہ عمارت کے شہتیروں اور کڑیوں میں پھانسی دیدے۔ (۲) لہٰذا اس نے دہلی میں بے شمار بے گناہ لوگوں کو پھانسی دلوائی راقم جب دفتر ڈپٹی اکاؤنٹ جنرل پوسٹ ٹیلیگراف اینڈ ٹیلیفون دہلی میں تعینات ہوا تو یہ دفتر اسی عمارت میں تھا اور 1947ء تک یعنی دو سال اس

---

(۱) The Great Revolution P-167 (۲) ۱۸۵۷ء ص - ۳۴۹

عمارت میں کام کیا یہ عمارت دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے۔ دریائے جمنا میں جانے کے لئے سیڑھیاں ہیں ایک مرتبہ غالبا" 1946ء میں بارش کی وجہ سے سیڑھیاں ڈھ گئیں تو میں نے خود دیکھا کہ نیچے یا تو سرنگ ہوگی یا کوئی تہہ خانہ۔ لوہے کی جالی کا دروازہ نظر آرہا تھا۔ مگر کسی نے بھی اس کے اندر جانے کی ہمت نہ کی اور پھر دفتر والوں نے سیڑھیوں کی مرمت کرادی۔

13 جون آج کے لئے انقلابی فوجوں نے ایک بھرپور حملہ کا منصوبہ بنایا۔ تمام فوج کو جمع کیا گیا۔ جس میں سفر سینا (سپر اینڈ مائنز) کے سپاہی اور شاہی باڈی گارڈ کو بھی شامل کیا گیا۔ انقلابی فوج انگریزوں سے لڑنے کے لئے کشمیری دروازہ سے باہر نکلی۔ زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ میدان جنگ سے ایک سوار شہر میں آیا اور اس نے اطلاع دی کہ ہمارے سپاہی گنبد تک پہنچ گئے ہیں اور انگریزی افواج کی گولہ باری کی زد میں آگئے ہیں ہمارے 20 سوار اور 60 سپاہی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس لئے تمام فوج پسپا ہو رہی ہے۔ جن پلٹنوں نے پسپائی کی مثال قائم کی وہ وہ تھیں جو انبالہ سے آئی تھیں۔ ○

17 جون کو انگریزوں نے عید گاہ پر قبضہ کر لیا۔

19 جون کی دوپہر کو انقلابی لاہور گیٹ سے نکلے۔ باغوں اور نواحی بستیوں میں سے ہوتے ہوئے برطانوی کیمپ کے عقب میں پہنچ گئے۔ جاسوسوں کے ذریعہ انگریزوں کو اطلاع مل چکی تھی۔ لہٰذا وہ غافل نہ تھے۔ بریگیڈیر گرانٹ نے 12 توپ اور ایک کیولری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آج انقلابیوں کا پلہ بھاری تھا۔ انقلابیوں نے صحیح نشانہ پر فائر کئے۔ جس سے انگریزوں کے سپاہی اور گھوڑے کافی تعداد میں مارے گئے شام کے اندھیرے میں حملہ سخت ہو گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب انگریز پسپا ہو گئے۔ تین افسر اور سترہ سپاہی مارے گئے۔ بریگیڈیر گرانٹ زخمی ہو گیا۔ اس کا گھوڑا مر گیا۔ یہ انقلابیوں کی پہلی فتح تھی۔

○ غدر دہلی ص - ۱۳۸، ۱۰

احسن اللہ خان کی غداری کی وجہ سے انقلابیوں کو واپس آنا پڑا۔ کیوں کہ احسن اللہ خان نے جان بوجھ کر اسلحہ مہیانہ کیا۔ اور دیر کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نصیر آباد کا دستہ واپس شہر میں آگیا اگر ان کو بروقت اسلحہ مل جاتا تو وہ پیش قدمی کرتے اس حملہ میں کامیابی سے انقلابیوں کی ہمت میں اضافہ ہوا اور بادشاہ نے دعادی۔ (۱)

23 جون برطانوی جاسوسوں نے اطلاع دی کہ انقلابی آج حملہ کریں گے۔ کیوں کہ آج جنگ پلاسی کی سالگرہ کا دن ہے۔ اس دن جالندھر اور پھلور سے انقلابیوں کو مدد مل گئی انگریزوں نے نجف گڑھ نالہ پر پل کو توڑ دیا لہٰذا انقلابی سبزی منڈی سے آگے نہ بڑھ سکے۔ بہر حال انہوں نے میجر ریڈ (REID) پر حملہ کیا جو لکھتا ہے کہ انگریز فوج کا کوئی آدمی صحیح طرح نہ لڑسکا۔ اور ایک وقت یہ خیال ہوا کہ آج انگریزوں کو شکست ہو جائے گی۔ اس اثناء میں انگریزوں کو میجر اولفرٹ کی قیادت میں کمک مہیا ہو گئی اور ان کے حوصلہ بڑھ گئے۔ انقلابیوں کو واپس آنا پڑا۔ دونوں اطراف کا بھاری نقصان ہوا۔ (۲)

روزانہ جھڑپیں جاری تھیں۔ انقلابی بخت خاں کی کمک کا انتظار کر رہے تھے۔

جنرل بخت خاں کی آمد :- 2 جولائی کو جنرل بخت خان تین رجمنٹ سواروں کی لے کر دہلی میں داخل ہوئے۔ بادشاہ کے خسر اور نمائندہ نواب احمد قلی خاں نے ان کا شہر میں استقبال کیا۔ بادشاہ نے اس کو فرزند کا خطاب دیا۔ اور تمام فوجوں کا کمانڈر انچیف مقرر کیا۔ تمام شہر میں منادی کرادی کہ پلٹنوں کے تمام افسران کو اب جنرل بخت خاں سے ہدایت لینا چاہئیں۔ (۳)

---

(۱)(۲) The Great Revolution P-169 (۳) لیل ونہار ص - ۲۴

شاہی فرمان کا استقبال :۔ 8 اگست 1857ء کو امجد علی رسالدار ساٹھ سواروں کے ہمراہ دہلی سے ایک شاہی فرمان بنام نواب اور فوج لے کر جھجر آیا نواب جھجر نے اس کا ڈیرہ سواروں کے پریڈ کے میدان میں نصب کرایا۔ امجد علی نے پہلے فوج کو شاہی فرمان سنانے کے لئے جمع کیا۔ افسران فوج نواب سے اجازت لے کہ امجد علی رسالدار کے پاس شاہی فرمان سننے کے لئے آئے ان کی آمد دیکھ کر امجد علی نے اپنے سواروں سمیت سلامی دی اور توپ داغی ۔ اور سب افسران کو پرتپاک ڈیرہ میں لے گیا اور بیچ میں ایک چوکی بچھائی گئی پھر ایک مولوی صاحب فرمان شاہی سر پر رکھ کر لائے اور چوکی پر بیٹھ کر خوش الحانی کے ساتھ کچھ تمہید بیان کی پھر فرمان شاہی پڑھ کر سنایا جس کا مضمون تھا کہ تم لوگ اہل اسلام ہو اور تمہارے بزرگ ہمارے نمک خوار رہے ہیں۔ اور اب مقابلہ اہل اسلام اور نصاری کا ہے اس لئے مناسب ہے کہ تم دہلی میں آکر لشکر اسلام میں شریک ہو جاؤ افسران فوج نے یہ فرمان شاہی لے لیا کہ ہم سب لشکر کو یہ سنا کر جواب دیں گے۔ دوسرے روز نواب نے ان لوگوں کو قلعہ میں بلوایا تو وہ سب باوردی ہو کر اور ایک ہاتھی پر فرمان شاہی کو کشتی میں لے کر بیٹھے اور بڑے شان و شوکت سے دروازہ قلعہ پر پہنچے۔ وہاں گیارہ توپوں کی سلامی ہوئی اور نواب نے لب فرش آکر استقبال کیا۔ اور فرمان کو بااعزاز لیا اور پڑھا بادشاہ نے آدھی فوج اور 5 لاکھ روپیہ بھیجنے کی ہدایت کی تھی۔ نواب نے جواب دیا کہ زر نقد اس وقت موجود نہیں ہے۔ میں بندوبست کر کے بھجوادوں گا۔ اور فوجی کمک بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ ○

نواب جھجر کی طرف سے مالی مدد :۔ 16 اگست کو نواب جھجر نے 60 ہزار روپے بادشاہ کو بھیجے اور ایک خط بھی لکھا کہ میں نے اپنے علاقہ سے

○ تاریخ جھجر ص ۔ ۳ ۔ ۲۷۲

مطلوبہ رقم جمع کرنے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں نے ایک لاکھ روپے جمع کر لئے ہیں جن میں سے 60 ہزار تو اب ارسال خدمت ہیں اور بقایا چالیس ہزار پندرہ دن کے اندر اندر حاضر خدمت کر دیئے جائیں گے آخر میں بادشاہ سے درخواست کی گئی تھی کہ اپنی دستخطی چٹھی بھیج دیجیے تاکہ میں لوگوں کو بتاسکوں کہ کن مقاصد کے لئے روپیہ مانگا جارہا ہے۔ یہ بھی درخواست کی گئی کہ دہلی شہر میں جو میری حویلی ہے اسے خالی کرادیا جائے۔ اور محمد اعظم شہزادہ کو جو میرے علاقہ میں لوٹ مار کر رہا ہے واپس بلا لیا جائے اور میری مرضی کے بغیر کسی شخص کو میرے علاقہ میں نہ بھیجا جائے۔ آخر میں یہ بھی لکھا کہ میرے قبضہ میں جو علاقے ہیں ان کی حکومت کے بارے میں شاہی فرمان بھیجا جائے۔ یہ عرضی جنرل بخت خاں کے حوالہ کردی گئی۔ (۱)

دہلی کی ایجنسی میں سات ریاستیں جھجر' بلبھ گڑھ' فرخ نگر' پاٹودی' لوہارو' دوجانہ اور بہادر گڑھ تھیں۔ (بعض تواریخ میں بہادر گڑھ کی بجائے دادری درج ہے) ان میں سب سے بڑی ریاست جھجر تھی جس کی سالانہ آمدنی چودہ لاکھ روپے سالانہ مالیانہ کی تھیں۔ اکبر علی والئی پاٹودی نے انگریزوں کے خلاف انقلابی کارروائیوں کی مخالفت کی لہٰذا انقلابی سپاہیوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ نواب کو شکست ہوئی اور اس کے محل کو لوٹ لیا گیا۔ نواب اکبر علی انگریزوں کے حلیف رہے۔ (۲)

22 جولائی 1857ء کو انگریز حکام نے والی پاٹودی اور نواب جھجر کو تاکید کی کہ وہ لگان اپنی ذمہ داری پر وصول کریں اور بادشاہ کو کوئی مالی مدد نہ دیں۔ (۳)

15 اگست 1857ء کو نواب جھجر نے دو ضرب توپ اور سواروں کے

---

(۱) غدر دہلی ص - ۲۱۸/۱۰ (۲) غدر دہلی ص - ۸۹/۱۰ (۳) غدر دہلی ص - ۱۸۲/۱۰

ساتھ نواب پاٹودی کی مدد کی۔ ریاست پاٹودی کے نظم و نسق کو درست کیا۔ 20 اگست 1857ء کو نواب اکبر علی خاں جھجر کی افواج کی مدد سے دوبارہ اپنی ریاست میں آگئے۔ (۱) انگریزوں کے حلیف ہونے کی وجہ سے ان کی ریاست برقرار رہی۔ والیان دوجانہ اور لوہارو بھی انگریزوں کے حلیف رہے۔ لہٰذا یہ بھی اپنی جاگیروں پر برقرار رہے۔ فرخ نگر کے رئیس احمد علی خاں کو پھانسی کی سزا ملی اور بہادر گڑھ کے رئیس نواب بہادر جنگ کی ریاست ضبط ہوئی اور اس کی پنشن مقرر کر کے لاہور بھیج دیا گیا۔ (۲)

شاہان مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی حکومت لال قلعہ تک محدود تھی اور انگریزوں سے پنشن پر گزران تھا۔ انقلابیوں سے اپنے پہلے خطاب میں بہادر شاہ ظفر نے کہا۔

" سنو بھائی ! مجھے بادشاہ کون کہتا ہے۔ میں تو فقیر ہوں ایک تکیہ بنائے ہوئے اپنی اولاد کو لئے بیٹھا ہوں۔ بادشاہت تو بادشاہوں کے ہمراہ گئی میں تو ایک گوشہ نشین آدمی ہوں۔ مجھے ستانے کیوں آئے ہو میرے پاس خزانہ نہیں کہ میں تم کو تنخواہ دوں گا میرے پاس فوج نہیں کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔ میرے پاس ملک نہیں کہ تحصیل کر کے تمہیں نوکر رکھوں گا۔ (۳) بہادر شاہ ظفر کی حکومت شروع ہی سے مالی بحران میں مبتلا تھی۔ منشی جیون لال کی ڈائری سے پتہ چلتا ہے کہ مال و زر کا مطالبہ شاہ کی طرف سے صرف نواب جھجر سے تھا۔ (۴)

12 مئی 1857ء سے 3 ستمبر 1857ء کے درمیان تقریباً" 26 مرتبہ یا تو نواب جھجر کو خط لکھے گئے یا شاہی نمائندے نواب جھجر سے روپیہ لینے کے لئے بھیجے گئے۔ کبھی 5 لاکھ روپے کا مطالبہ کیا گیا اور کبھی تین لاکھ روپے کا نواب جھجر نے وقتاً" فوقتاً" رقم مہیا کی۔ دہلی کے مہاجنوں سے بھی بادشاہ نے قرض لیا۔

(۱) غدر دہلی ص - ۲۱۹، ۱۰ (۲) ۱۸۵۷ء ص - ۲۲۸ (۳) لیل و نہار ص - ۶۲ (۴) ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی ص - ۱۸۷

انگریز کی فتح :- 14 ستمبر 1857ء کو انگریز فوجیں دہلی شہر میں داخل ہو گئیں مگر یہ غداران وطن کی وجہ سے ممکن ہوا۔ اول تو حکیم احسن اللہ خاں نے بارود خانہ کو آگ لگوادی۔ دوسرے غداروں نے کشمیری دروازہ کو کھلوادیا۔ شہزادوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب وہ دیوان عام کے پاس پہنچے تو انہیں بندوق کا نشانہ بنایا گیا۔ شہر میں کشمیری دروازہ سے لے کر لاہوری دروازہ تک لوٹ مار جاری تھی۔ شاہ سمند خاں جو شاہی باڈی گارد کے کمانڈر تھے کشمیری دروازہ سے نکلتے ہوئے گرفتار ہو گئے۔ ان کے متعلق جب انگریزوں کو معلوم ہوا کہ یہ نواب جھجر کی فوج کے جنرل ہیں تو ان کو اسی وقت گولی مار دی گئی۔ (۱)

جھجر کی فوج جو دہلی میں انگریزوں سے برسرپیکار تھی اس میں میری والدہ کے دادا حیدر بھی شامل تھے جو جیت گڑھ پر شہید ہو گئے۔ اور ان کا گھوڑا تنہا جھجر پہنچ گیا۔ میری والدہ مرحومہ صغرا ہمیں سنایا کرتی تھیں کہ ان کے دادا حیدر کی شہادت کی خبر سب سے پہلے دھانو بنئے نے آکر سنائی۔ یہ خبر سن کر دادی عمدہ نے اپنے زیورات وغیرہ اتار دیئے۔ دادی عمدہ نے بڑی عمر پائی۔ ان کو میری والدہ نے دیکھا تھا۔

تذکرۃ الرشید مطبوعہ 1908ء (۲) کے مطابق مولانا رشید احمدؒ گنگوہی کے ماموں و خسر مولوی نقی صاحب جھجر کی ریاست میں فوجی ملازم تھے وہ بھی انہیں ایام میں شہید ہوئے۔

بادشاہ نے بخت خاں کے مشوروں پر عمل نہ کیا لہٰذا بخت خاں مایوس ہو کر دہلی سے نکل گئے اسی کے ساتھ عبدالصمد خاں بھی اپنے افواج کے ساتھ جھجر لوٹ آئے۔

دہلی سے لوگوں کا فرار اور جھجر میں پناہ کے لئے درود :-

ابراہیم علی خاں اور حسین علی خاں دونوں نواب جھجر کے دادا تھے اور پہلے سے

---

(۱) بہادر شاہ ظفر ص - ۱۰۴ (۲) ص - ۳۷

دہلی میں مقیم تھے وہ بھی جھجر بھاگ آئے اس روز سے خلقت دہلی سے بھاگ کر جھجر میں جمع ہونے لگی۔ اور اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ چھاؤنی اور شہر میں جگہ نہ رہی۔

ان لوگوں میں بہادر شاہ کے خسر احمد قلی خاں (زینت محل کے والد) اور سید ظہیر الدین شاگرد ذوق بھی شامل تھے۔ راقم الدولہ سید ظہیر الدین دہلی میں انگریزوں کے داخلہ کے بعد کا منظر اس طرح بیان کرتے ہیں :۔ (۱)

"غرض یہ کہ بہزار خرابی خواجہ صاحب میں پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک ہجوم کثیر مرد و زن کا فراہم ہے۔ شب کو میں نے کچھ چاندی ایک صراف کے ہاتھ فروخت کی۔ اور کھانے کا بندوبست کر کے ہم زمین پر پڑ رہے۔ صبح کو ایک پندرہ بیس ہزار آدمی کا قافلہ جس میں نواب امین احمد خاں اور ضیاء الدین احمد خاں اور احمد قلی خاں بادشاہ کے خسر اور بہت سے بڑے بڑے آدمی شامل تھے۔ وہ گوجروں کو دو ہزار روپے دے کر اور ہمراہ لے کر خواجہ صاحب سے روانہ ہوئے ہم بھی اس قافلہ کے ہمراہ ہوئے۔ راستہ میں ہزار ہا عورت پردہ نشین اور بچے ہمراہ تھے۔ منزل دراز تھی اوپر کی دھوپ نیچے کی تپتی ہوئی ریت جنگل لق و دق سائے کا نام نہیں۔ تلووں میں آبلے۔ زبانوں میں بے آبی سے کانٹے پڑے ہوئے روتے ہوئے چلتے جاتے تھے۔ اب آغاز انجام اس سفر کا معلوم نہیں کہ یہ راستہ کہاں کو جاتا ہے۔ کون کونسے شہر راستے میں پڑیں گے۔ کس ریاست میں پہنچیں گے۔ بس ہمراہ قافلہ کے ہیں جدھر قافلہ جاتا ہے۔ ادھر جاتے ہیں۔ گھر سے کبھی نکلے نہیں اس مصیبت کا سفر کبھی کیا نہیں۔ راستوں سے نابلد' منزلوں سے ناواقف' شہروں اور ریاستوں کا حال سوائے انگریزی عملداری کے جانتے نہیں۔ ایک دوبار پہلے سفر کا اتفاق ہوا ہے۔ تو آگرہ میرٹھ کی طرف ہوا ہے۔ تو کمال آسائش بڑی دل لگی کا سفر ہوا ہے۔ نہ اس مصیبت کا کہ زمین تک قدم رکھنے کی

(۱) داستان غدر ص ۔ ۱۷۴

روادار نہیں۔ جہاں جھاڑ جھاڑ کانٹا کانٹا دشمن ہے۔ قصہ مختصر شب کو پڑے رہے۔ صبح ہوتے ہی۔ پھر قافلہ کے ہمراہ ہوئے۔ دوپہر کو جاکر فرخ نگر میں داخل ہوئے۔ کچھ چاندی بیچ کر کھانے کی تجویز ہوئی اب وہاں باہم کھچڑی پکنی شروع ہوئی۔ اور صلاح و مشورے ہونے لگے۔ کسی نے کہا ہم ادھر جائیں گے کسی نے کہا ہم ادھر جائیں گے۔ ہم حیران ہیں کہ یا الٰہی ہم کدھر جائیں۔ آخر ایک شخص کی زبانی معلوم ہوا یہاں سے جھجر قریب ہے۔ یہ نام سنتے ہی جان میں جان آگئی۔ وہاں تو ہمارے ماموں حکیم مرزا قاسم علی خاں صاحب[1] مختار ریاست ہیں۔ ان کے پاس چلئے اور ان کی صلاح کے کاربند رہئے۔ غرض یہ کہ دوسرے روز جھجر کا راستہ پوچھ کر ادھر کو روانہ ہوئے اور اسی دن جھجر پہنچے۔ اور مکان پوچھ کر ان کے ہاں پہنچے۔ ماموں صاحب نے جب شکل دیکھی تو چیخیں مار کر رونے لگے۔ آغا سلطان تو باہر ہی ٹھیرے۔ مجھے اور میرے بھائی کو گھر میں لے گئے۔ ممانی سے کہا دیکھوں تو بھانجوں کا کیا حال ہے۔ میری بہن بادشاہ بیگم نے ان کو کس مصیبت سے پرورش کیا تھا۔ آج یہ اس مصیبت میں مبتلاء ہیں وہ بھی آبدیدہ ہوئیں۔ آدھی رات کے وقت ان کو نواب صاحب نے بلوایا۔ وہ وہاں گئے ایک گھنٹہ کے بعد واپس آئے اور آبدیدہ آئے۔ میں نے پوچھا ماموں خیر ہے فرمایا بھائی کیا پوچھتے ہو۔ انگریزی فوج یہاں بھی آپہنچی اب تم ایک کام کرو۔ یہاں سے سیدھے پانی پت کو روانہ ہو جاؤ۔ غرض یہ کہ اسی وقت بہلی تیار ہوئی اور ہم تیار ہو کر پانی پت میں آئے اور ایسے وقت کہ رات کے گیارہ بج گئے تھے اور میرے والد گریہ وزاری کر کے صحن میں کھڑے ہمارے لئے سلامتی کی دعاء مانگ رہے تھے۔"

نوٹ :- بابو عبدالحکیم خاں صاحب سابق پوسٹماسٹر جھجر کی زبانی معلوم ہوا کہ مرزا قاسم علی خاں کے بیٹے بابو اصغر علی حکیم جنہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور جھجر میونسپل کمیٹی کے صدر رہے انہی کی کوششوں سے ہائی اسکول جھجر بنا۔ ان کے ایک بیٹے میاں احسن میلسی میں مقیم ہیں۔

انقلابیوں کی ناکامی کے اسباب : ۔ اپنے وطن کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لئے انقلابی سپاہی بڑی بہادری اور عزم کے ساتھ لڑے ان کے دل جذبہ جہاد اور جذبہ شہادت سے سرشار تھے۔ بہر حال یہ انقلاب کامیاب نہ ہوسکا۔ انقلابیوں کی ناکامی کی کئی وجوہات ہیں۔ ہندوستان میں والیان ریاست ایک پرانے جاگیرداری نظام سے وابستہ تھے۔ جبکہ انگریز نئے تازہ دم سرمایہ داری نظام کے حامل تھے۔ جو جاگیرداری نظام پر فوقیت رکھتا تھا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حقائق سے ظاہر ہے۔

1 انگریزوں نے فوجی کمک اور سامان رسد کی فراہمی کے لئے کلکتہ، مدراس اور بمبئی کی بندرگاہوں کو محفوظ رکھا۔ اس کی وجہ سے ان کو سامان جنگ کی کمی کبھی محسوس نہ ہوئی۔ اور ان کا عقب ہمیشہ محفوظ رہا۔ اس لئے کہ انقلابیوں کے پاس بحری بیڑا نہ تھا۔

2 انگریزی صفوں میں ایک جہتی تھی۔ اس کے برعکس ہماری صفوں میں پھوٹ تھی۔ درباری سازشوں اور اقتدار کے لئے رسہ کشی ہمارا معمول تھا۔ اس کی وجہ سے عوام میں اور فوجوں میں پست ہمتی اور بد دلی پیدا ہوئی۔

3 انگریزوں نے بہت سے والیان ریاست کو اپنا حلیف بنالیا جو ان کی مدد کرتے رہے۔

4 مجاہدین آزادی کی صفوں میں انگریزوں کے جاسوس اور نمک خوار برابر سرگرم عمل رہے۔ ہر اہم لڑائی میں انگریزوں کو انہیں غداروں کی مدد سے فتح ہوئی۔

5 انقلابی فوجوں نے دفاعی جنگ پر اکتفا کیا۔ اچانک بغاوت کی وجہ سے انہیں دشمن پر جو فوقیت حاصل ہو گئی تھی۔ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا بلکہ سہل انگاری میں پڑ کر یہ قیمتی وقت ضائع کر دیا گیا۔ قلعہ بند ہو کر جنگ کرنے سے انقلابی فوجیں عوام سے کٹ گئیں اور انگریزوں کو تیاری کرنے اور پہل قدمی

کرنے کا موقع مل گیا۔

6 رسل و رسائل کے ذرائع مثلاً" تار اور ڈاک پر بدستور انگریزوں کا قبضہ رہا اور ریلیں بھی ان کے پاس رہیں۔ چنانچہ ان کو ہر مقام سے منٹ منٹ کی خبریں ملتی رہیں اور وہ اس کے مطابق اپنی حکمت عملی اور طریقہ کار میں تبدیلی کرتے رہے۔

7 ملک کے بعض صوبوں کو جو فوجی نقطہ نظر سے بے حد اہم تھے اپنا ہم نوا نہ بنایا جاسکا۔ اگر بمبئی ' مدراس ' بنگال اور پنجاب میں بھی جنگ آزادی اتنے بڑے پیمانے پر لڑی گئی ہوتی جس پیمانے پر دوسرے صوبوں میں لڑی گئی تو انگریزوں کا ملک میں رہنا ناممکن ہو جاتا۔

جب انگریزوں نے دہلی پر اپنے قبضہ کو مستحکم کر لیا تو وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جنہوں نے انگریزوں کا ساتھ نہ دیا یا مخالف رہے اور وہ دہلی کے گردو پیش سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ کرنیل ڈک لارنس و مسٹر جان مٹکاف جوائنٹ مجسٹریٹ دہلی مسٹر ولیم فورڈ کلکٹر گوڑ گانوہ اور کپتان ہارسن وغیرہ معہ ایک گورہ کمپنی اور قریب تین ہزار فوج مہاراج جموں اور ایک ہزار فوج سرکاری دہلی سے کوچ کر کے 7 اکتوبر 1857ء کو مقام پاٹودی آئے۔ نواب پاٹودی کو زمانہ انقلاب میں انقلابیوں نے انگریزوں کے خلاف کارروائی پر بہت مجبور کیا۔ مگر نواب نے ان کی باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا۔ اور انگریزوں سے تعلقات برقرار رکھے۔ لہٰذا انگریزوں نے اس کی ریاست بحال رکھی۔ یہاں سے انگریزی افواج راؤ تلارام رہبر[1] کی گوشالی کے لئے ریواڑی کی طرف روانہ ہوئی تلارام وہاں سے بھاگ گیا۔ اور میوات کے علاقہ میں روپوش ہوگیا۔

انگریزی افواج نے وہاں سات روز قیام کیا۔ وہاں کا نظم و نسق درست کر کے کوچ کرتے ہوئے موضع جاٹو سانہ ضلع گوڑ گانوہ کی طرف رخ کیا جو علاقہ

تاریخ جھجر ص - ۲۷۶   [1] نوٹ صفحہ ۱۰۵ پر ملاحظہ کیجئے

جھجر سے ملحق ہے۔ نواب جھجر نے فوجوں کا رخ اپنی طرف دیکھ کر افسران فوج کی ضیافت کا سامان پاٹودہ میں کیا اور خود بھی ساٹھ ستر سواروں کے ہمراہ موضع مذکور میں پہنچا۔ اور اپنے آنے کی اطلاع دی۔ درگا پرشاد وکیل کی معرفت جواب آیا کہ فی الحال دادری کلاں کا عزم ہے۔ وہاں سے واپس آکر جھجر میں ملاقات ہوگی۔ اور اسی مقام پر بیس سوار جو ریاست جھجر کے ملازم تھے اور موضع گوڑیانی میں مامور تھے ان کو کسی سازش کے شک میں انگریزوں نے گرفتار کر لیا۔

○ 15 اکتوبر 1857ء کو انگریز لشکر نے قصبہ دادری کی طرف رخ کیا۔ اور نواب جھجر مایوسی کی حالت میں واپس لوٹ آیا۔ قصبہ دادری میں بہادر جنگ خاں رئیس نے بے ہتھیار ملاقات کی۔ اور اس وقت انگریزوں نے اس سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ مگر جو سوار نواب جھجر کے گرفتار ہو کر آئے تھے۔ ان کو گولی مار کر شہید کر دیا۔

نواب جھجر کی گرفتاری :- 17 اکتوبر 1857ء کو انگریزی فوج دادری

نوٹ :- پنجاب گورنمنٹ گوڑ گاؤں ڈسٹرکٹ گزیٹیر ۱۹۱۰ء کے صفحہ نمبر ۲۴۴ پر درج ہے کہ تیج سنگھ کے پوتے راؤ تولا رام نے ۱۸۵۷ء کی ابتری کے شروع ہونے پر ریواڑی پر قبضہ کرکے اپنی حکومت قائم کرلی اور لوگوں سے مالیانہ وصول کرنا شروع کردیا۔ اسلحہ تیار کیا اور ایک فوج منظم کرلی جس کے ذریعہ اس نے قریب کے سرکش میوؤں کو قابو میں رکھا۔ اس نے انگریز یا ان کے باغیوں سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ آخر کار جب دہلی سے انگریز فوج آگئی اور راؤ تولا رام کو کیمپ میں آنے کے لئے سمن بھیجا تو وہ اور اس کا چچا زاد جنرل گوپال دیو دونوں بھاگ گئے ان کی ریاست انگریزوں نے ضبط کرکے بسویداری رامپت سراؤگی کو دیدی جو ایک بڑا ساہوکار تھا اور انگریز کا وفادار رہا۔

○ تاریخ جھجر ص - ۲۷۷

سے کوچ کر کے موضع اجھہج منصلہ بیڑ چھوچھک واس علاقہ جھجر میں پہنچی اور وہیں پڑاؤ کیا۔ افسران نے کوٹھی اور باغ میں قیام کیا۔ بنظر احتیاط کچھ فوج یہاں سے کپتان ہیلی کی سرکردگی میں کانونڈ کی سڑک کے انتظام کے واسطے مقام ناہڑ علاقہ دوجانہ روانہ ہوئی۔ منشی رام رچھپال برہمن ساکن قصبہ جھجر نائب داروغہ توشکخانہ نواب جو بطور وکیل انگریزوں کی فوج میں حاضر تھا اس کے بدست کمانڈر فوج نے ایک مراسلہ نواب کے نام بھیجا کہ بغیر کسی ہتھیار کے دس پندرہ آدمیوں کے ہمراہ تشریف لے آیئے کیونکہ سب رئیسوں کی ملاقات بغیر ہتھیاروں کے ہوئی ہے اس وقت عبدالصمد خاں سپہ سالار افواج جھجر اور ابراہیم علی خان (نواب کے دادا) نے نواب کو صلاح دی کہ ہماری رائے میں یہ ملاقات خیر کی نہیں۔ آپ کی یہ طلبی اب گرفتاری کے لئے ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو پہلے ہی آپ کی ملاقات مقام پاٹودہ میں ہو جاتی۔ دوسرے یہ کہ بیس سوار جو ناکردہ گناہ گوڑیانی سے پکڑے گئے تھے آپ سے پوچھے بغیر شہید کردیئے گئے۔ تیسرے ○ یہ کہ آپ کی ملاقات کے لئے دس ہزار فوج لانے کی کیا ضرورت تھی۔ پس ہمارے نزدیک انگریزوں سے خیر کی توقع رکھنا۔ اور ان کے پاس ملاقات کے خیال سے جانا فضول ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خود سری اختیار کیجئے اور ریاست سے تعلقات قطع کر کے کسی طرف چل نکلئے اگر کوئی شخص رکاوٹ پیدا کرے گا تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور آخر ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ مگر لاچاری کی موت مرنا مردوں کا کام نہیں مگر نواب نے ان کا کہنا نہ مانا اور حکم کی تعمیل میں مسٹر جیمس ہڈرلیس ' منشی امداد علی ' محمود علی اور رام چھپال اور چند اہلکاروں کے ہمراہ چھوچھک واس میں افسران فوج کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے سرسری ملاقات کر کے نظربند کر دیا۔ اور سٹر سانڈرس کمشنر دہلی کا خط نواب کے حوالہ کیا جس میں لکھا تھا کہ ایام فساد میں تم نے ہمارا کوئی ساتھ نہیں دیا۔ اس واسطے تمہاری ریاست ضبط کی جاتی

○ تاریخ جھجر ص - ۲۷۸

ہے اور اسبابت کی تحقیق کہ تم نے کوئی قدم ہمارے خلاف اٹھایا تھا یا نہیں صاحبان کورٹ دہلی میں کریں گے۔

جب نواب خط پڑھ چکا تو افسران فوج نے اس سے کہا کہ آپ اپنے اہلکاروں کو لکھیں کہ ریاست ضبط ہو گئی ہے صبح انگریزی فوج جھجر پہنچے گی۔ تمام سامان جنگ اور خزانہ انگریزی فوج کے حوالہ کر دیا جائے۔ نواب نے ایک پروانہ جملہ ملازمین فوج جھجر اور دوسرا قلعدار کانونڈ کے نام لکھا۔ جس وقت نواب کی گرفتاری کی خبر جھجر میں پہنچی تو جنرل عبدالصمد خاں خسر نواب مضطرب ہوا۔ اور اس نے نواب کے عزیز و اقارب اور افسران فوج سے کہا کہ تم ذرا کمر، ہمت باندھ لو، اور میرے ساتھ معہ فوج چھوچھک واس چلو تو میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ نواب کو قید سے زندہ چھڑا لاؤں گا۔ مگر کسی نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ جب پہر رات ہو گئی تو منشی امداد علی نواب کا پروانہ لے کر آیا تو تمام فوج اور نواب کے عزیز و اقارب اور اہل شہر سوائے ہندوؤں کے شہر سے بھاگ کر ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے نواب کی بیگمات بھی سوائے کافیہ بیگم دختر عبدالصمد خاں قلعہ سے باہر نکل آئیں مگر منشی امداد علی نے بجز اعزاز محل اور نواب محل جو دستیاب نہ ہو سکیں ان کو محل میں داخل کر کے قفل ڈالدیا۔ ○ 18 اکتوبر 1857ء کو صبح کے وقت انگریزی فوج جھجر شہر میں داخل ہوئی تو اس وقت بخشش حسین کرنیل پلٹن حسینی اور جواہر سنگھ حوالدار میجر و داروغہ میگزین و رنجیت سنگھ صوبہ دار جسونت سنگھ جمعدار جو اسلحہ کی سپردگی کے واسطے موجود تھے ان کو گولیوں سے اڑادیا اور انگریزی فوج شہر اور چھاؤنی کے چاروں طرف پھیل گئی تاکہ مسلح لوگوں کو تلاش کرے۔ چنانچہ منور خاں کوتوال جھجر رام بخش جمعدار تھانہ جھجر اور دو چوکیدار تالاب بواوالہ کے پاس مسلح ہونے کے سبب مارے گئے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے افراد مارے گئے۔

بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ دہلی دروازہ محلہ معماران کی مسجد کے گنبد

○ تاریخ جھجر ص - ۲۷۹

میں محلہ کے کچھ لوگ چھپ گئے۔ اتفاقاً" ان میں سے ایک شخص نے گنبد میں سے گردن نکال کر باہر جھانکا تو انگریزی فوج نے دیکھ لیا۔ انگریز فوج مسجد کے اوپر گنبد میں پہنچ گئی اور تمام لوگوں کو گھسیٹ کر باہر لے آئی اور ان کو زدوکوب کیا۔

کپتان ہیلی نے جو فوج کے ہمراہ ناہڑ سے جھجر کو آئے تو راستہ میں کانونڈ کی سڑک پر جو آدمی ملے سب کو مار دیا۔

(۱) شام کے وقت نواب کو پالکی میں سوار کر کے جان مٹکاف اور فوج کے ہمراہ منشی امداد علی میاں جی ضیاءاللہ، میر بہادر علی اور مرزا حسین اہلکاران اور خدا بخش خدمتگار اور رحیم بخش سقہ کو دہلی روانہ کیا۔ اور ڈیڑھ پہر رات رہے۔ کپتان ہارسن معہ کچھ فوج کے قلعہ کانونڈ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ وہاں جاکر قلعہ کانونڈ پر توپ خانہ و میگزین اور خزانہ کے جس میں تقریباً" نو لاکھ روپیہ ہوگا قبضہ کر لیا۔

جب کرنل ڈک لارنس کمانڈر فوج نے دیکھا کہ تمام شہر خالی پڑا ہے اور نواب کے کارخانوں کا پتہ بغیر اس کے ملازمین کے نہیں لگتا تو اس نے منادی کرادی کہ سب لوگ بدستور آباد ہوجائیں۔ انتظام کے واسطے کوتوال شہر مقرر کیا اور ایک اشتہار پندرہ دن کی میعاد کا چھپوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ سوائے اہل فوج کے جس قدر اہلکار اور کار خانہ دار ریاست جھجر کے ہیں وہ سب حاضر ہو جاویں۔ ورنہ قصور وار متصور ہوں گے۔ چنانچہ ملازمین نواب حاضر ہونے لگے۔ انگریزوں نے اہل ریاست کا مال و اسباب خوب لوٹا اور تنگ کیا۔ کرنل ڈک لارنس جھجر کے پولیٹکل ایجنٹ مقرر ہوئے اور ہرجیون لال قوم کایتھ سرشتہ دار مقرر ہوئے۔ (۲) نواب کے دفتر اور خزانہ کا انتظام دیوان نہال چند مختار کار اور افسر فوج جموں کے سپرد کیا گیا۔ ۴ نومبر کو کرنل ڈک لارنس نے ریاست دادری کو بھی وہاں جاکر ضبط کیا اور اس کے والی بہادر جنگ خاں اور اس کے بیٹے فتح

---

(۱) تاریخ جھجر ص - ۲۸۰ (۲) تاریخ جھجر ص - ۲۸۱

جنگ خاں کو نظر بند کر کے دہلی روانہ کیا اور باقی عزیزوں کو بہادر گڑھ بھیج دیا اور مسی گاماں ساکن دادری کو جس نے انگریزوں کے ڈاک منشی کو مار ڈالا تھا بر سر عام پھانسی دے دی گئی اور حکم دیا کہ پندرہ یوم تک اس کی نعش اسی طرح لٹکتی رہے۔ پرگنات دادری کو ضبط کر کے ضلع جھجر میں شامل کر دیا۔ مندرجہ ذیل تھانہ ضلع جھجر میں شامل کئے گئے۔ جھجر ' بادلی ' دادری ' کانونڈ ' نارنول ' بدھوانہ ' کانٹی ' بادل اور بہادر گڑھ کپتان ڈوئر اسٹینٹ پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہو کر مقام کانونڈ تعینات ہوا۔

نواب جھجر کو پھانسی کی سزا : نواب جھجر کو مجرموں کی طرح گرفتار کر کے دہلی کے قلعہ میں دیوان عام میں مقید کر دیا گیا۔

دو ماہ تک نواب عبدالرحمٰن خاں[1] پر مقدمہ چلتا رہا آخر عدالت نے بغاوت کے جرم میں سزائے موت دی۔ پہلے نواب کے چاروں لڑکوں کو جھجر سے بلا کر ملاقات کرائی پھر ۲۳ دسمبر ۱۸۵۷ء کو نواب کو حکم سنایا کہ تم کو پھانسی کی سزا ہونی ہے اگر کوئی آرزو ہو تو بیان کرو۔ نواب یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے دن غسل کر کے لباس جو اس کے ملازموں نے چاندنی لٹھے کی پھاڑ کر تیار کیا تھا پہنا اور کچھ اشرفیاں جو اس کے پاس موجود

---

[1] نوٹ :۔ پنجاب گورنمنٹ ڈسٹرکٹ روہتک گزیٹیر۔ ۱۹۱۰ء کے مطابق نواب عبدالرحمٰن کے خلاف مقدمہ دیوان عام میں ایک ملٹری کمیشن زیر صدارت جنرل این چیمبرلین ۱۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو شروع ہوا اور ۱۷ دسمبر کو فیصلہ سنا دیا گیا۔

نواب کی طرف سے مقدمہ کی پیروی بحیثیت وکیل صفائی اس کے ایک پرانے ملازم رام رچپال نے کی جو بعد میں جھجر کا اعزازی مجسٹریٹ رہا اور ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔
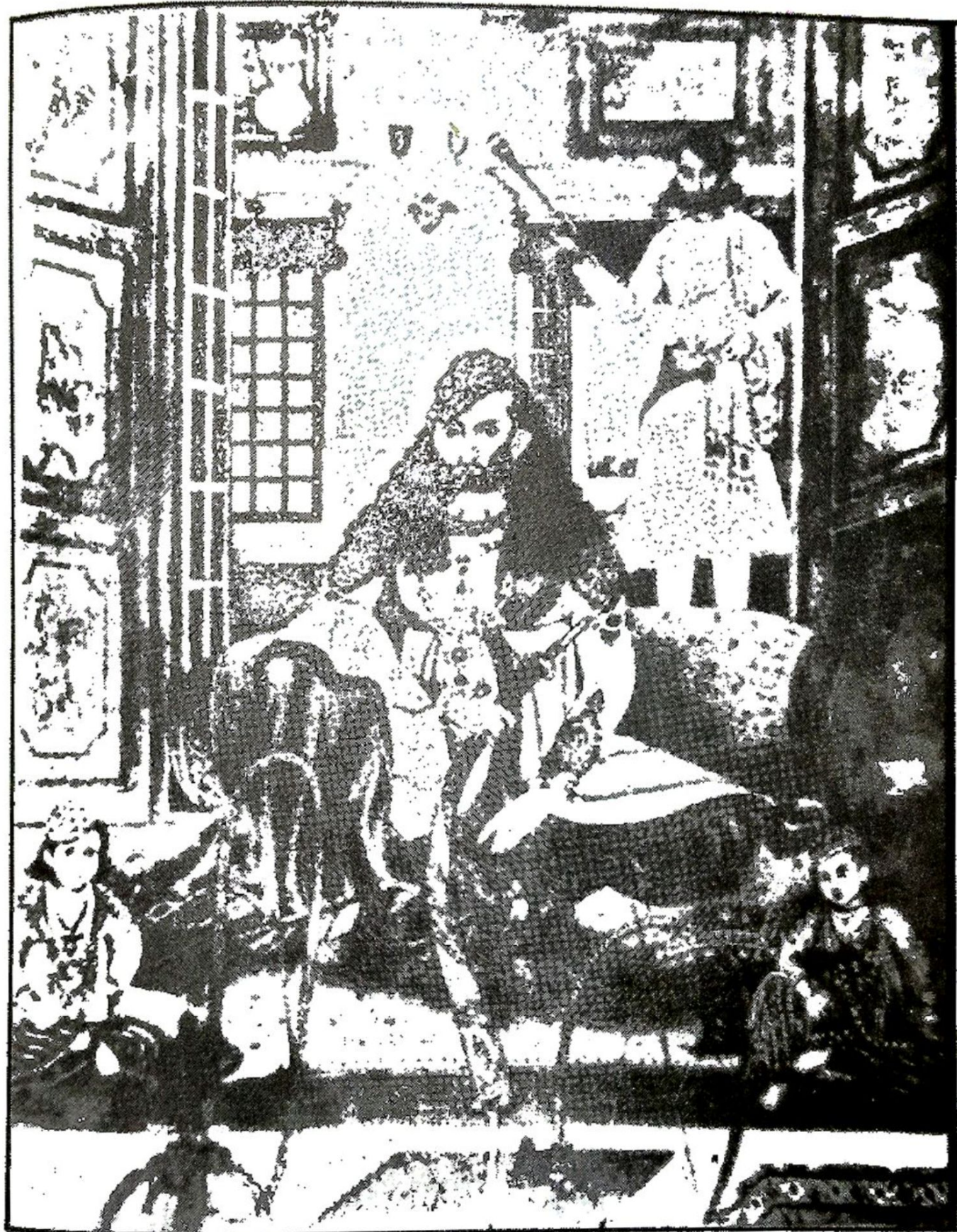
عبدالرحمٰن خاں ریاست جھجر کے آخری نواب

تھیں ان کو قیدیوں میں اور دیگر ملازمان کو دیں اور اپنی اولاد کی تربیت کے واسطے کچھ وصیتیں ملازموں کو کیں۔ اسی عرصہ میں پھانسی کا وقت آگیا۔ اس کو کرانچی میں سوار کر کے قلعہ سے کوتوالی لے گئے۔ یہ سہ پہر کا وقت تھا شہر کے سب دروازہ بند کردیئے گئے فوج باجا بجاتی ہوئی پہلے ہی پھانسی گھر کے سامنے آچکی تھی نواب کے ہاتھ اس کی پیٹھ کی طرف باندھے ہوئے تھے۔ انگریز مرد و خواتین چاروں طرف تماشائی بنے کھڑے تھے اور نواب کا مذاق اڑا رہے تھے نواب کو تختہ دار پر لایا گیا اور گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کر تختہ کھینچ لیا گیا۔ نواب کو تڑپتے ہوئے اور پھانسی پر لٹکتے ہوئے دیکھ کر انگریز ہنستے تھے اور اس منظر سے محظوظ ہوتے تھے۔ (۱)

نواب کی نعش کو ایک گڑھے میں پھنکوادیا گیا اناللہ وانا الیہ راجعون پھانسی کے وقت نواب کی والدہ آگئیں جب اس نے دیکھا کہ بیٹا لٹکا ہوا عالم سکرات میں تڑپ رہا ہے تو عجب نالہ و فریاد سے چلا کر نعش سے لپٹ گئیں اور آغوش میں لے کر اتنا روئیں کہ بیدم ہوکر گرپڑیں جتنے لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی رونے لگے اور بجبر اس کو نعش سے الگ کیا۔ (۲) مسز مٹر کا بیان ہے کہ نواب نے پھانسی کے تخت پر اپنے انجام کا استقبال انتہائی دل جمعی، تحمل اور بردباری سے کیا، میرا شوہر اس کمپنی کا کماندار تھا جو اس موقع پر متعین کی گئی تھی اس کے دل میں نواب کے لئے گہری عقیدت پیدا ہوگئی۔ مرزا معین الدین حسن خاں پولیس افسر دہلی کے مطابق نواب جھجر اور رئیسان بلب گڑھ و فرخ نگر تینوں کو اسی طرح پھانسی دے کر ان کی نعش حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی درگاہ کے احاطہ میں ایک ہی قبر میں دفن کردی گئیں۔ (۳)

نواب جھجر کے مال و اسباب کی ضبطی شروع ہوئی تقریباً" ایک کروڑ روپے کی مالیت کا اسباب ضبط ہوا۔ بیش قیمت اشیاء دہلی روانہ کردی گئیں اور

(۱) تاریخ جھجر ص - ۲۸۴ (۲) قیصر التواریخ ۲/۴۵۵ (۳) ۱۸۵۷ء ص - ۲۳۹

باقی کا نیلام کردیا گیا نواب کے اہل و عیال کو قلعہ سے نکال کر پرانی چھاؤنی بھیج دیا گیا۔ (۱) اس کے بعد نواب کے تمام مردوں اور ان عورتوں کو جو اولاد نرینہ رکھتی تھیں ان سب کو لدھیانہ میں آباد ہونے کا حکم ہوا اور باقی عورتوں کو پانی پت میں بھیج دیا گیا۔ لہٰذا زینت محل زوجہ نواب فیض علی خان اور شوکت محل ، اشرف محل ، نزاکت محل اور مسرت محل زوجگان نواب عبدالرحمٰن خان بمقام پانی پت آباد ہوئیں۔ اور انگریزوں نے تمام مردوں اور عورتوں کے وظائف تاحیات مقرر کردیئے۔ (۲)

نواب عبدالرحمٰن خاں کے رشتہ دار نواب محمد شائستہ خاں والد خواجہ محمد خاں ، عبدالصمد خان عرف کلو خاں ولد عبدالنبی خاں اور سید محمد خاں اور ملک محمد خاں پسران سردار خان ، محمد یوسف خان نواسہ عثمان خاں جو قدیم سے سہارنپور میں آباد تھے اور جھجر کی ریاست کی آمدنی پر گزارہ کرتے تھے انگریزوں نے ان کو پینشن دی کیوں کہ ان لوگوں نے انگریزوں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی تھی۔

حسن علی خاں نواب نجابت علی خاں کے چھوٹے بیٹے تھے۔ اپنے بڑے بھائی نواب فیض محمد خاں کے عہد میں فوج کے سپہ سالار تھے۔ جب فیض علی خاں مسند پر بیٹھا تو حسن علی خاں سے اختلاف پیدا ہوگیا۔ نوبت مقدمہ تک پہنچی۔ آخر کار انگریز حکومت نے صلح کرائی اور تین ہزار روپے ماہوار پنشن لے کر دہلی میں سکونت اختیار کی۔ ۵۷ء کے ہنگاموں میں دہلی سے باہر چلے گئے۔ مرزا غالب کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ ~~۱۸۶۶ء~~ ۱۸۶۲ء میں فوت ہوگئے اس وقت ان کو سو روپے ماہوار ملتے تھے۔ (۳)

اب تحقیقات ان لوگوں کی شروع ہوئی جنھوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا جن پر جرم ثابت ہوا ان کو گولی سے اڑا دیا یا پھانسی دی گئی۔ ابراہیم علی خاں ولد عبدالرسول خاں نواسہ سرمست خاں بن مصطفےٰ خاں جو نواب عبدالرحمٰن

---

(۱) تاریخ جھجر ص ۔ ۲۸۴ (۲) تاریخ جھجر ص ۔ ۲۸۹ (۳) خطوط غالب

کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے خلاف تحقیقات ہوئی اور یہ ثابت ہونے پر کہ اس نے انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا پھانسی کی سزا پائی۔ (۱)

(۲) تاریخ ضلع رہتک مصنفہ پنڈت مہاراج کشن مطبوعہ لاہور ۱۸۸۴ء کے مطابق مندرجہ ذیل افراد کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے کی پاداش میں انگریزوں نے سزائیں دیں۔

نمبر شمار	نام	ذات	سکونت	کیفیت
۱ -	جلال الدین ولد ظفر علی معافیدار	شیخ	قلعہ	یہ مسٹر ہارسن سے مقابلہ کرتے ہوئے گولی سے بمقام روہتک مارے گئے
۲ -	نجیب الدین ولد امیر الدین معافیدار	شیخ	قلعہ	بمقام روہتک پھانسی پائی
۳ -	قیام الدین ولد حسام الدین معافیدار	//	//	رجمنٹ نمبر ۸ چھاؤنی بریلی میں رسالدار تھے میرٹھ میں پھانسی ہوئی
۴ -	وجیہہ الدین ولد شہاب الدین معافیدار	//	//	سمند خاں کے ساتھ گرفتار ہوئے اور جھجر میں پھانسی پائی
۵ -	نجف علی ولد شمس الدین معافیدار	//	//	

---

(۱) تاریخ جھجر ص - ۲۸۸ (۲) یہ کتاب پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں تھی اب دستیاب نہیں ہے۔

۶ ـ	مظہر علی ولد بہادر علی معافیدار	شیخ	اندرون شہر	بمقام رہتک پھانسی پائی
۷ ـ	حیدر علی ولد بہادر علی معافیدار	"	"	"
۸ ـ	علی بخش ولد رسول بخش معافیدار	"	"	۸ رجمنٹ میں سوار تھا۔ بمقام رہتک پھانسی پائی
۹ ـ	صابر علی ولد رحم علی معافیداری	شیخ	اندرون شہر	۸ رجمنٹ میں سوار تھا بمقام روہتک پھانسی پائی
۱۰ ـ	رحیم الدین ولد عظیم اللہ	"	قلعہ	ضلع بلند شہر میں سواروں میں جمعدار تھا۔ بمقام بادلی پرگنہ جھجر شہید ہوئے۔
۱۱ ـ	نجف علی غیر بسوہ دار	"	اندرون شہر	رجمنٹ نمبر ا میں سوار تھے چھوچھک واس میں پھانسی پائی
۱۲ ـ	نجف علی شہادت علی غیر بسوہ دار	"	"	ایضاً
۱۳ ـ	رحمت اللہ ولد بدھو	قصاب	"	بھورے خاں تھانیدار کے قتل کے سلسلے میں رہتک میں پھانی پائی
۱۴ ـ	بدھو ولد رحمت اللہ	"	"	روہتک میں پھانسی پائی
۱۵ ـ	غلام حسن ولد سلطان	لوہار	"	ایضاً
۱۶ ـ	چونا ولد جھنڈا	قصاب	"	روہتک میں پھانسی پائی

۱۷ ۔ نواب ولد پیر بخش	قصاب	اندرون شہر	سانپلہ میں پھانسی پائی	
۱۸ ۔ جاگو خاں ولد اکبر خاں	راجپوت	"	پھانسی پائی	
۱۹ ۔ احمد ولد سلطان	قصاب	"	رہتک میں پھانسی پائی	
۲۰ ۔ جھونڈا ولد چھرو	راجپوت	"	پھانسی پائی	
۲۱ ۔ لاہیا ولد سنگی	قصاب	"	پھانسی پائی	
۲۲ ۔ داؤد	راجپوت	"	"	
۲۳ ۔ ہیرا	"	"	"	

مندرجہ ذیل افراد نے انگریزوں کی مدد کی اور اپنی قوم سے بے وفائی کی اور تحصیل جھجر میں انعام حاصل کیے

۱ ۔ صندل خاں ولد منی خاں	راجپوت	کلانور	رسالدار تھا موضع بابرہ ملا
۲ ۔ شہاب خاں ولد سمند خاں	"	"	چھوچھک واس بیڑ میں ۸۰۰ بیگھہ زمین ملی
۳ ۔ کامدار خاں ولد نامدار خاں	افغان	گوہانہ	کرنال میں تحصیلدار تھا تھا چھوچھک واس میں جاگیر ملی
۴ ۔ محمد کامدار خاں سکنہ گڑھی	نادار	"	پانی پت میں تحصیلدار تھا چھوچھک واس کی بیڑ میں زمین ملی
۵ ۔ چودھری نانک چند نمبردار بادلی			اس کا باپ گلاب سنگھ انگریزوں کو خبریں فراہم کرتا تھا نقد انعام ملا

نمبر	نام	انعام
۶ ـ	ٹھاکر اندر سنگھ کشن لعل سوجی سنگھ راجپوت سکنائے کوتانی	رسالدار تھے، بیڑ سونار والا اور بیڑ دادری میں بسوہ ملا۔
۷ ـ	منشی رام رچپال سکنہ جھجر	نقد انعام ملا۔
۸ ـ	چودھری انندرام سکنہ موڑی پرگنہ دادری	چھوچھک واس بیڑ میں زمین ملی
۹ ـ	ٹھاکر زنگ سنگھ	؍؍
۱۰ ـ	مصرلائق رام سکنہ بادلی	بادلی میں زمین ملی
۱۱ ـ	اودیرام رسالدار	موضع دونان علاقہ گوڑگانوہ میں ملا
۱۲ ـ	سردار خاں دفعدار	چھوچھک واس بیڑ میں زمین ملی

فروری ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے نہال چند کو معہ فوج مہاراج جموں باعزاز جھجر سے واپس روانہ کر دیا۔

کپتان ڈوائر کا مارچ ۱۸۵۸ء میں جھجر سے تبادلہ ہو گیا اور ان کی جگہ مسٹر کیمل ضلع روہتک سے تبدیل ہو کر جھجر میں تعینات ہوئے۔ پہلے جھجر کا انتظام فوجی تھا اور اس کے حاکم کو پولیٹکل ایجنٹ کہتے تھے۔ مگر بعدہ ضلع مذکورہ کو گورنمنٹ پنجاب میں شامل کر دیا گیا اور اس کے حاکم کو ڈپٹی کمشنر کہنے لگے۔ ○

مئی ۱۸۵۸ء میں قلعہ چھاؤنی جھجر کو انگریزوں نے سرنگ لگا کر بارود سے بالکل اڑا دیا

عبدالصمد خاں کی انگریزوں کے خلاف مہمات :۔ نواب عبدالرحمن خان کی گرفتاری کے بعد جنرل عبدالصمد خاں ۵ سو سواروں کے ہمراہ

○ تاریخ جھجر ص ۔ ۲۸۶

جھجر سے نکل گئے اور نارنول پہنچ کر اس کے تھانہ اور تحصیل پر قبضہ کر لیا اور سرائے نارنول پر مورچہ بندی کرلی۔(۱) جب یہ خبر جھجر پہنچی تو انگریزی فوج کچھ جھجر اور کانونڈ سے اور کرنل جیرارڈ (Gerard) کی سرکردگی میں دہلی سے ۱۰ نومبر کو ریواڑی پہنچی یہاں سواروں کے دو دستہ اور آملے اور انہوں نے کانونڈ کی طرف کوچ کیا یہاں کپتان سٹیفورڈ کی سرکردگی میں ہریانہ فیلڈ (Field) فورس کے دستہ آملے۔(۲) اوراس تمام فوج نے عبدالصمد خاں کو زیر کرنے کے لئے نارنول کی طرف مارچ کیا۔ جب انگریز فوجیں قلعہ کانونڈ اور نارنول کے وسط میں ندی کے اوپر پہنچیں تو عبدالصمد خاں کی طلایہ فوج نے جو کمین گاہ میں چھپی ہوئی تھی ان پر حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا اچانک اور سخت تھا کہ انگریز فوج پسپا ہو گئی۔ یہ کامیاب چھاپہ مارنے کے بعد انقلابیوں کی طلایہ فوج یہاں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئی تو انگریز فوج نے ان کا تعاقب کیا جب طلایہ سوار چنڈیل پہاڑی پر جو نارنول سے لب سڑک تین کوس کے فاصلے پر ہے پہنچے تو وہاں ایک دستہ انقلابی سواروں کا طلایہ کے ساتھ آملا اور انہوں نے مل کر انگریز فوج سے لڑنا شروع کر دیا۔ مگر شکست کھا کر پہاڑی کے عقب میں دو کوس کے فاصلہ پر جو ہڑ موضع نصیر پور پہنچے انگریز فوج ان کے پیچھے پہنچ گئی یہاں انقلابیوں نے سڑک کے اوپر ایک ٹیبہ کی آڑ میں چار ضرب توپیں لگائی ہوئی تھیں۔ پہلے دونوں جانب سے گولہ باری ہوئی اور پھر دست بدست لڑائی شروع ہو گئی اور دونوں طرف سے شمشیر زنی کے جوہر دکھائے جانے لگے۔ (۳)

برطانوی سواروں نے بائیں طرف چکر لگا کر انقلابیوں کے توپ خانہ پر قابو پالیا اور فرسٹ بنگال فوزیلیر (First Bengal Fusilier) نے پیدل فوج پر برتری حاصل کرلی اور آخر کار انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی۔

انقلابیوں کی کل جمعیت عبدالصمد خاں کی سرکردگی میں باغ حنا متصل

(۱) تاریخ جھجر ص - ۲۸۲ (۲) Two Native Narration P.353

(۳) تاریخ جھجر ص - ۲۸۲

نارنول میں جمع ہو گئی اور اپنا توپ خانہ نصب کر لیا۔ انگریزی فوج بھی پہنچ گئی اور جنگ کا آغاز گولہ ' توپ خانہ اور بندوقوں سے ہوا پھر دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ انقلابیوں کا پلا بھاری تھا۔ انگریزوں کو شکست کے آثار نظر آنے لگے برطانوی کمانڈر مسٹر جیرارڈ (Gerrard) تاریخ جھجر میں اس کا نام کرنیل جواڈ لکھا ہے) جو گھوڑے پر سوار سرخ وردی پہنے ہوئے تھا گولی لگنے سے مارا گیا اور اس کی جگہ مسٹر سٹین (Seaton) کمانڈر مقرر ہوا۔ اس لڑائی میں انگریزوں کا بڑا نقصان ہوا۔ کئی افسران مارے گئے۔ اور میجر پیرس اور کئی افراد زخمی ہوئے۔ (۱)

دوران جنگ راجہ جے پور نے غداری کی اور انقلابیوں پر یہ ظاہر کر کے کہ تمہارا مدد گار ہوں ان پر پیچھے سے حملہ کر دیا اس طرح انقلابیوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ نارنول کی فتح کے بعد کرنل ڈاک لارنس نے لوگوں کو دلاسا دے کر دوبارہ آباد کیا۔

شہزادہ فیروز شاہ (۲) جو انگریزوں سے برسرپیکار تھے آگرہ سے شکست کھا کر میوات کی طرف آئے۔ یہاں سے جنرل عبدالصمد خاں اور فضل علی رسالدار کو ساتھ لے کر لکھنؤ پہنچے۔ لکھنؤ میں حضرت محل کی انگریزوں سے جنگ جاری تھی۔ بخت خاں بھی دہلی سے نکل کر لکھنؤ پہنچ چکے تھے۔ حضرت محل نے ان مجاہدین کا خیرمقدم کیا۔ (۳) مارچ ۵۸ء میں جب لکھنؤ پر انگریزوں کا تسلط ہوگیا۔ تو حضرت محل' شہزادہ فیروز' جنرل عبدالصمد خاں اور مولوی احمد اللہ شاہ مئی ۵۸ء میں شاہجہاں پور پہنچ گئے۔ اور پھر بریلی پہنچے۔ آخر کار جنوری ۵۹ء میں فیروز شاہ' امام علی وردی اور عبدالصمد خاں پاٹن (۴) کے علاقہ میں جمع ہوگئے۔

---

(۱) تاریخ جھجر ص ـ ۲۸۳' Two Native Narration P.353
(۲) ۵۷ء کے ہیرو ص ـ ۴۴ ' ۱۸۵۷ء کے مجاہد ص ـ ۱۲۳ (۳) لیل و نہار ص ـ ۳۸ (۴) لیل و نہار ص ـ ۴۸

(○) جنرل عبدالصمد خاں جنگی تیاریوں میں مصروف رہا اور اتنی قوت بہم پہنچائی کہ ماہ مارچ ۱۸۵۹ء میں اس نے دوسری مرتبہ نارنول کے علاقہ میں قصبہ پاٹن تک قبضہ کر لیا اس کے مقابلہ کے لئے انگریز، ضلعہ کانونڈ اور مہاراجہ پٹیالہ کی مشترکہ افواج پہنچیں سخت معرکہ کے بعد عبدالصمد خاں نے شکست کھائی اور راجستھان کی طرف چلا گیا اور جھڑپیں جاری رکھیں انگریز اور راجا والی فوج اس کے تعاقب میں رہیں۔ انگریز حکومت نے ایک اشتہار اس امر کا کرایا کہ جس شخص نے زمانہ بدامنی میں کسی رعایا انگریزی کو بے بس کر کے قتل نہ کیا ہوگا اور وہ ترک بغاوت کر کے سرکار میں حاضر ہو جائے تو اس کا قصور معاف کیا جائے گا اور اگر وہ سرغنہ اور سردار ہوگا تو جاں بخشی تو اس کی ہوگی لیکن وہ تحقیقات اور دیگر سزا سے بری نہ ہوگا۔

عبدالصمد خاں نے مجبوراً اپنے آپ کو مہاراج بیکانیر کے حوالہ کر دیا۔ اس کی سفارش اور دیگر لوگوں کی کوشش سے گورنمنٹ کو ایک خاص رپورٹ بھیجی گئی تب اس کا قصور اس شرط پر معاف ہوا کہ وہ اپنے گھر میں قیام کرے۔ اس مرد مجاہد نے ڈیڑھ سال بعد بتاریخ سوم ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء بمقام سھنور علاقہ پٹیالہ میں وفات پائی۔

جنرل عبدالصمد خاں حضرت شاہ محمد رمضانؒ شہید مہمی کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ جرنیلی کے زمانہ میں مرشد کے خدمت میں درویشانہ عجز و نیاز کے ساتھ حاضر ہوتے تھے یہاں تک کہ مرشد کی شہادت کے بعد عرس کے موقع پر ہاتھیوں کا جلوس اور ایک مکمل فوجی دستہ لے کر آتے تھے اور مرشد کی خانقاہ کو دور ہی سے دیکھ کر سواری سے اتر جاتے اور پیادہ پا خانقاہ تک آتے۔ جب بعض لوگوں نے اس غیر معمولی عجز و نیاز کا سبب پوچھا تو جناب جنرل نے جواب دیا کہ " یہ سب جاہ و جلال آنجنابؒ کی دعا کا صدقہ ہے' ورنہ جس دن میں مرید ہوا تھا تو پانی کے پیالے کے سوا مجھے اور کچھ میسر نہ تھا۔ پس میں اپنے مربی و

(○) تاریخ جھجر ص - ۲۹۱

محسن کی خدمت میں متکبرانہ کیونکر آؤں۔

مرشد کے انتقال کے بعد ان کے مقبرہ کا گنبد ۱۲۵۶ ھ میں جنرل عبدالصمد خاں نے تعمیر کرایا۔ (۱)

ریاست جھجر کی تقسیم : ۔ ۱۸۵۷ء کے اس ہنگامہ میں مہاراجہ جیند نے انگریزوں کی مدد کی تھی جس کے عوض انگریز سرکار نے راجہ سروپ سنگھ کو دادری کا چھ سو مربع میل کا علاقہ عطا کر دیا۔

مہاراجہ پٹیالہ نے بھی ان ایام میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا لہٰذا ان خدمات کے صلہ میں انگریز سرکار نے مہاراجہ پٹیالہ کو دلی میں ملکہ زینت محل کے کے علاوہ نواب جھجر کی ضبط شدہ ریاست کا پرگنہ نارنول جس کی مالیہ کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی ماہ اگست ۱۸۵۸ء میں شاہی حقوق اس شرط پر دیئے کہ وہ کسی عام خطرہ یا ملکی بد امنی کے موقع پر انگریز سرکار کو فوجی امداد مہیا کریں گے۔ مہاراجہ نابھ سری راجہ ہرپور سنگھ کو بھی انگریزوں نے اس کی وفاداری کے صلہ میں پرگنات بادل اور کانٹی کے علاقہ عطا کیے۔ یہ علاقہ ضبط شدہ ریاست جھجر کا حصہ تھے اور ان کا سالانہ مالیہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ تھا۔ ضلع جھجر میں صرف جھجر ' بادلی کانونڈ اور بد ہوانہ چار پرگنات باقی رہے۔

۷ اپریل ۱۸۵۹ء کو مسٹر کیمل ضلع جھجر سے تبدیل ہو گئے اور کام کپتان ڈوائر کے سپرد کر دیا۔

یکم مئی ۱۸۵۹ء کو کپتان فنڈل بعہدہ ڈپٹی کمشنر جھجر مقرر ہوئے اس کے عہد میں شہرپناہ اور اندرون بازار شہر پختہ سڑک تعمیر ہوئی۔ (۲)

(۳) ماہ جون ۱۸۶۰ء میں پرگنہ کانونڈ اور بد ہوانہ مہاراجہ پٹیالہ کو دیئے گئے اور ضلع جھجر شکست ہو کر پرگنات جھجر اور بادلی ضلع روہتک میں شامل

---

(۱) ہادی ہریانہ ص ۔ ۷۹ ۔ ۸۰ (۲) تاریخ ضلع روہتک و تاریخ جھجر ص ۔ ۲۹۰ (۳) تاریخ جھجر ص ۔ ۲۹۷

کر دیئے گئے۔ اور مسٹر فنڈل سے کپتان ہاز ڈپٹی کمشنر روہتک نے چارج لے لیا۔ اسی زمانہ میں نواب جھجر کے مکانات کا ملبہ فروخت ہونا شروع ہو گیا۔ انگریز حکومت نے تمام لوگوں پر جن کی سالانہ آمدنی دو سو روپے سے پانچ سو روپے تک تھی ان پر دو روپے سالانہ اور اس سے زائد آمدنی پر پانچ فیصدی سالانہ محصول مقرر کیا۔ تمام اہل حرفہ یعنی دستکار لوگوں سے بیاہ شادی و دیگر رسومات کے موقعہ پر سرکاری ٹیکس وصول کیا جانے لگا۔

۱۸۶۱ء میں چھاؤنی جو ویران پڑی تھی۔ وہ زمین سابق مالکان کو دیدی گئی۔ اسی سال کاغذ کے نوٹ جاری ہوئے۔

۲۲ دسمبر ۱۸۶۱ء کپتان اسٹن نے کپتان ہاز سے ڈپٹی کمشنر روہتک کا چارج لیا۔

مئی ۱۸۶۲ء میں میجر کریم ضلع دہلی سے ڈپٹی کمشنر ضلع روہتک مقرر ہوئے اور اسی سال ندی سہابی میں سیلاب آگیا جس سے قصبہ جھجر کے بعض دیہات جنوبی غرق ہو گئے۔

۱۸۶۳ء میں زور شور سے ٹڈی دل آیا جس سے کاشت کو بڑا نقصان پہنچا۔ ٹڈیوں کو تباہ کرنے کے لئے کئی تدابیر اختیار کی گئیں مثلاً" فی ٹڈی پکڑنے کا نرخ مقرر کیا۔ سربر آوردہ لوگوں کو حکومت کی طرف سے اس کام میں حصہ لینے پر انعامات دیئے گئے۔ اس سال ندی سہابی میں پھر طغیانی آگئی اور بادلی کے اکثر دیہات غرق ہو گئے۔

۱۸۶۴ء میں دو مدرسے زنانہ قائم ہوئے ایک مدرسہ ناگری باہتمام بہاری لال پنڈت اور دوسرا فارسی ہتمام امجد علی میاں جی۔ اسی سال لاہور میں عجائب گھر قائم ہوا۔ چنانچہ اس میں نمائش کے لئے غلام نبی خاں تحصیلدار جھجر نے جھجر سے کنج کی چوڑیاں مٹی کے برتن ۔ لگان آہنی ساختہ گوڑیانی سنگ لرزاں کوہ کلیانہ اور موتی ہائے نقوہ ساختہ موضع کسہنہ علاقہ کانونڈ بھجوائے۔

۱۹۰۹ء میں منعقدہ نمائش میں جھجر کی مٹی کے برتن پھر رکھے گئے۔ اور دونوں نمائشوں میں کمہاروں کی بنائی ہوئی مصنوعات میں صوبہ بھر میں بہترین قرار دیئے گئے۔

باب سوم

حالات بزرگان دین جھجر

از کتاب اخبار الاخیار

مولفہ

مولوی غلام محمد خاں جھجری

ذکر حضرت شاہ ولایت غازی کمالؒ : جھجر کی آبادی سے پہلے سے آپ یہاں آسودہ ہیں۔ کسی شخص کو آپ کے صحیح حلات معلوم نہیں ۔ لیکن ذکر کرتے ہیں کہ راجہ پتھورا کی سرکوبی کے واسطے سید حسن کے ہمراہ ولایت سے تشریف لائے تھے۔ دوران جہاد موضع جھولری میں کسی شخص نے آپ کا سر تن سے جدا کردیا۔ اور آپ بے سر جھولری سے سولہ کوس پر جھجر آئے۔ جب آپ اس جگہ جہاں آپ کا مزار مبارک ہے پہنچے تو کنویں پر چند ہندو مستورات پانی بھر رہی تھیں۔ آپس میں کہنے لگیں کہ سخت تعجب ہے کہ سوار بغیر سر کے جارہا ہے۔ یہ سن کر آپ گھوڑے سے زمین پر آرہے۔ اور وفات پائی۔

موضع جھولری[1] میں جہاں آپ کا سر مبارک ہے اس جگہ بھی قبر بنوادی۔ وہ جگہ بھی زیارت گاہ خلق الہ ہے۔ محمد عادل فرماتے ہیں کہ :

جھجر کی ولایت آپ کی ہے از روئے ظاہر و باطن جس کسی کو جھجر کی ریاست یا خلافت پر مقرر کیا جاتا ہے وہ آپ کے مشورہ سے ہوتا ہے۔ نقل ہے کہ جب درگاداس کی فوج نے جھجر کا محاصرہ کیا ایک رات محمد مہتاب شاہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اے مہتاب شاہ معتقد سے کہو کہ فوج ہنود کے حملہ سے اس طرف تم خبر رکھو اور اس طرف سے ہم اور

---

[1] نوٹ : ۔ پنجاب سٹیٹ گزیٹیر جلد سوم (ا) دوجانہ سٹیٹ مطبوعہ ۱۹۰۴ء کے مطابق شاہ غازی کمالؒ کا مزار بہو میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ غازی کمالؒ عرب سے میراں سید حسن جن کا مزار اجمیر میں ہے کے ساتھ تشریف لائے۔ حاکم دہلی کے ساتھ ایک جنگ میں وہ جھجر میں شہید ہوگئے ان کا سر تن سے جدا ہوگیا۔ اور وہیں میدان جنگ میں پڑا رہا۔ جب کہ ان کا گھوڑا ان کے جسم کو لئے ہوئے ۲۶ میل کے فاصلہ پر بہو میں لے آیا۔ یہاں اس وقت بلوچ حاکم نے ان کی تدفین کی اور ان کی قبر پر ایک مقبرہ بنوادیا قرب و جوار کے دیہات میں یہ مزار بڑا محترم ہے۔ ہر جمعرات کو چراغاں اور چڑھاوے کئے جاتے ہیں۔

حافظ عبداللطیف خبر رکھیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی برکت سے شہر محفوظ رکھا۔

نوٹ : ۔ فسادات ۱۹۴۷ء کے زمانہ میں راقم (مرزا بشارت علی) کا ایک خواب۔

"دہلی دروازہ میں ہمارا محلّہ کے چاروں طرف ہندو جاٹ اور بنئے آباد تھے۔ اس وجہ سے تمام اہل محلّہ اندرون شہر منتقل ہوگئے جب بلوائیوں نے چاروں طرف سے شہر کا محاصرہ کرلیا تو شہر میں داخل ہونے کے تمام راستوں پر مسلمان مسلح ہو کر پہرہ دیتے۔ کھاری کوئی محلّہ کے ایک مکان کی چھت پر چار نوجوان متعین تھے جن میں میں بھی شامل تھا۔ ہم چاروں نے طے کیا کہ دو افراد آدھی رات تک جاگ کر پہرہ دیں گے اور دو سو جائیں گے آدھی رات کے بعد ڈیوٹی بدل جائے گی۔ میں اور میرے ساتھی کے ذمہ رات کے پہلے حصہ میں جاگ کر پہرہ دینا تھا۔ اتفاقاً" ہلکی ہلکی بارش ہوگئی اور موسم بہت خوشگوار ہوگیا۔ آدھی رات کے بعد میری سونے کی بار آگئی لہٰذا میں سوگیا۔ خواب میں مجھے نظر آیا کہ میں اپنے گھر کی چھت پر کھڑا ہوں۔ اتنے میں کچھ شور و غل ہوا اور میں نے دیکھا کہ شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ دہلی دروازہ کے دونوں جانب سے ہرے رنگ کے پٹکے باندھے ہوئے افراد قطار میں آئے اور انہوں نے کچھ گایا۔ جس میں اللہ کی حمد اور نبیؐ پر درود پڑھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنے فرشتوں کو شہر کی حفاظت کے لئے **بھیجدیا** ۔ کیونکہ ہمارا شہر بلوائیوں کے محاصرہ کے باوجود محفوظ و مامون رہا۔"

مولوی غلام محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جھجر میں بارش نہیں ہوئی۔ انہیں ایام میں بھائی جی احتشام الدین سجادہ نشین درگاہ قلندرؒ صاحب پانی پتی جھجر میں موجود تھے۔ ہم چند افراد ان کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بارش

کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے جواب دیا کہ خالی دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔ دعا کے ساتھ کچھ مشقت و محنت اور عاجزی بھی کرو۔ فرمایا کہ حضرت شاہ غازی کمال" کے مزار پر شہر کے چیدہ چیدہ اشخاص جو پابند صوم و صلوٰۃ ہوں جمع ہوکر ایک یا تین بیٹھک میں سوا لاکھ مرتبہ دورد شریف پڑھیں اور رب العزت سے رو رو کر بارش کے لئے دعا مانگیں۔ ان کے فرمانے کے بموجب تقریباً" پچاس آدمی جمع ہوئے اور بعد نماز عصر مزار مبارک پر حاضری دی اور دورد شریف کا ورد کیا۔ اسی طرح دوسرے اور تیسری دن پورے سوا لاکھ درود شریف ختم کیا۔ ابھی ختم بھی نہ کرپائے تھے کہ آسمان پر بادل نمودار ہوئے اور بوندا باندی شروع ہوگئی۔ دعا مانگی۔ اب کیا تھا موسلا دھار بارش ہوئی۔ ہم لوگ پانی میں سے ہوتے ہوئے اپنے گھروں کو پہنچے۔ آپ کا عرس سترہ رجب کو ہوتا ہے

ذکر احوال حضرت سید اختیار الدینؒ : آپ حضرت شاہ ولایت غازی کمال کے بھانجے ہیں۔ مسجد کے صحن کے پاس آپ کا مزار ہے۔ جس محلہ میں آپ کی قبر ہے وہاں چور بہت کم آتے تھے۔ ایک مرتبہ چند چور اس محلہ کے ایک گھر میں چوری کی نیت سے گئے۔ مالک مکان ہوشیار ہوگیا۔ چور بھاگ کر آپ کے مزار کے درختوں پر چڑھ گئے۔ شور سن کر کوتوال شہر پہنچا۔ ایک چور جو اندھا ہوگیا تھا پکڑلیا۔ اس نے بیان کیا کہ ہم سب اچھے تھے جب اس قبر کے پاس آئے سب اندھے ہوگئے۔ باقی چور مزار کے احاطہ سے نکل کر اچھے ہوگئے۔

احوال سید محمدؒ : آپ کا مزار شہر کے درمیان ہے۔ آپ لکڑ موڑ کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک حاکم وقت کا آپ کے مزار کے پاس سے گذر ہوا۔ اس کی پگڑی آپ کے مزار کے درخت کی شاخ میں الجھ گئی اور گرپڑی حاکم نے غصہ میں حکم دیا کہ علی الصبح اس شاخ کو کاٹ دو۔ صبح دیکھا تو وہ شاخ زیادہ بلند ہوگئی

ہے۔ حاکم یہ کرامت دیکھ درخت کٹوانے سے باز آیا۔

احوال خواجہ بایزیدؒ : حضرت بایزید دو بھائی تھے۔ دوسرے بھائی کا نام طٰہ تھا۔ یہ بھی بزرگ تھے۔ طٰہ نے جھجر سے جاکر دادری خورد اپنے نام پر آباد کی۔ بایزید جھجر میں رہے۔ ایک روز ان کے لڑکے عثمان نے باپ سے کچھ کھانے کو طلب کیا۔ آپ نے بغل سے دو گرم روٹیاں نکال کر دیں۔ عثمانؒ نے بھی بغل سے میوہ بے موسی نکالا۔ باپ نے بیٹے کی یہ کرامت دیکھ کر فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ تو اس درجہ و مرتبہ کا ہے

احوال حضرت خواجہ عثمان بن بایزیدؒ : آپ نہایت بزرگ اور صاحب کرامت تھے۔ تمام شہر پر حاکم تھے۔ نقل ہے کہ مسی بہرام رئیس جھجر جد اعلےٰ افغاناں جھجر فوت ہوگیا اور ایک لڑکا کم عمر چھوڑا۔ بہرام کے بھائیوں نے چاہا کہ اس کی ریاست پر قبضہ کرلیں۔ خواجہ نے یہ حال دریافت کرکے فرمایا کہ میں جس طرح کہوں اس پر عمل کرو۔ خواجہ نے سوم کے دن ایک دستار پیراہن بہرام کے بیٹے ملک بڈا کو عنایت کی اور کہا کہ سرداری اس لڑکے کا حق۔ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑا کیا ہے۔ اس وقت سے ملک بڈا کی اولاد میں سرداری چلی آتی ہے۔

ملک بڈا کا دادا ایرانی تھا۔ مولانا فضل علی شاہ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کے رمضان میں ایک دن تراویح پڑھنے کے بعد ایک جماعت کے ساتھ خواجہ کی زیارت کو روضہ میں گیا۔ ہم سب نے دیکھا کہ اس وقت ایک طاؤس زریں بال جس کے پاؤں میں خلخال پڑی ہوئی تھی اڑ کر ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ آپ کی روح بھنے ہوئے چنے اور گڑ سے خوش ہوتی ہے۔ لہٰذا عقیدت مند بروز جمعہ بھنے چنے اور گڑ پر آپ کی فاتحہ روضہ میں جاکر دلاتے۔ آپ کا مزار حضرت بایزیدؒ کے روضہ بجانب قبلہ ہے۔

بیان سید سلیمان عرف جالا شہیدؒ : آپ حضرت شاہ ولایت غازی کمالؒ کے ہم عصر تھے آپ کا مزار محلہ ہندوستانیاں میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی قبر کے درمیان ایک درخت اگا۔ جب درخت بڑا ہوگیا۔ اچانک قبر پھٹ گئی اور درخت معہ جڑ دوگز کے فاصلہ پر ہٹ گیا۔ اب تک اس درخت کی شاخوں نے قبر پر سایہ کیا ہوا ہے۔

بیان خواجہ علی چشتیؒ : محلہ ہندوستانیاں جانب جنوب حضرت پیر معزالدین کی زیارت کے راستہ پر نہایت غریبانہ آسودہ ہیں۔ ایک دن ایک شخص نے سید فضل علی شاہؒ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں حضرت علی چشتیؒ کے مزار پر بیٹھا تھا کہ اچانک ہاتھ مین ورم ہوگیا۔ اور شدید درد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ شاید تجھ سے کوئی گستاخی ہوگئی ہے۔ اس نے اقبال کیا کہ بے شک میں اس وقت بے غسل تھا۔ میرا قصور معاف کرادیں۔ چار روز بعد اس کا ہاتھ اچھا ہوگیا۔

بیان پیر معزالدین بن کریم الدینؒ : آپ پر سکر اور مستی غالب تھی۔ اکثر منہ پر برقعہ رکھتے۔ محلہ انصاریاں عرف شیخ پورہ میں آپ پیدا ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔ آپ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک درویش سے ملاقات سونا پال تالاب پر ہوگئی۔ درویش کی توجہ سے وہ دنیا سے تائب ہوکر ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہوگئے۔ نقل ہے کہ آپ کے عہد میں پٹھانوں کے دو قبیلے میرانے اور چکی آباد تھے۔ جب آپ محلہ میران میں جاتے تو میرانی آپ کی تعظیم و تکریم کرتے اور محلہ چکیاں میں قبیلہ چکی توہین کرتے۔ ایک مرتبہ چکی قبیلہ کے نوجوانوں نے بطور مذاق ایک لڑکے کو چارپائی پر لٹاکر اور سفید چادر اوڑھاکر آپ سے جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جب اس پر سے چادر اٹھائی تو وہ لڑکا مرگیا تھا۔ چکی قبیلہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ختم ہوگیا۔ اور سرداری میرانی قبیلہ میں رہی اور خوشحالی پائی۔

ذکر مولانا منکن بن ابراہیم بن اسمٰعیل عباسیؒ : آپ عابد اور زاہد تھے۔ مزاج میں مسکینی اور بیچارگی بہت تھی اپنے کپڑے دھوبی کے گھر خود دینے کے لئے چلے جاتے۔ آپ کے ایک مرید رومی خاں جو شاہی ملازم تھا' نے آپ کے واسطے بازار میں ایک مسجد بنوائی جو اب تک ہے۔ آپ اس مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے دو لڑکے تھے۔ عبدالرحمٰن و عبدالصمد دونوں نہایت بزرگ تھے۔ رحمت اللہ علیہ۔

ذکر مولانا عبدالرحمٰن بن مولانا منکنؒ : آپ صاحب خلوت اور ترک و تجرید تھے۔ چنانچہ ہفتہ میں ایک بار بروز جمعہ نماز کے واسطے گھر سے نکلتے تھے۔ آپ کثیر الاولاد تھے۔

ذکر مولانا عبدالصمد بن مولانا منکنؒ : آپ اپنے والد کے مرید تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص دعوت میں بلاتا تو آپ غریبوں اور مسکینوں کے پاس اس غرض سے بیٹھتے کہ ان غریبوں کو اچھی طرح کھانا پہنچے۔ ایک درویش کمر سے سینہ تک رسی باندھے ہوئے مسجد میں آیا۔ اور کہا "ملاں پانی پلا" آپ پانی لائے درویش نے کہا کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مٹکے پانی سے بھرے ہوئے ہیں پی لیں۔ فقیر نے سب پانی پی لیا۔ اور کہا "اور پانی لا" عرض کیا کہ سقہ کو بلالاؤں۔ کہا "بلالا" اگر دریا لاوے گا تو اس کو بھی پی جاؤں گا۔ پس مسجد کے ایک در سے مولانا اٹھے اور دوسرے سے فقیر۔ جب مسجد کے صحن میں پہنچے تو فقیر غائب تھا۔ لوگوں نے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھا۔ فرمایا "خضر علیہ اسلام تھے"۔

ذکر بابا گوپالؒ : آپ ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جب سن بلوغ کو پہنچے فقیری اختیار کرلی۔ اور سیر کرتے ہوئے بابا کمالؒ کی خدمت میں پہنچے۔ اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرکے آپ کے مرید ہوگئے۔ علم جوگیاں میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ سیر کرتے ہوئے جھجر آئے اور یہیں سکونت اختیار کی۔ نقل

ہے کہ ایک مرتبہ چند فقیروں کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔ ایک جگہ بیٹھے تھے کہ سامنے سے مست ہاتھی آیا۔ فیلبان نے آواز دے کر کہا کہ راستہ سے ہٹ جاؤ ہاتھی مست آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں ہم خود مست ہاتھی ہیں۔ ہاتھی نے باباگوپالؒ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ اور دیر تک آپ کے گرد پھرا۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو کچھ نقدی آپ کے پاس بھیجی۔ باباگوپالؒ نے منظور نہ کی۔ اور واپس کردی۔ بادشاہ نے تین سو بیگھ زمین پختہ کا فرمان لکھ کر آپ کے پاس بھیجدیا۔ آپ کا انتقال ایک سو پچاس سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مزار جھجر شہر میں مشرق کی طرف متصل دروازہ گھوسیاں واقع ہے۔

ذکر سید داوٴدؒ : سید داوٴدؒ باباگوپالؒ کے مرید تھے۔ آپ کا تکیہ بدایوں میں تھا۔ سید داوٴد نے وقت رحلت فرمایا کہ بعد انتقال میرا تابوت جھجر لے جاکر میرے پیر کے مزار کے پاس دفن کرنا۔ لہٰذا وفات کے بعد آپ کو باباگوپالؒ کے مزار کے قریب دفن کردیا گیا۔ جس میں مداریہ فرقہ کے فقیر ۱۹۴۷ء تک آباد تھے۔ ذکر ہے کہ ایک مرتبہ فقرا اس ملک سے جو بادشاہ نے باباگوپالؒ کو دی تھی غلہ لا رہے تھے کہ حاکم نے فقرا کو اس جرم میں کہ ہمارے حکم کے بغیر کیوں غلہ لے گئے قید کردیا۔ جب سید داوٴدؒ نے بدایوں میں یہ خبر سنی تو فرمان شاہی پھاڑ ڈالا اور کہا کہ بادشاہ کا فرمان نکما ہے۔ فقیروں کو ملک الٰہی کافی ہے۔

ذکر شاہ چمکوؒ : آپ مجذوب اور صاحب حال تھے۔ اور تنہائی پسند تھے اکثر اوقات قبرستان میں رہتے۔ آپ کا مزار یار وفادارؒ کے مزار سے مشرق کی طرف ہے۔ نقل ہے کہ ایک شخص مولا نامی عطار آپ سے بہت اعتقاد رکھتا تھا۔ وقت بیوقت آپ کے پاس چلا جاتا۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ اے مولا ہمارے پاس بیوقت مت آیا کرو۔ اتفاقاً" مولا ایک رات آپ کے پاس چلاگیا۔ پوچھا کون ہے

عرض کیا کہ مولا ہوں۔ فرمایا جا اور لوگوں کے گھروں سے خاک اٹھایا کر۔ یہ سن کر مولا برہنہ ہوگیا۔ اور دیوانہ وار گھروں سے کوڑا کرکٹ سر پر اٹھا کر لے جاتا۔ اس کی بیوی اپنے چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر شاہ چمکوؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا شوہر بچوں والا ہے۔ اس پر مہربانی فرمائیں۔ آپ نے حکم دیا کہ جا اسے ہمارے پاس بھیجدے۔ عورت واپس آئی راستہ میں دیکھا کہ اس کا شوہر خاکستر لا رہا ہے۔ عورت نے کہا کہ تجھ کو شاہ چمکو بلا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی مولا ہوش میں آگیا اور کہا کہ میں برہنہ کیوں ہوں۔ فورا" اپنا ستر ڈھانپ کر شاہ چمکوؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ذکر حضرت یار وفادارؒ : آپ اس شہر کے بندگان قدیم میں سے ہیں۔ آپ کا مزار عرصہ دراز تک مخفی رہا۔ ایک روز نواب فیض محمد خاں ہاتھی پر سوار تالاب بواوالہ سے شہر کو آرہے تھے۔ جب سواری مزار کے قریب پہنچی ہاتھی خود بخود چلنے سے رک گیا۔ نواب صاحب بڑے عقلمند تھے۔ فورا" یہ معما سمجھ گئے۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت اگر میرا ہاتھی یہاں سے روانہ ہوجائے تو میں آپ کا مزار بنوادوں گا۔ ہاتھی فورا" روانہ ہوگیا۔ کوٹھی پر پہنچ کر نواب بھول گیا۔ رات کو بشارت ہوئی کہ جلد ہمارا مکان تیار کرا۔ تب نواب نے ایک چبوترہ اونچا بنوا کر زیارت تیار کرادی۔ آپ کا مزار لب سڑک شہر سے باہر دہلی دروازہ بواوالہ تالاب کی جانب ہے۔ (راقم کے آباؤ اجداد حضرت یار وفادارؒ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ اور ان کے مزار کے زیر سایہ ہر سال دسویں محرم کو شربت کی سبیل لگایا کرتے تھے۔ بشارت علی)۔

ذکر حضرت گنج رواں عرف کیھو والاؒ : آپ کا تعلق طریقت میں سلسلہ سہروردیہ سے ہے۔ اور شہر کے قدیم بزرگان میں سے ہیں۔ جھجر کی ولایت

پہلے آپ کو تھی۔ جب شاہ غازی کمال" تشریف لائے تو ولایت ان کو تفویض ہوئی۔ نقل ہے کہ ابتدائی آبادی چند ہندو دہقانوں پر مشتمل تھی۔ ان کے لڑکے جنگل میں مویشی چرا رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جنازہ ہوا میں معلق چلا آتا ہے۔ دل میں حیران تھے کہ دیکھا وہ جنازہ ہوا میں سے زمین پر اترا۔ اور بہت آدمی غیب سے ظاہر ہوئے اور قبر کھود کر جنازہ کو دفن کر کے غائب ہوگئے۔ لڑکوں نے یہ ذکر بستی میں کیا۔ کہتے ہیں کہ جب اہل اسلام اس شہر میں آباد ہوئے دیکھا کہ آپ کے مزار کے پاس گنجان درخت ہیں اور اکثر آدمی وہاں رفع حاجت کرتے ہیں۔ جعفر شاہ درویش نے لوگوں کو وہاں پخانہ کرنے سے منع کیا۔ اور درخت کاٹ ڈالے رات کو بشارت ہوئی کہ ہمارا نام گنج رواں ہے اور یہ مکان جو تونے صاف کیا ہے ہماری ملکیت ہے۔ تیرے منع کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہوگئی ہرگز آئندہ منع نہ کرنا۔ کیونکہ اب آدمیوں کو ہم سے یہی فائدہ سہی۔ دل سکھ بقال نقل کرتا ہے کہ حسن شہید" کو مجھ سے انسیت تھی۔ ان کی توجہ سے مجھ پر بھی حالت جذبانہ طاری ہوجاتی۔ ایک روز میرے والد نے مجھ کو کوٹھری میں بند کرکے قفل لگادیا۔ مجھ پر اس وقت حالت جذب طاری ہوئی اور میں باہر نکل آیا۔ حضرت حسن شہید" میرے منتظر تھے مجھ کو اپنے ساتھ گنج رواں کے مزار پر لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ فرش دلکشا بچھا ہوا ہے اور نورانی لوگوں کا مجمع ہے۔ یہ مجلس حضرت گنج رواں کی ہے۔ مجھ کو حسن شہید کے ہمراہ دیکھ کر فرمایا کہ اس کو کیوں ساتھ لائے ہو۔ یہ راز ظاہر کردے گا۔ بہت دیر حقانی گفتگو کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

حضرت مولانا سید فضل علی شاہ" فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعرات کے دن میں اور حضرت مخدوم احمد عرف دھومن شاہ ایک جماعت کثیر کے ساتھ بواوالہ تالاب سے آرہے تھے۔ حضرت گنج رواں کے مزار پر ایک بشکل شیر خاں افغان مراقب بیٹھا ہوا ہے۔ ہم کو تعجب ہوا کہ شیر خاں کو مراقبہ سے کیا تعلق۔ جب ہم

مزار کے قریب پہنچے۔ وہ شخص غائب ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن تھا یا مرد رجال الغیب۔ ۱۸۹۸ء میں حاکم جھجر نے مزار کی درستی کرادی تھی۔ آپ کا مزار مقابل دروازہ گھوسیاں متصل شہر بیرون حجرہ شاہ عبدالصبور جانب شرق واقع ہے۔

ذکر حسن شہیدؒ : آپ علوم ظاہری وباطنی اور صورت و سیرت و فیض بخشے سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ نورالدین جہانگیر بادشاہ کے عہد میں قصبہ کوٹ کلاں کے رئیس کی ایک لڑکی مسماۃ بوا آپ کی مرید تھی۔ چونکہ بوا کی اور آپ کی شادی نہ ہوئی تھی بوا کے حسن اعتقاد کی وجہ سے آپ کو بوا سے محبت تھی۔ عوام کو اس محبت کی وجہ سے خیال دیگر ہوا۔ اور چاہاکہ کسی طرح ان میں جدائی ہوجائے۔ اتفاقا" انہی دنوں میں بادشاہ نے بوا کے باپ کو کسی لڑائی میں بھیجنا چاہا۔ بوا کے باپ نے لڑکی سے کہا کہ تو حضرت حسن سے عرض کر کہ میری عیوض اس لڑائی میں تشریف لے جاویں۔ بوا نے اپنے باپ کے کہنے کے بموجب حضرت حسنؒ سے عرض کیا۔ آپ نے منظور کرلیا۔ اور جنگ میں شریک ہوئے۔ اگرچہ آپ کی توجہ سے جنگ میں فتح ہوئی مگر آپ اس جنگ میں شہید ہوگئے۔ لشکریان نے آپ کو دفن کرنا چاہا۔ مگر جب جنازہ کو قبر کی طرف لاتے تو جنازہ نہیں جاتا۔ اور جب جھجر کی طرف لاتے تو چلتا تھا۔ مجبورا" آپ کا تابوت جھجر لایا گیا۔ بوا نے اپنے باپ سے کہا کہ میں شادی نہیں کروں گی۔ میرے لئے جو کچھ آپ نے رکھا ہے مجھے دیدو۔ لہٰذا اس کے باپ نے دیدیا۔ بوا نے تالاب بوا والہ بنوایا۔ اور تالاب کے متصل ایک عمدہ مقبرہ و مسجد پر فضا سنگ سرخ سے تعمیر کرائے۔ اس مقبرہ میں حسن شہید کو دفن کیا گیا۔ چند دن بعد بوا بھی مرگئی۔ اس کو بھی آپ کے مزار کے پاس دفن کردیا گیا۔ قطعہ تاریخ اس طرح کندہ ہے :-

بدور جہانگیر شاہ جہاں
شد ایں روضہ پر نور حسن شہید
تواریخ ایں روضہ راکسے
ہزار وسی و پنج سالش کشید ۱۰۳۵ھ

بیان حاجی دائم خاںؒ : آپ سیاح تھے اور اہل طریقت میں ملامتیہ مسلک رکھتے تھے حضرت علی ہجویریؒ اپنی تصنیف "کشف المحجوب" میں فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ طریقت نے اصلاح اور تربیت نفس کے لئے ملامت کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس کا مطلب شریعت کی خلاف ورزی کئے بغیر ظاہر میں ایسی روش اختیار کرنا ہے کہ لوگ ان کو ملامت کریں۔ نقل ہے کہ ایک روز حاجی دائم خاں نے کمانگراں سے ایک پیسہ کے واسطے بہت اصرار کیا۔ مولانا فضل علی شاہ کے جد امجد سید امجد علی نے آپ سے کہا کہ فقرا کو ایک پیسہ کے لئے اس قدر اصرار نہ کرنا چاہئے۔ حاجی دائم خاں واپس چلے گئے اسی رات سید امجد علی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سرور کائناتؐ کی مجلس آراستہ ہے تخت سواری کا پایہ حاجی دائم خاں پکڑے ہوئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے امجد ہمارے مستوں کو مت ستایا کرو۔ اور حاجی دائم خاں کی نسبت جو تم سے پے درپے وقوع ہوئے ہیں۔ پانچ ٹکے اپنے پاس سے دو۔ علی الصبح حاجی دائم خاں سید امجد کے پاسس گئے اور اپنا مقررہ طلب کیا۔ سید امجد نے پانچ ٹکہ دیدئے۔ اور اس دن سے ہمیشہ دو روٹی حاجی صاحب کے پاس بھیجا کرتے۔ آپ کا مزار حضرت حسن شہید کے مزار کے پس پشت پختہ اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ رحمت اللہ علیہ۔

ذکر حضرت خنجر شہیدؒ : آپ کا مزار پیر معزالدین سے بجانب جنوب مشرق براستہ چھاؤنی ہے۔ رحمت اللہ علیہ۔

ذکر حضرت قنبر شہیدؒ : شہر سے تقریباً دو کلو میٹر کے فاصلہ پر مشرق کی طرف تھلی میں آپ کا مزار ہے۔ مولانا سید فضل علی شاہ فرماتے ہیں کہ ہم اور میاں دھومن شاہ زیارت کے واسطے گئے ہم نے دیکھا کہ ایک جوڑا کبوتر کا نہایت خوبصورت جن کے پاؤں میں خلخال پڑی ہوئے تھے۔ آپ کے مزار کے پاس چگ رہا تھا۔ ہم کو دیکھ کر غائب ہوگیا۔ نقل ہے کہ زمانہ سابق میں آپ کے مزار کے پاس درخت بہت گنجان تھے۔ ہر جمعرات کو ایک شیر جنگل سے آکر اپنی دم سے جاروب کشی کیا کرتا تھا۔ رحمت اللہ علیہ۔

ذکر حضرت جمٹل مجذوبؒ : اپنے وقت کے کامل مجذوبان میں سے ہیں۔ ایک ہندو کے گھر پیدا ہوئے۔ مگر اسلام قبول کیا اور ایک درویش کی توجہ سے مجذوب کامل ہوگئے۔ نقل ہے کہ اس علاقہ کے لوگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ کی زیارت کو جاتے تھے جس کو میدنی کہتے ہیں۔ ڈاکوؤں کا بہت خوف تھا۔ لہٰذا آپ زائرین کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ ذکر ہے کہ رانجھا شاہ اپنے چیلوں کے ہمراہ ہاتھی پر سوار جارہا تھا۔ جمٹل مجذوب نے اس کے کاندھے سے چادر کھینچ لی۔ اور اپنی چادر کے ہمراہ ایک گرم تنور میں ڈالدیا۔ رانجھا شاہ کی چادر جل گئی اور جمٹل کی چادر کو کوئی نقصان نہ ہوا۔ جمٹل نے کہا کہ درویشی اس کو کہتے ہیں۔ آپ کا مزار متصل حضرت سید محمد عرف لکڑ موڑ سرائے میں ہے۔

ذکر اسد خاںؒ : آپ ولایتی پہلوان، سالک اور مجذوب تھے۔ جھجر کی آب و ہوا پسند آئی اور یہیں سکونت اختیار کی۔ نقل ہے کہ میاں سوندھا لوہار نہایت بزرگ اور پرہیز گار تھے اور اسد خاں کے معتقد تھے مگر آپ کے کوئی اولاد نہ تھی

اسد خاں سے دعا کے لئے درخواست کی۔ دعا منظور ہوئی اور سوندھا لوہار کے بہت اولاد ہوئی۔ ایک قصاب کے آپ کی دعا سے سات لڑکے ہوئے۔

ذکر چندن شہیدؒ : آپ کا مزار شاہراہ پر واقع ہے۔ آپ شاہ غازی کمالؒ کے ہمراہیوں میں سے ہیں۔

بیان حاضر مستان سالکؒ : آپ سالک اور مجذوب تھے۔ آپ کا مزار شہرپناہ کے نزدیک شاہ ولایت سے مشرق کی طرف متصل تالاب بلند تکیہ پر تھی۔

ذکر حضرت شہاب الدین شہیدؒ : ایک مرتبہ دہلی دروازہ سے متصل لوگ گڑھ تیار کررہے تھے۔ یکبارگی ان پر حالت غشی طاری ہوگئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی بزرگ فرماتے ہیں کہ جس جگہ تم کام کرتے ہو۔ ہمارا مزار ہے۔ اور ہمارا نام شہاب الدین ہے۔ بیلداروں نے یہ ذکر شہر میں کیا۔ لوگوں نے زمین کھود کر دیکھا کہ آپ کا مزار ایک چبوترہ پر واقع ہے۔ یہ شہر کے اندر دہلی دروازہ سے چند قدم کے فاصلہ پر جانب شمال ہے۔

ذکر حافظ عبداللطیفؒ بن عبدالکریم : آپ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ شیخ محمد غوث گوالیاری کی ملاقات اور کتاب جواہر خمسہ کے اشتیاق میں اپنے وطن مالوف سے گوالیار کا ارادہ کرکے روانہ ہوئے۔ لاہور میں اسمٰعیل منصب دار سے ملاقات ہوئی اس نے عرض کیا کہ گوالیار کے راستہ میں میرا وطن قصبہ جھجر واقع ہے۔ اگر آپ وہاں بھی تشریف لے چلیں تو عاصی مشکور و ممنون ہوگا۔ لہٰذا آپ اسمٰعیل کے ہمراہ جھجر تشریف لائے۔ بزرگان شہر مثل سید خواجہ مودودؒ ، قاضی محمد شاکر و شیخ شرف الدین مفتی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند روز

قیام کرکے آپ گوالیار چلے گئے۔ گوالیار میں چھ ماہ چلہ کشی کرکے بموجب ارشاد شیخ محمد غوث گوالیاری" آگرہ تشریف لے گئے۔ اور شیخ محمد مجتبیٰ" رومی کے مرید ہوئے۔ وہاں سے واپس جھجر تشریف لائے۔ آپ شیخ شرف الدین کے باغ میں مدفون ہیں۔ قطب الدین شاہ درویش نے آپ کے مزار کے گرد چار دیواری اور مسجد پختہ اور دروازہ تعمیر کرایا۔ محمد عادل صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ آپ حضور اکرمؐ کے دربار میں درہ لئے کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے فرمایا کہ حضور سرور کائناتؐ نے مجھ کو عدالت کی خدمت عطا کی ہے۔ آپ کی کنیت ابوالفضل تھی۔ نقل ہے کہ آپ کا ایک شاگرد و ہم نام عبدالطیف صاحب کشف و کرامات تھا۔ بعض شریر شاگردوں نے آپ کے بستر کے نیچے کانٹے رکھ دیئے عبدالطیف کو یہ حرکت معلوم ہوئی تو اس نے آپ کے بستر سے وہ کانٹے نکال دیئے۔ آپ کو کشف سے یہ حال معلوم ہوگیا۔ عبدالطیف سے فرمایا کہ اپنی کتابیں لے آ۔ آپ ہر کتاب کا مطلع اس کو پڑھاتے تھے۔ اسی روز تمام کتاب پر عبور حاصل ہوجاتا تھا۔ سعد اللہ خاں وزیر شاہجہاں بادشاہ کا بیٹا آپ کا شاگرد تھا۔ ایک دن سعداللہ خاں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر بادشاہ سے ملاقات کرلیں تو عنایت ہوگی۔ آپ نے منظور کرلیا۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ اسلام علیک کہہ کر بیٹھ جاؤں گا۔ سعد اللہ خاں نے بادشاہ سے یہ گفتگو بیان کی۔ بادشاہ نے کہا کہ جس طرح فقیر چاہے کرے۔ سعداللہ خاں نے آپ سے ملاقات کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بادشاہ حقیقی موجود ہے تو مجازی بادشاہ سے ملاقات کی کیا ضرورت ہے۔ اور آپ نے ملاقات کے لئے جانا منظور نہ کیا۔ رقعات عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب" عالمگیر آپ کے مرید تھے اور آپ کو چند گاؤں مدرسہ کے اخراجات کے لئے دینا چاہتے تھے۔ مگر آپ نے لینے سے انکار کردیا جب آپ بیمار ہوئے تو حکیموں نے نکاح تجویز کیا۔ شیخ شرف الدین نے ایک لونڈی سے آپ کا نکاح کردیا۔ سید عارف نے آپ سے پوچھا کہ بھوک آدمی سے بالکل جاتی رہتی

ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ کم کرنے سے کم ہو جاتی ہے مگر بالکل ختم نہیں ہوتی۔ لیکن اگر طعام بہشتی مل جاوے۔ سید عارف نے دریافت کیا کہ آپ کو بھی کبھی طعام بہشتی ملا ہے۔ فرمایا کہ ہاں ملا ہے۔ مگر میں نے نہ کھایا کیونکہ بزرگی آدمی کی بھوک سے ہے۔ آپ کے ملفوظات بہت ہیں۔

ذکر سید عارف قدس سرہ : آپ حافظ عبدالطیفؒ کے مرید اور صاحب ذوق و شوق و درد ہیں۔ شیخ عبدالصبور و شاہ معتقد آپ کے مرید اور شاگرد تھے۔ آپ شروع میں عشق مجازی رکھتے تھے۔ لیکن توبہ کر کے عشق حقیقی میں مستغرق ہو گئے۔ بعض وقت درد عشق اس قدر غالب ہوتا تھا کہ اپنی اور غیر کی خبر نہ ہوتی تھی۔ آپ نے وصل محبوب میں ایک قطعہ لکھا ہے :۔

خواستم در دل تماشائے گل و لالہ کنم
اشک سرخ و داغ دل راحاجت گل لالہ نیست
بودم اندر فکر لالہ برائے وصل یار
بازچوں خود در برآید حاجت گل لالہ نیست

نقل ہے کہ تہجد کی نماز کے بعد گریہ وزاری بہت کرتے تھے۔ اور ایک مناجات درج ذیل عاجزانہ پڑھتے تھے :۔

خداوندا گنہگارم تو بخشے
تو بخشے ہم تو بخشے ہم تو بخشے
ندارم حیلہ و حجت دریں کار
گنہ گارم گنہ گارم گنہ گار
ہمہ عمرم بسا رنجہ گروشد
دریغازرع بے خوشہ دروشد
زبسیاری کہ اعمالم سیہ است

سیہ رویم سیہ پایم سیہ دست
بسر دست تغابن می زنم من
کہ آنچہ من نمایم آں نیم من
زہی شرمندہ ام زیں بے حیائی
فروشم جو کنم گندم نمائی
خطا کردم خطا کردم خطاہا
دغا خوردم دغا خوردم دغاہا
ز طفلی و جوانی تا بہ پیری
شدم رسوا خدایا دستگیری
کنون فضل تو بس پروردگارا
بیا مرزد کہ فضل خویش مارا

نقل ہے کہ جب آپ کی عمر ۸۰ سال سے تجاوز کرگئی ایک دن اپنے دل سے خطاب کیا کہ اے عارف وقت رخصت قریب ہے۔ اب آخرت کا سامان کرنا چاہیے۔ ناگاہ بیمار ہوئے۔ اور جب مرض کی شدت سے ایک رات بے ہوش ہوئے حالت سکرات میں فرمایا کہ وقت عشاء ہوگیا۔ پانی لاؤ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور پھر بے ہوش ہوگئے۔ دو تین گھڑی بعد جب ہوش آیا تو فرمایا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھی یا نہیں ؟ لوگوں نے کہا کہ پڑھ لی ہے۔ فرمایا کہ شاید نہ پڑھی ہو پھر نماز ادا کی اور پھر بے ہوش ہوگئے۔ ایک پہر بے ہوش رہے۔ لوگوں نے آوازیں دیں۔ آپ کو خبر نہ ہوئی۔ اپنے حال میں مشغول رہے۔ آدھی رات کو اپنے بیٹے کبیر محمد سے فرمایا کہ تو کچھ جانتا ہے کہ اب کیا وقت ہے۔ عرض کیا کہ آدھی رات ہے۔ فرمایا کہ میں رات کو نہیں کہتا بلکہ یہ وہ وقت ہے کہ جس سے تمام انبیاء اور اولیا کرام ڈرتے رہے ہیں۔ خداوند اس وقت کا محافظ ہے پھر فرمایا کہ محمد کبیر ابواب نور کشادہ ہوئے اور جو کچھ میں تمام عمر میں چاہتا تھا مجھ کو

مل گیا۔ یہ فرماکر جاں بحق ہوئے۔ محبوب الاسرار فرماتے ہیں کہ میں آپ کے غسل میں حاضر تھا۔ اکثر مخلص لوگوں کو غیب سے خوشبو آئی رحمت اللہ علیہ۔

ذکر عبدالصبورؒ : آپ عارف، موحد اور فصیح و بلیغ تھے۔ علم سیاق و سباق میں مہارت رکھتے تھے۔ اکثر حکام سے ملاقات رکھتے تھے۔ ایک روز کوتوال شہر سے آپ کی تکرار ہوگئی اس وجہ سے تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اور پیر طریقت کی تلاش ہوئی کسی بزرگ کے اشارے سے شاہ عارفاں کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے آپ پر اکثر راستہ چلتے بیخودی طاری ہوجاتی۔ ایک رات شیخ عبدالصبور اور شاہ معتقد جھجر سے دہلی کو شاہ عارفاں کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کرکے چلے۔ راستہ میں بحالت بیخودی آپ کا رخ جانب غرب ہوگیا۔ صبح کو قصبہ کیلانہ میں جو جھجر سے بیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ پہنچے اور شاہ معتقد دہلی پہنچ گئے۔ دونوں بزرگوں کو یہ معلوم نہ رہا کہ کوئی ہمارے ساتھ ہے یا نہیں۔ ذکر ہے کہ شیخ عبدالصبور شاہ عارفاں کی خدمت میں علم باطن حاصل کرتے تھے ایک دن عرض کیا کہ یا حضرت سلسلہ قادریہ سے علیحدہ ایک اپنا سلسلہ قائم کریں شاہ عارفاں نے فرمایا عبدالصبور یہ خیال تمہارا فاسد ہے۔ جب کہ خواجہ جیسے بزرگ ہندوستان میں علیحدہ سلسلہ قائم نہ کرسکے۔ تو بھلا ہم غریب کب کرسکتے ہیں۔ آپ خاموش ہوگئے۔ مگر حضرت شاہ عارفاں کے انتقال کے بعد آپ نے اپنا علیحدہ سلسلہ اسراریہ نام سے جاری کیا۔ نقل ہے کہ آپ نے ایک سال کی عبادت کا ارادہ کرکے عید الضحیٰ کے بعد شب شنبہ کو اپنے حجرہ میں ایک پتھر پر بیٹھ کر خلوت نشین ہوگئے۔ اور آدمیوں سے حجرہ کا دروازہ مسدود کرادیا۔ اور آپ اسی پتھر پر سجدہ میں گئے۔ بعض آدمی کہتے ہیں کہ آپ حجرہ میں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہیں۔ حضرت شاہ معتقد نے فرمایا کہ شیخ حجرہ میں اسی پتھر پر سربسجود ہیں۔ جب ایک سال پورا ہوگیا اور عید الضحیٰ کا چاند دکھلائی دیا شاہ عارفاں نے ایک

پیرہن اور پگڑی آپ کے واسطے دہلی سے بدست عبدالرشید جھجر بھیجی۔ اور فرمایا کہ جب عبدالصبور خلوت سے نکلے یہی پارچہ پہنے۔ عید الضحیٰ کے تین دن باقی تھے کہ حجرہ کے اندر سے آواز آئی کہ سید عارف کولاؤ۔ چنانچہ سید عارف نے دروازہ کھول کر دیکھا کہ آپ اسی پتھر پر بیٹھے ہیں اور تروتازہ' فربہ اور توانا ہیں۔ مگر جو پیرہن کہ پہنے ہوئے تھے اس کا جس قدر حصہ زمین پر تھا دیمک نے کھالیا تھا۔ اور جس قدر بدن پر تھا وہ اس قدر گل گیا تھا کہ انگلی لگانے سے گرتا تھا۔ جب آپ نے سجدہ سے سراٹھایا تو یہ شعر پڑھتے تھے :۔

ہجر مجبور چھا کردی
جان مارا کہ در بدرکردی

آپ نے غسل فرمایا اور شاہ عارفاں کا بھیجا ہوا پیرہن اور دستار پہنا۔ اور چند روز بعد دہلی جاکر شاہ عارفاں کی زیارت سے مشرف ہوئے اکیس روپے نذر گزارے اور سات مرتبہ گرد پھرکر قدم بوس ہو کر بیٹھے۔ تب شاہ عارفاں نے آپ کو خلافت سے فراز فرمایا۔ آپ کا عرس ۷ شعبان کو دروازہ گھوسیاں کے قریب ہوتا ہے۔ رحمت اللہ علیہ۔

ذکر گامی شاہؒ : آپ مجذوب تھے اور شاہ غازی کمالؒ کے مزار کے قریب بہت بیٹھتے تھے۔ اور محلہ ٹیڑی میں متصل مسجد قیام رکھتے تھے بائیس سال متواتر اسی جگہ بیٹھتے رہے۔ ضرورت مند لوگ حاضر خدمت ہوکر دعا کے طالب ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو قبول فرمالیتا۔ آپ کی وفات رات کے پچھلے حصہ میں ہوئی جب کہ تمام شہر سویا ہوا تھا۔ علی الصبح جب لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ نواب ممتاز علی خاں والئی ریاست دوجانہ اپنی چار گھوڑوں کی خاص بگھی میں سوار معہ باڈی گارڈ گامی شاہ کی طرف جارہے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور آج بیوقت کس طرح تشریف لائے۔ نواب نے فرمایا کہ رات مجھے خواب میں کسی نے حکم دیا

کہ ہمارے گامی کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور تو محلوں میں آرام سے سو رہا ہے۔ فوراً جاؤ اور تجہیز و تکفین کا بندوبست کرو۔ میں فوراً بیدار ہوا اور تجہیز و تکفین کے لئے آیا ہوں۔ یہ سن کر لوگ بھی ادھر ہی چلے گئے۔ ان کے جنازہ کے ہمراہ مسلمان اور ہندوؤں کی کثیر تعداد تھی اب ان کا مزار شاہ غازی کمالؒ کے مزار کے جنوب میں ہے۔

ذکر سید میر فضل علی شاہؒ : آپ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ تھے۔ خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ کے خلیفہ اور مرید تھے۔

ذکر پیر فیض محمد خاں عرف پیر فیضاؒ : آپ سید میر فضل علی شاہ کے معتقد تھے۔ آپ کا مزار شہر کے شمال کی طرف تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے مزار کے گرد و نواح کو برکت خاں اور ان کے صاحبزادہ پیر شمشاد علی خاں نے بڑی محنت سے آباد کیا۔ باغ اور درخت لگائے۔ ایک کنواں اور مسجد مزار کے قریب بنوائی۔ آپ کا عرس ۱۸ رمضان المبارک کو ہوتا ہے۔

ذکر حضرت مجد الدینؒ : راقم (بشارت علی) ۱۹۹۲ء میں لاہور گیا۔ وہاں عجائب گھر کے گیٹ اسلامی نمبر ۵ کے کمرہ میں مندرجہ ذیل عنوانات کے چار سرخط نامے موجود تھے :۔

(۱) ۔ ۲۰ ذی الحجہ ۹۸۸ ھ (بمطابق ۱۵۸۰ء) کا خط شکستہ میں قاضی محمد سعید کی مہر کے ساتھ اور شہنشاہ جلال الدین اکبر کے احکام کے تحت ہونے والا فرمان جو اراضی وقف حاجی مجد الدینؒ از جھجر سے متعلق ہے۔

M.695

(۲) ۔ قسمت نامہ مورخہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۰۹۰ ھ بمطابق ۱۶۸۰ء اس

پر "محمد نور اللہ" کی مہر ثبت ہے اور اس میں ان املاک کی تقسیم کا ذکر ہے جو حضرت مجدالدینؒ کے مزار کے مجاوروں کے مصارف کے لئے پرگنہ جھجر میں وقف کی گئی تھیں۔ یہ عطیہ قاضی محمد سعید صاحب ساکن مہرولی صوبہ دہلی کا ہے۔

M.687

(۳) ۔ فرمان شہنشاہ شاہجہاں۔ اس میں ایک قطعہ زمین چھ سو اکیس بیگھہ پانچ بسوہ حاجی مجدالدینؒ کے مزار واقع جھجر کی درستی اور مجاوروں کی گزراں کے لئے عطا کی گئی۔

M.690

(۴) ۔ سند مورخہ ۱۷ جمادی الاول ۲۴ جلوس (بمطابق ۱۶۴۲ء) شاہجہاں جس پر کفایت اللہ کی مہر ہے۔ یہ عطیہ شاہجہاں ایک قطعہ زمین چھ سو اکیس بیگھہ پانچ بسوہ کی تصدیق کرتا ہے جو حاجی مجدالدین کے مزار کی درستگی اور اس کے مجاوروں کے گزران کے لئے عطا ہوئی تھی۔

M.694

میری تحقیق کے مطابق اس نام کے کسی بزرگ کا مزار جھجر میں نہیں تھا۔ تواریخ میں اس نام کے دو بزرگوں کے حالات ملتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی بزرگ کے مزار کی درستگی اور اس کے مجاوروں کی گزر بسر کے لئے جھجر میں زمیں وقف کردی گئی ہو۔ ذیل میں ان دونوں بزرگوں کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

انوار صوفیہ ترجمہ اردو اخبار الاخیار فی اسرار الاسرار از شیخ عبدالحقؒ محدث دہلی شائع کردہ شفاع ادب لاہور ۱۹۶۴ء صفحہ نمبر ۱۰۰ پر درج ہے۔

مولانا مجدالدین حاجیؒ : یہ بزرگ سلسلہ سہروردیہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے۔ آپ نے بارہ مرتبہ زیارت حرمین

کی سعادت حاصل کی اور آخر کار دہلی میں آئے۔ سلطان التمش نے آپ کو صدر ولایت مقرر کیا لیکن آپ اس منصب پر خوش نہ تھے۔ دو سال تک فرائض منصبی سے بوجہ احسن عہدہ بر ہوتے رہے اور اعلیٰ نظم و نسق قائم کیا۔ پھر التماس کی کہ اب فقیر کو معذور سمجھیں اور معاف کردیا جائے۔ سطان التمش (۱۲۱۱ء - ۱۲۳۶ء) نے آپ کی التماس کو قبول کیا اور آپ کو صدارت کے منصب سے خلاصی دی۔

دوسرے بزرگ شیخ مجدالدینؒ ہیں جن سے شیخ سلیم چشتیؒ نے سرہند میں علم حاصل کیا۔

بحوالہ حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات مرتبہ آباد شاہ پوری۔ مکتبہ چراغ اسلام۔ لاہور ۱۹۷۷ء -

صفحہ نمبر ۱۷۲

زیادہ امکان اسی دوسرے بزرگ کا ہے۔ کیونکہ شہنشاہ اکبر شیخ سلیم چشتیؒ کا عقیدت مند تھا اور مجدالدینؒ شیخ سلیم چشتیؒ کے استاد تھے۔

باب چہارم

تذکرہ مشاہیر

(ا) : ۔ ابوالغضنفر مولوی نجف علی جھجری المخاطب بہ تاج العلماء محمد نجف علی خاں بن محمد عظیم الدین : عالم فاضل اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔

جھجر سے ٹونک آئے وہاں رئیس ٹونک کا شغف سید احمد شہیدؒ سے دیکھا تو عربی زبان میں ایک کتاب سید احمد شہیدؒ، شاہ اسمٰعیلؒ، مولانا عبدالحئیؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ کے حالات پر مشتمل لکھدی۔ آپ شاعر بھی تھے اور سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے متاثر بھی۔ لہٰذا سید صاحبؒ کی شان میں جو مداحیہ اشعار آپ نے لکھے ہیں ان میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں : ۔

تابش گوہر خدا دانی
رہبر یتمسار یزدانی
سرور آگہاں راز نہاں
پیشوائے ستودگان جہاں
سید احمد گزیدہ ٔ داوار
تخمہ پاک احمد مختارؐ
مصطفٰیؐ را ستودہ فرزندے
مرتضٰیؓ را گزیدہ دلبندے
دل نہ بستہ دریں نشیمن خاک
پافشردہ بہ راہ ایزد پاک
یاد گار گزید گان خدا
پیشوائے رسید گان خدا
سرمہ چشم دل زخاکش باد
مہر یزداں بہ جان پاکش باد

آپ کثیر تصانیف کے مالک ہیں۔ کافل الاسعاد، شرح بانت سعاد، تکملہ صولت فاروقی (بحر متقارب میں پچاس ہزار سے زائد اشعار) سحر الکلام (عربی زبان میں غیر منقوطہ عبارت میں مقامات حریری کی شرح)، تفسیر غریب، شرح دیوان متبنی، شرح حماسہ، حاشیہ مطول یمزا (پاژندی دساتیر کی شرح) رمان و سفر رنگ (دری زبان کے دوسرے دساتیر کی شرح) ہماون برسرود ترجمہ انجیل، اس کے علاوہ پچاس رسالے دری، پاژندی، عربی، فارسی اور اردو میں لکھے (1) تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمان علی مترجمہ و مترجمہ محمد ایوب قادری ص - ۵۹۷

(۲) :۔ مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالرحیم ہادی قادریؒ : آپ

ایک عالم باعمل فاضل بے بدل جامع شریعت و طریقت تھے۔ آپ نے جھجر شہر کے وسط میں ایک وسیع جامع مسجد اور ایک اسلامی درسگاہ موسوم بہ مدرسہ قوۃ الاسلام رحیمیہ تعمیر کرائیں۔ آپ کا انتقال ۱۳ ذیقعد ۱۳۰۵ ھ میں ہوا۔ اور دہلی میں خواجہ باقی باللہؒ کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ (۲)

(۳) :۔ محبوب عالم عرف شیخ جیون : جھجر کے یہ ادیب و شاعر

گیارہویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ سید محمد سعید المخاطب بہ سید میراں بھیکھ چشتی صابریؒ متوفی ۱۱۳۱ ھ (عہد عالمگیر) کے خلیفہ اور مرید تھے۔ آپ کی متعدد تصنیفات ہریانی زبان میں ہیں۔ ہریانی زبان دہلی اور راجستھان کے درمیانی علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ دہلی کے قریب ہونے کی وجہ سے ہریانی زبان پر اردو کا اثر غالب ہے۔ (۳)

اسپرنگر نے شیخ جیون کی تصنیفات کے مندرجہ ذیل نام دیے ہیں۔

(۱) ۔ فقہ ہندی (۲) ۔ محشر نامہ (۳) ۔ درد نامہ (۴) ۔ خواب نامہ پیغمبرؐ (۵) ۔ دبیر نامہ بی بی فاطمہ خاتونؓ۔

---

(۱) ~~جماعت مجاہدین ص - ۸ - ۱۱۷~~ (۲) یادگار دہلی ص - ۱۴۵
(۳) پنجاب میں اردو ص - ۷ ۔ ۲۵۲

حافظ محمود خان شیرانی (مرحوم) کے مطابق درد نامہ ایک بڑی کتاب ہے جس میں پونے تین ہزار کے قریب اشعار ہیں اس کی زبان رائج الوقت اردو سے بہت مختلف نظر آتی ہے۔ لیکن جس وقت یہ کتاب تصنیف ہوئی اس وقت اس کی اور دہلی کی زبان میں بہت کم فرق ہوگا آپ کی تصنیف دردنامہ کا افتتاحیہ ہے :-

چھوں میں پہل نام رحمٰن کا
پتوں گیان میں دھیان سبحان کا
سخی ایک کر تار وہ پاک ہے
کھڑا جس کی قدرت سے افلاک ہے
وہی ہے جو کر تار عالم خدا
نرنجن نرنکار سب سے جدا
جنے اک پلک میں کیا یہ جہاں
وہی توڑ دے پھر خودی اور گمان
کیا جن تکبر دہنی پاک سے
پڑا عاقبت خاک پر ناک سے
تکبر سے شیطان رانا گیا
فرشتہ سے وہ دیو دانا گیا
تکبر خودی کی تھی نمرود نیں
براہم نبی سے جو مردود نیں
دیا مغز بیچ ڈانس جب کیا بنی
لگی لاکھ پاپوش سرپر گھنی
بنایا ارم بہشت شداد نیں
لگائے بہت درم بیداد نیں

محبوب عالم کے کلام میں چستی اور روانی پائی جاتی ہے۔ واقعہ احد کے چند اشعار

یہ ہیں :-

ہوئے پھر مقابل قریشوں کے تب
نبیؐ اور اصحابؓ ایک بار سب
(۱) عکاسہ طرف داہنی کوں کھڑا
ابوسلمہ بانویں طرف پر پڑا
کیا سعد وقاص عبید اہرول
کیا اور مقداد کوں جب چنڈول
ہوئے آپ درمیان کی فوج میں
نبیؐ خاص مقبول سبحان ہیں
کھڑی فوج کفار کی بھی طیار
کرے داہنی خالد آکر پوکار (۲)
ہوا طرف بانوے کے جب عکرماں (۳)
کھڑا تیر تروار نے اکڑماں
مقابل ہوا عمر (۴) سفیان شتاب
چلد اور بیٹا ربیعہ خراب (۵)
ہوئی صف جو دونوں طرف سے تیار
پوکارے چھٹوں طرف سے مارمار

(۱) حضرت عکاشہ بن محصن اسدیؓ کو میمنہ پر، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ کو میسرہ پر، سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہراول (مقدمہ) پر اور حضرت مقدادؓ کو ساقہ (عقب) پر مامور کیا۔ (۲) خالد بن ولید جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے کفار کی فوج کے میمنہ پر افسر تھے۔ (۳) عکرمہ بن ابی جہل یہ بھی اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے کفار کے میسرہ پر افسر تھے۔ (۴) عمرو بن عاص جو بعد میں فاتح مصر بنے کفار کی فوج میں تھے۔ اور ابو سفیان کفار کی فوج کے سپہ سالار تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے۔ (۵) عبداللہ بن ربیعہ تیر اندازوں کا افسر تھے۔

ترنگوں کی پھر تنگ کھینچی لگام
بھئی دنگ اس جنگ کی دھوم دھام
دھماندم گھماگم ہوئی پھیر کر
لیا ایک نے ایک کوں گھیر کر
کہیں برچھیاں ترچھیاں ہاتھ میں
ہوئے مرد کی مرد جب گھات میں

کرے سیل کی ریل اوت کھیل کر
لیا مرد نیں مرد کوں پیل کر
شپاشپ چلے تیر پے تیر زور
کھپا کھپ ہوئی پار سنجوہ پھوڑ
لگے گرج بھاری گرج شور کر
کمر توڑ ڈالی نپٹ زور کر
پٹی دھار تلوار آوت آبدار
جیسے پار صابن ہوے لوہ تار
لڑائی ٹھٹی اک قیامت اٹھی
قیامت کی اس بات چھاتی پھٹی
کہیں مست گھومیں صحابیؓ کھڑے
کہیں گھاؤ کھائے قریشی پڑے
مسلمان اصحاب میں تیر کر
لیا مار کفار کوں چیر کر
گئے بھاگ کافر چلے کھائے ڈر
اوٹھی گیت جب ناریاں گائیکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمرؓ کا دوہا یہ ہے۔

محمدؐ یاد نا چوکوں پڑا دن رین کرلاؤں
کھڑا فریاد ماں کوں کوں محمدؐ سا کہاں پاؤں
محمدؐ نیہہ کی پھانسی گئی گرمانہ سے ہانسی
گئی ہے ٹوٹ کر پھانسی کسے یہ حال دکھلاؤں
لگن لاگی نپٹ گاہڑی محمدؐ پیت میں یاد ہی
یہی ہے جیو میں ٹھاڈی محمدؐ نانونت گاؤں
محمدؐ کہہ محمدؐ کہہ پوکاروں میں سدا اللہ
پھروں گھر گھر یہی کہہ کہہ محمدؐ نانوں پہنچاؤں
کروں ہا ہا محمدؐ بن سہوں پھاہا پڑا تس دن
گئے سب چین ہر دم میں کسے دکھ بات بتلاؤں
نہ سنگی ہے نکو ساتھی پھٹی اس درد ماں چھاتی
پھٹی تن کی سبھی ٹاٹی محمدؐ باجھ من پاؤں
عجب محبوب عالم تھا نہایت خوب پالم تھا
مرانت پرت پالم تھا رہا ہے بیٹھ کس ٹھاؤں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر محبوب عالم نے حضرت عائشہؓ صدیقہ، حضرت فاطمہؓ اور شیخینؓ کی طرف سے مرثیہ لکھے ہیں جن کو دوہرے کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کا دوہرا حسب ذیل ہے :۔

سکھ چین کے گھر سووتی لاگا کلیجے تیراب
دکھ نین بھر بھر رووتی بھاری پڑی ہے پیڑاب
رو رو کروں ہوں زاریاں کس کو سناؤں حال یہ
کیا سی لگی اب مرم کی دہی گئی ہے چیراب

جانی بنا کویل بھئی جر جر سہی جوں کوئیلا
تن ماں لگی ہے لوکئی دل کا گیا دلمہراب
نسدن پوکاروں اکیلی پیویں سبھی تن بے کلی
آنسو جھراں ناری بھراں نینوں رہا نہ نیر اب
میری ہوئی ہے نین کٹ بنسی لگی ہے چھانچک
ترپھوں پڑی بیکل کھڑی کیسے دہر و نمن دھیراب
پیو چاہ چاہے جیو یہ پیو بن نہیں کچھ جیونا
جھکوں تجوں پیکوں لہوں سانچی اٹھی ہے پیراب
پک پک پڑی تھک گری ٹوٹا تنک ناہیں دہا
محبوب عالم نیہہ کی پاؤں پڑی زنجیر اب

(۴) :۔ **نواب کریم خاں** : اور ان کے سیاحت نامہ کا تذکرہ اس سے قبل صفحات میں آچکا ہے۔ یہاں ان کے سیاحت نامہ سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں :۔

۲۹۔ بست نہم جمادی الاول ۱۲۵۶ھ ۔ مقام لندن
۲۹۔ بست نہم جولائی ۱۸۴۰ء ۔ یوم چہار شنبہ

قریب دس بجے کے دن کو کچھ میوہ تر ناشپاتی وغیرہ کے قسم سے منگوا کر کھایا۔ ہر چند کہ مذہب اپنا سوائے گوشت اور شراب کے کسی کھانے کی جنس کا مانع نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ خطاب کے حال میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ مسجد میں تشریف لائے وہاں ایک ظروف میں پانی تھا۔ آپ نے اس میں سے قدرے پانی نوش کیا۔ تب ایک شخص نے عرض کی کہ " یا حضرت ! یہ پانی یہودی کا تھا۔ " اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ "یہود کے باپ کا کیوں نہ ہو۔ مجھ کو بظاہر اس میں کوئی بات نجاست کی معلوم نہیں ہوتی۔ پاک ہے۔" لیکن باوجود اس کے پھر طبیعت نے بہت کراہیت کی۔ کچھ نہ

کھایا۔ آخر مہابت خاں کو بگھی پر سوار کروا کر جہاز پر روانہ کیا۔ تاکہ کچھ کھانا پکوا کر لاوے۔ اور آپ مع کپتان گرنڈلے اور مسسز گرنڈلے کے سوار ہو کر واسطے سیر کے گیا۔ جب کہ بہ نظر تحقیق اور چشم غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ شہر مذکور رشک فردوس خوب آباد ہے اور عجائب اس کا سوار ہے۔ اس کے رنڈی مرد کوئی بد شکل نہیں۔ رنگ ڈھنگ اس کی آبادی کا دیکھ کر آنکھیں حظ اٹھائیں کشادگی سے اس کی دل بستہ یک لخت کھل جائیں۔ ہوا اس کی باد بہاری کی طرح خوش آئند۔ عمارات وہاں کی ہر ایک صاحب طبع کے پسند۔ تعمیر کا طور ہے نیا۔ نقشہ ہر ایک مکان کا جدا۔ حویلیوں کی دیواریں روکار تو پختہ خشتی و سنگین چونے کی اور اندر سے سب مکان چھوٹے بڑے چوبی ۔ درجے ان کے تین سے سات تک۔

آخر مکان میں آکر کھانا جو مہابت خاں جہاز پر سے پکوا کر لایا تھا کھایا۔ اور ملک مذکور میں رسم ہے کہ ہر ایک شخص دن رات میں پانچ مرتبہ کھانے کو کھاتا ہے۔ اور بعضے صاحب مقدوروں کو اس پر بھی اکتفا نہیں۔ اور راقم کو ایسا اتفاق ہوا کہ ظاہر میں دو روز تک مطلق کچھ نہ کھایا۔ اس واسطے ایک پیر زن جو صاحب خانہ تھی قریب چار گھڑی رات گئے کچھ کھانا تیار کروا کر لائی۔ اور مادر مہربان کی طرح کمال الفت اور محبت کے اشارہ اس کے کھانے کو کہا۔ راقم نے عذر کیا۔ تب نہایت رنجور ہوئی۔

۲۰ بستم رجب ۱۲۵٦ ھ ۔ مقام لندن

۱۷ ہفت دہم ستمبر ۱۸۴۰ء یوم پنج شنبہ

وقت رات کے ہمراہ ایک دوست کے واسطے سیر دیکھنے کے مکان اوپرا میں 'کہ تماشہ وہاں کا مشہور اور معروف ہے' گیا...... بعد تھوڑے عرصہ کے ان تماشہ کرنے والوں نے ایسے ایسے کسب کمال دکھائے کہ جو کتابوں میں نہ دیکھے تھے اور کہانیوں میں بھی نہیں سنے تھے۔ سو آنکھوں سے دیکھے۔ ہر چند کہ مردوں نے بھی کسب کرتب بہت سے کئے لیکن عورتیں ان کی بلائے بے درمانی دور از عقل ان کی فسوں سازی اور شعبدہ بازی کے کام دیکھنے میں آئے اور ان کی چالاکیاں بے باکیاں مطلق دھیان میں نہ آئیں۔

علاوہ اس کے سبھوں پر عالم شباب اور رنگ روپ بھی اس چمک دمک کے ساتھ کہ اگر حسن یوسفی بھی دیکھتا تو شرم سے چاہ میں ڈوب جاتا۔ تمام تماشائی ان کے گل رخسار کو بلبل وار تکتے تھے۔ اور دیوانوں کے مانند آپس میں کچھ کچھ کہتے تھے۔ اور وے پریزاد اپنے کام میں مشغول تھے۔ مطلقاً" واصلا" کسی کی طرف رخ توجہ کا نہیں فرماتے تھے۔ جس وقت کہ یہ طلسمات اہل مجلس نے دیکھا ہر ایک گبرو مسلمان خود سے فراموش ہو گیا۔

تلطف سے جس دم کہ وے ہنستیاں
تو زاہد کو بھی سو جھتی مستیاں
بھویں جبکہ خوش ہو کے تھیں تانتی
جگر تیر مژگاں سے تھیں چھانتی

ایک مرتبہ کمپنی ڈائریکٹر سے ملنے گئے' بعد گفتگو بسیار موصوف نے اس ملک کے حسن و جمال کا حال دریافت کیا۔ تب جو نفس الامر تھا راقم نے بیان کیا۔ اس حال کو سن کر فرمانے لگے۔ تم اس غیر ملک میں تنہا ہو' شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ رنج و غم دور ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی' اپنا جی تو یہی چاہتا ہے لیکن اس میں وقت بڑی ہے۔ پوچھا وہ کیا۔ تب میں نے دل کا راز بتایا۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ اس ملک کے شریف و نجیب ہیں ان کی عورتیں مجھے قبول نہیں کرتیں اور جو کہ کم درجے کی عورتیں ہیں وہ بغرض نکاح مجھے منظور نہیں کیونکہ اپنے ملک کا میں بھی تو اشرف ہوں کچھ کمینہ تو نہیں۔

(۵) :۔ سید مردان علی شاہؒ : یہ رضوی سید تھے۔ جدا اعلیٰ بہ عہد فیروز تغلق مشہد سے ملتان آئے۔ پھر دہلی ٹھیرتے جھجر میں مقیم ہو گئے۔ سید مردان علی شاہ مختلف شہروں میں پھرتے رہے۔ لکھنؤ میں سید احمد شہیدؒ سے بیعت کی تھی۔ اور باقاعدہ خلافت نامہ حاصل کیا۔ یہ بھی ان اصحاب میں سے تھے جنہیں سیدؒ صاحب نے تبلیغ جہاد کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ گردو نواح کے علاقہ میں دورہ کرتے جھجر' ریواڑی' الور اور

تجارہ کے مسلمان ان کے وعظ و تبلیغ سے بہت متاثر ہوئے۔ یہ جماعت مجاہدین کے لئے رقمیں اور آدمی فراہم کرتے تھے۔ ریواڑی اور اطراف کے سیدوں ' قاضیوں اور دوسرے افراد سے ایک مرتبہ اجتماع کر کے فیصلہ کیا تھا کہ مسلمانوں میں غیر اسلامی رسمیں رائج ہو چکی ہیں۔ انہیں حتمی طور پر ترک کر دیا جائے۔ یہ سید مردان علی شاہ کی ہی تبلیغ کی کوششوں کا ایک کرشمہ تھا۔ (۱) سید مردان علی شاہ کے پاس ایک بیاض تھی جس میں سید صاحب کا خلافت نامہ درج تھا۔ نیز ان کے سفرحج اور مجاہدانہ سرگرمیوں کی تفصیلات مرقوم تھیں

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں جھجر بری طرح تباہ ہوا۔ اس میں یہ بیاض بھی ضائع ہو گئی۔ سید مردان علی شاہ کے فرزند قاسم علی شاہ نے پھر محنت و کوشش سے بیاض تیار کرلی تھی وہ ۱۹۴۷ کے ہنگامہ نقل وطن میں ضائع ہو گئی۔ سید قاسم علی شاہ کے نواسہ سید صادق علی شاہ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے سندھ میں مقیم ہو گئے۔

فیروز شاہ تغلق کے دور میں افغانان کا ایک قافلہ ملک رحمت کی سربراہی میں ریاست سوات موضع بنیر سے آرہا تھا۔ جو ایک اور قافلہ ایران سے سیدنا محمد یوسف بن سید جمال مشہدی کی معیت میں اس سے آن ملا ' سیدنا محمد یوسف سید مردان علی شاہ کے جد امجد ہیں۔ یہ قافلہ ملتان میں حضرت بہاالحق ذکریا ملتانی کے مزار پر فروکش ہوا۔ اور کچھ دن قیام کر کے دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ راستہ میں افغانان اور ایران کے لوگ جھجر میں آباد ہو گئے اور سید نا محمد یوسف دہلی چلے گئے۔ اور مہرولی کے پاس ایک میدان میں قیام فرمایا یہ قافلہ عصر کے وقت وہاں پہنچا۔ سیدنا محمد یوسف اس وقت حالت جذب میں تھے۔ آپ کے ہمراہ مریدوں نے عرض کیا کہ حضور نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ اور وضو کے لئے پانی نہیں ہے۔ تیمم کر کے نماز ادا کرلیں۔ آپ نے اس حالت جذب میں زمین پر دست مبارک مارا اور فرمایا کہ پانی ہے تو سہی وضو کرلو۔ یہ فرمانا تھا کہ چشمہ جاری ہو گیا۔ (۲)

(۱) جماعت مجاہدین ص۔ ۲۷۸ (۲) از قلمی نسخہ بابو عبدالحکیم سابق یوسنہ۔ ۔ ۔ ش جھجر۔

نوٹ از مصنف

"یاد گار دہلی مصنفہ سید احمد مطبوعہ ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۲۲۳ پر تاریخ فتوحات فیروز شاہی اور اخبار الاخیار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک حوض سلطان علاؤ الدین نے اپنے عہد میں قریب ۶۹۵ ھ مطابق ۱۲۹۵ ء بنوایا تھا۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں یہ حوض مٹی سے اٹ گیا تھا۔ اور پانی نہیں رہا تھا۔ اسی دور میں سیدنا محمد یوسف مشہدیؒ تشریف لائے۔ اور پھر فیروز شاہ تغلق نے ۷۵۵ ھ مطابق ۱۳۵۴ء اس حوض کو نئے سرے سے صاف کرایا اور مرت کرائی اور اس کے جنوبی ضلع میں مکانات تعمیر کرائے اور ایک مدرسہ قائم کرایا اس مدرسہ کا صدر مدرس جناب سیدنا محمد یوسفؒ بن جمال کو مقرر کیا۔ آپ کا انتقال ۷۹۰ ھ مطابق ۱۳۸۸ء میں ہوا۔

اور اسی وقت سے اس حوض کا نام حوض خاص مشہور ہو گیا۔"

(۶) :۔ **غلام احمد خاں بریاں** : ابن مولانا مولوی غلام محمد خاں صاحب حنفی۔ چشتی سلیمانی

آپ نے مندرجہ ذیل پانچ کتب کا ترجمہ کر کے "مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت" کے نام سے ایک کتاب مسلم پریس واقع قصبہ جھجر سے طبع کرائی اور ۱۳۱۲ ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں شائع کی :۔ ○

(۱) انیس الارواح - ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ جس کو حضرت خواجہ حسن سنجری ثم الاجمیریؒ نے جمع فرمایا۔

(۲) دلیل العارفین ملفوظات حضرت خواجہ معین الحق حسن سنجریؒ ثم اجمیری جن کو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے تحریر فرمایا۔

(۳) فوائد السالکین ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ جمع کردہ حضرت شیخ مسعود گنج شکرؒ اجودھنی المعروف باوا صاحب پاک پٹنی۔

○ یہ کتاب لیاقت نیشنل لائبریری میں موجود ہے۔

(۴) راحت القلوب ملفوظات حضرت علامہ الوری مسعود گنج شکر اجودہنی جمع و بیان کردہ حضرت محمد بدایونی بخاری ثم دہلوی۔

(۵) راحت المحبین ملفوظات حضرت نظام الحق والدین محبوب الٰہی جمع کردہ طوطی ہند امیر خسرو۔

(۷) :۔ مولوی محمد نظام الدین صدیقی جھجری : آپ ایک مشہور واعظ اور عالم دین تھے اور صوفی محمد حسین مراد آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ میرٹھ میں ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے تھے۔ آپ کے علم و فضل سے متاثر ہو کر انجمن ہدایت اسلام (دہلی) نے آپ کو بحیثیت واعظ محکمہ امور مذہبی حیدر آباد دکن بھیجا۔ وہاں بھی بحیثیت واعظ آپ نے بہت شہرت حاصل کی۔ اور آپ کو طوطئی دکن کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ اعلیٰ حضرت نظام حیدر آباد دکن نے قدردانی کی اور ان کو بحیثیت واعظ مقرر فرماکر ایک صد روپے ماہانہ مشاہرہ جاری کیا۔ مسلمانوں کے رفاہی کاموں میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک عملی اور مستعد کارکن تھے۔ غلام احمد قادیانی نے جن مسلمانوں کو دعوت مباہلہ دی تھی ان میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ آپ دعوت مباہلہ پر لاہور مقررہ مقام پر پہنچے مگر غلام احمد قادیانی نہیں پہنچا۔ آپ کا انتقال ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ میں ہوا۔ ○

(۸) :۔ حکیم محمد معین الدین جھجری : آپ مشہور واعظ اور عالم مولانا مولوی محمد نظام الدین جھجری کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۹۰۴ء بمقام جھجر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جھجر کے ایک قدیم عربی مکتب میں حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۹۱۳ء میں اپنے والد کے ہمراہ حیدر آباد دکن میں سکونت اختیار کی اور عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد اور مولانا جلیل صاحب نعمانی و دیگر علماء سے حاصل کی۔ طب یونانی کی تعلیم کی تکمیل طبیہ کالج دہلی سے کی۔ حیدر آباد دکن میں سرکاری ملازمت اختیار کی اور نظامیہ طبی کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد اسی کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے اور

○ ہادی ہریانہ ص ۔ ۱۶۷

ساتھ ہی نظامیہ صدر شفاخانہ کے سپرنٹنڈنٹ بھی بنا دیے گئے۔ ۱۹۵۹ء میں وظیفہ حسن خدمت کے ساتھ علیحدہ ہو گئے۔ ○

○ تذکرہ اطبا عہد عثمانی۔

باب پنجم

ثقافت و معاشرت

زبان : اہل جھجر کی قدیم و جدید تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم میں جھجر کی زبان ہریانی تھی۔ مگر بعد میں دوسرے علاقوں سے آنے والوں کی وجہ سے بولی میں تبدیلی آگئی۔ اگرچہ اب بھی جھجر میں جاٹوں اور کاشتکاروں کی زبان ہریانی جاٹو ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں اپنی تصنیف تاریخ زبان اردو مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء میں اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں :-

ہریانی - بانگڑو - یا جاٹو

دہلی کے شمال مغربی اضلاع کرنال، روہتک حصار وغیرہ کی بولی ان تین ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ دہلی میں یہ زبان جاٹو کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ آس پاس کے علاقہ میں جاٹوں کی آبادی کثرت سے ہے۔ ص ۵۸

سلاطین دہلی کے لشکروں میں بھرتی عام طور سے اسی علاقہ (ہریانہ) کے جنگجو قبائل میں سے کی جاتی تھی۔ اس علاقہ کے کئی قصبات ہانسی، نارنول، جھجر وغیرہ کو سیاسی اعتبار سے مختلف زمانوں میں اہمیت حاصل رہی ہے۔ دہلی کے سیاسی انقلابات کا سب سے گہرا اثر بھی اسی علاقہ پر پڑتا تھا۔ ص ۵۹

ہمارے سامنے ہریانی کے کئی قدیم مصنفوں کے ادبی نمونے آجاتے ہیں۔ جن میں شیخ عبداللہ انصاری، شیخ محبوب عالم ساکن جھجر، اکرم روہتکی المتخلص بہ قطبی، شاہ عبدالحکیم، شاہ غلام جیلانی روہتکی قابل ذکر ہیں۔ ص ۱۸۵

گوڑ گاؤں کے مغربی حصہ، پٹودی اور ضلع دہلی کے بعض علاقوں میں اس کی بولی اہیرواٹی رائج ہے۔ تحصیل جھجر، دہلی اور روہتک کی اہیرواٹی کا مرکز مغربی گوڑ گاؤں میں ریواڑی کا قصبہ مانا جاتا ہے۔ ص ۱۹۲ - ۱۹۱

قحط سالی : رائے بہادر مہاراج کشن ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع روہتک نے اپنی تصنیف تاریخ ضلع روہتک مطبوعہ لاہور ۱۸۸۴ء میں قحط سالیوں کا ذکر کیا

ہے اور اس دور میں جو گیت یا مقولے زبان زد عام تھے نقل کئے ہیں وہ مندر جہ ذیل ہیں : -

۱ - قحط سمت ۱۸۴۰ء مطابق ۱۷۸۳ء یہ قحط تقریباً" تمام ہندوستان میں پڑا۔

۲ - قحط ۱۸۱۲ء یہ نواب نجابت علی خاں کے عہد میں پڑا یہ قحط باگڑ سے شروع ہوا۔ کثرت سے باگڑی لوگ جھجر کی طرف آئے۔ قحط رفع ہونے پر کچھ واپس چلے گئے اور کچھ وہیں آباد ہو گئے۔

۳ - قحط سمت ۱۸۹۰ مطابق ۱۸۳۳ء یہ قحط بھی تمام ملک میں پڑا۔ غلہ کا نرخ دس 'گیارہ' اثار رہا۔ اس قحط کا مشہور گیت یہ ہے مصرعہ۔

بنیا بڑگیا کوٹھی میں
بالک رو وے روٹی میں

۴ - قحط سمت ۱۹۱۷ مطابق ۱۸۶۰ء یہ قحط مارواڑ اور بیکانیر میں زیادہ پڑا۔ اور وہاں سے لوگ بڑی تعداد میں جھجر میں آئے۔ اس قحط کا گیت لوگوں نے یہ بنایا : -

چنے چرونجی (۱) ہوگئے گیہوں ہوگئے داکھ (۲)
سترہ بھی ایسا پڑا چالیسی کا باپ
پڑتے کال جولا ہے مارے بیچ میں مارے تیلی
کال اترتے بنیئے مارے روپیہ کی رہ گئی دھیلی

۵ - سمت ۱۹۳۴ مطابق ۱۸۷۷ء اس میں غلہ کا نرخ چودہ پندرہ سیر رہا۔ اس قحط میں چارہ کی کمی کی وجہ سے بہت سے مویشی ہلاک ہو گئے۔ اور بہت سے

---

(۱) میوہ (۲) کشمش

آدمی بھی مر گئے۔ گیت۔

ایک روٹی کو بیل بکا اور پیسے بک گیا اونٹ
چوتیسے نے کھودیا بھینس گائے کا بونٹ
چوتیسے نے چونتیس مارے جٹے ہیں ○ قصائی
وہ مارے ہے تاکڑی اور اس نے چھری چلائی

سمت ۱۹۹۰ء مطابق ۱۹۳۳ء میں بارش دو دن اور دو رات مسلسل ہوتی رہی۔ بہت سے مکانات گر گئے۔ سحابی ندی میں طغیانی آگئی۔ اور اس کا پانی بھی شہر کی طرف آگیا۔ جس کی وجہ سے شہر میں کافی پانی کھڑا ہوگیا۔ اس سال کو عوام الناس نبیا (یعنی نوے) کا سال کہہ کر پکارتے تھے۔

سرون کا گیت : جاٹو زبان کا ایک شاہکار گیت محترم پروفیسر منظور الحق صدیقی **مبہمی** نے اپنی کتاب ہادی ہریانہ کے صفحہ ۶۳ پر "سرون کا گیت" کے عنوان سے نقل کیا ہے۔ جس کو پروفیسر حافظ محمود شیرانی نے بھی اورینٹل کالج میگزین لاہور کی اشاعت فروری ۱۹۳۲ء میں شائع کیا تھا۔ اس گیت کا پس منظر یہ ہے کہ موضع گنگانہ تحصیل گوہانہ ضلع روہتک میں امی چند نامی جاٹ رہتا تھا۔ وہ کسی مقدمہ کے سلسلہ میں ولیم فریزر (جسے عوام فریڈر، فریدن یا فریدون کہتے تھے) کلکٹر روہتک کے سامنے پیش ہوا۔ کسی وجہ سے امی چند نے اپنی حسین و جمیل بہن سرون کی شادی فریدن کے ساتھ کرنے کا اقرار کرلیا۔ لیکن سرون اس شادی پر رضامند نہ تھی۔ آخر کار فریزر بذات خود گنگانہ آیا اور سرون بادل نخواستہ اس کے ساتھ چلی گئی۔ امی چند کو فریزر نے انعام میں جاگیر دی۔ ہریانی زبان میں سرون کا یہ گیت بہت مشہور رہا ہے۔

○ نبیا

سرون کا گیت

دھر کلکتہ سے چلا فریدن پانچوں پیر منائے ۔ پانچوں پیر منائے
پانچ مقام دلی میں کر کے چھٹا گنگانہ گاؤں ۔ رب جانے چھٹا گنگانہ گاؤں
دھولے کنویں پر تنبو تانا' سرون ملتی ناہ ۔ رب جانے سرون ملتی نا
گلی گلی چپراسی پھرگئے' گھر گھر تھانیدار ۔ ترا مریو تھانیدار
کہے فریدن گام سے' رے سن لے سارا گام ۔ ترا مریو سارا گام
جو کوئی سرون بھال لگاوے' ہاتھی دوں انعام ۔ رب جانے ہاتھی دوں انعام
کسی بیری نے بھال لگائی' سرون کھیت کو جائے رب جانے سرون
سر پر چھپڑا' ہاتھ ماہ درانتی' باجرہ کاٹن جائے ۔ تیرا مریوں باجرہ
باجرہ کاٹتی سرون پکڑی' درانتی ڈھونگے ماہ ۔ تیرا مریو
سرون رو رو گال سناوے ہنس ہنس ٹالے تھانیدار ۔ تیرا مریو تھانیدار

ہاتھ میں ماہ بیلوا' بیلوے میں کنگھی' سیس گندھاون جائے ۔ رب جانے
ایسا تو سر مرا گوندھ نائی کے ساپن لہریئے کھائے ۔ ترا مریو
نایاں کے گھر سرون بیٹھی باہر پکارے تھانیدار
سرون رو رو گال سناوے' ہنس ہنس ٹالے تھانیدار

الٹا سلٹا گوندھ لے نائی کے' ٹھاڈالیو جای ۔ ترا مری
ملنا ہے تو مل رے نائی کے' پھر کیا ہو نرباہ
بھائی بھینا سب تو مل گیے' امی چند ملنا ناہ
گام گنگانہ سو بسو بسیو' امی چند اوناجا ترامریو

دھرتی کا بیٹھنا چھوڑ دے ری سرون، مونڈھے کا بیٹھنا لے
اوڑھنی کا اوڑھنا چھوڑ دے ری سرون ٹوپی کا پہنا لے
گھگرا، آنگی پہرنا چھوڑ دے ری سرون، سائے کا پہر نا لے
چپکا بیٹھنا چھوڑ دے ری سرون، گانا بجانا لے
سرم لاج کو چھوڑ دے ری سرون، ہاتھ ملانا سیکھ

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت زار

برصغیر کے لوگوں نے جن میں مسلمان اور ہندو شامل تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریز کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جو کوشش کی اور ناکام رہی اس کو انگریزی عہد میں غدر کا نام دیا گیا بڑی عمر کے لوگ عموماً" بات کرتے ہوئے غدر کا حوالہ دیتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو ناکام بنانے کے بعد انگریزوں نے اہل ہند پر بے پناہ مظالم کیئے۔ شرفا کو ذلیل کیا۔ لاکھوں افراد کو قتل اور سولی پر چڑھایا۔ انگریز اس جنگ آزادی کا روح رواں مسلمانوں کو سمجھتے تھے۔ بعض انگریز مورخین نے اس کو اسلامی بغاوت ◯ کا نام دیا ہے۔ اور یہ حقیقت بھی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں جھجر اور اس کے قرب و جوار میں جن ۲۳ افراد کو سزائیں ملیں (ان کی فہرست اس کتاب کے باب دوم میں درج ہے) وہ سب کے سب مسلمان تھے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی تصنیف " تحریک آزادی ہند اور مسلمان " میں اس دور پر بایں الفاظ تبصرہ فرمایا" ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مسلمانوں ہی کے خون سے سینچی گئی " ص - ۱۴

◯ ۱۸۵۷ء از غلام رسول مہر ص - ۴۵۶

"جس روز سے برطانوی سامراج نے ہندوستان میں قدم رکھا ہے اسی روز سے اس کی مستقل پالیسی یہ رہی ہے کہ مسلمانوں کا زور توڑا جائے۔ اسی غرض کے لئے مسلمان ریاستوں کو مٹایا گیا اور نظام عدل و قانون کو بدلا گیا جو صدیوں سے یہاں قائم تھا۔ اسی غرض کے لئے انتظام مملکت کے قریب قریب ہر شعبہ میں ایسی تدبیریں کی گئیں جن کا مآل یہ تھا کہ مسلمانوں کو معاشی حیثیت سے تباہ و برباد کردیا جائے اور ان پر رزق کے دروازے بند کردئے جائیں۔ چنانچہ گذشتہ ڈیڑھ سو سال کے اندر اس پالیسی کے جو نتائج ظاہر ہوئے ہیں وہ یہ ہیں کہ جو قوم کبھی اس ملک کے خزانوں کی مالک تھی وہ اب روٹیوں کو محتاج ہوچکی ہے۔ اس کو معیشت کے ذرائع سے ایک ایک کر کے محروم کردیا گیا ہے اور اب اس کی ۹۰ فیصد آبادی غیر مسلم سرمایہ دار کی معاشی غلامی میں مبتلا ہے۔ ساہو کار سے برطانوی سامراج کا مستقل اتحاد ہے اور برطانوی نظام عدالت اس کے لئے وہی خدمت انجام دے رہا ہے جو سود خور پٹھان کے لئے اس کا ڈنڈا انجام دیتا ہے۔"
صد ۱۰۹-۱۰۷

جنگ آزادی سے قبل پورے ہندوستان کا نظم و نسق ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس تھا۔ ۱۸۵۷ء میں برصغیر کا نظم ملکہ وکٹوریہ نے سنبھال لیا۔ اور انگریز حکومت کا نمائندہ وائسرائے کہلایا جانے لگا۔ مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کا رویہ متعصبانہ اور انتقامی رہا۔ مسلمانوں پر تعلیم اور سرکاری ملازمتوں کے دروازہ بند کردئے گئے۔ مسلمان بھی انگریزی تعلیم حاصل کرنے اور انگریز کی ملازمت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لئے مسلمانوں میں تعلیم حاصل کرنے کا رجحان کم ہوگیا۔ جھجر میں مسلمان طلباء عموماً" پرائمری تک تعلیم مدرسہ قوۃ الاسلام رحیمیہ میں جو جامع مسجد سے ملحق تھا تعلیم حاصل کرتے تھے۔ راقم نے ۱۹۳۹ء میں پرائمری اسی اسکول سے پاس کی اس سال تقریباً" بیس طلبا کامیاب ہوئے ہوں گے ان میں سے

بھی چند طلباء گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخلہ کے لئے پہنچے۔ راقم کے والدین نے بھی ہائی اسکول میں داخلہ کے لئے نہیں بھیجا۔ ایک سماجی کارکن محترم مشتاق علی خاں صاحب نے پرائمری اسکولوں سے مسلمان کامیاب طلباء کی فہرست حاصل کی اور جن طلباء نے ہائی اسکول میں داخلہ نہیں لیا تھا۔ ان کے گھروں پر ان کے والدین سے ملاقات کی اور ہائی اسکول میں داخلہ کے لئے مدد کی۔ راقم نے ۱۹۴۵ء میں ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا۔ اس دور میں جھجر میں صرف ایک ہائی اسکول تھا۔ اور ہر کلاس میں دو سیکشن ہوتے تھے۔ "اے" سیکشن میں ہندو اور مسلم ہوتے تھے اور "بی" سیکشن میں صرف ہندو طلباء ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک استاد اسکول نہیں آئے لہٰذا دونوں سیکشن یک جا ہوگئے۔ استاد محترم نے شہنشاہ اکبر اور اورنگ زیب عالمگیرؒ پر تبصرہ کے لئے طلباء کو کہا۔ "اے" سیکشن کے طلباء نے (جن کے تاریخ کے استاد محترم ارشاد علی خاں صاحب تھے) اپنے تبصرہ میں شہنشاہ اکبر بادشاہ کے متعلق کہا کہ اس کا رویہ ہندوؤں سے متعلق بہت اچھا تھا اس کے دور میں ہندو بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے جب کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دور میں ہندوؤں کو وہ مراعات حاصل نہ تھیں۔ جب "بی" سیکشن کے طلباء کی باری آئی جس میں سب طلباء ہندو تھے اور ان کے تاریخ کے استاد بھی ہندو تھے تو انہوں نے کہا کہ اکبر کی پالیسی ہندوؤں کے لئے نقصان دہ تھی کیونکہ وہ درپردہ ہندوؤں کے مذہب کو خراب کررہا تھا اور اورنگ زیب عالمگیرؒ کی پالیسی ہندوؤں کے لئے نقصان دہ نہیں تھی کیونکہ اس کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ ہم "بی" سیکشن کے طلباء کا یہ تبصرہ سن کر بہت حیران ہوئے۔

تحریک خلافت : پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر انگریزوں نے ترکوں پر بڑے مظالم کئے۔ اس وقت تک خلافت قائم تھی اور خلیفہ مسلمین ترکی ہی میں رہتے تھے۔ انگریزوں نے خلیفہ کو قید کرلیا۔ اس خبر سے پاک و ہند کے مسلمانوں میں غم

و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے بانی مولانا عبدالباری فرنگی محلی تھے۔ تحریک خلافت کے پرجوش رہنما مولانا محمد علی جوہرؒ اور ان کے بڑے بھائی شوکت علی تھے۔ جب انگریز حکومت نے ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کیا تو ملک کے طول و عرض میں انگریزوں کے خلاف احتجاج کی لہر دوڑ گئی۔ اور ہر مرد و زن سراپا احتجاج بن گیا جو مندرجہ ذیل نظم سے ظاہر ہوتا ہے۔ میری والدہ مرحومہ (صغرابی) ہمیں بچپن میں اکثر یہ نظم سنایا کرتی تھیں :۔

بولی اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دیدو
ساتھ ہے تیرے شوکت علی بھی جاں بیٹا خلافت پہ دیدو
اے میرے لاڈلو میرے پیاروں اے میرے چاند اور میرے تارو
میرے دل اور جگر کے سہارو' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
ہو تم ہی میرے گھر کا اجالا' تھا اسی واسطے تم کو پالا
کام کوئی نہیں اس سے اعلیٰ' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
صبر سے جیل خانہ میں رہنا' جو مصیبت پڑے اس کو سہنا
کیجیو اپنے اللہ کا کہنا' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
بوڑھی اماں کا کچھ غم نہ کرنا' کلمہ پڑھ کر خلافت پہ لڑنا
پورے اس امتحان میں اترنا' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
میں اگر ست دیکھوں گی تم کو' دودھ ہرگز نہ بخشوں گی تم کو
اور دلاور نہ سمجھوں گی تم کو' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
میرے بچوں کو پکڑا سفر میں' کس طرح چین ہو مجھ کو گھر میں
خاک دنیا ہے میری نظر میں' جان بیٹا خلافت پہ دیدو

اب میری حق سے فریاد ہوگی' اور حکومت یہ برباد ہوگی
حشر تک پھر نہ آباد ہوگی' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
کالے پانی میں خوش ہوکے جانا' سجدہ شکر میں سر جھکانا
میں پڑھوں گی خدا کا دوگانہ' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
پھانسی آئے اگر تم کو جانی' مانگنامت حکومت سے پانی
نام رکھ لیجیو خاندانی' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
دین و دنیا میں پاؤگے عزت' نام ہوگا شہید خلافت
اے محمد علی اور شوکت' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
حشر میں حشر برپا کروں گی' پیش حق تم کو لیکر چلوں گی
اس حکومت پر دعویٰ کروں گی' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
ہوتے میرے اگر سات بیٹے' سب کو کرتی خلافت کے صدقے
ہیں یہی دین احمد کے رستے' جان بیٹا خلافت پہ دیدو
آج اسلام نرغہ میں آیا' ظلم کفار نے مل کے ڈھایا
چین مسلم نے ہرگز نہ پایا' جان بیٹا خلافت پہ دیدو

تحریک پاکستان : انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے برصغیر کے لوگوں نے آل انڈیا کانگریس تشکیل دی جس کا نظریہ یہ تھا کہ ہندوستان میں بسنے والے سب لوگ ایک قوم ہیں۔ لہٰذا کانگریس میں ہندو اور مسلمان اور دیگر مذاہب کے لوگ سب شامل تھے۔ لیکن مسلمان مفکرین جو اس نظریہ کے مضمرات سے آگاہ تھے انہوں نے کہا کہ مسلمان اپنے عقیدہ اور رسم و رواج کی بنا پر ایک الگ قوم ہیں۔ اسی بنا پر ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۳۷ء میں علامہ محمد اقبالؒ کی کوشش سے قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے مسلم لیگ کی سربراہی قبول کی۔

ایک موقعہ پر کانگریس کے لیڈر پنڈت جواہر لعل نہرو نے اعلان کیا کہ "ہندوستان میں صرف دو جماعتیں ہیں۔ ایک انگریز کی حکومت اور دوسری کانگریس"۔

تو محمد علی جناحؒ نے فوراً ہی چیلنج کیا اور کہا کہ :

"ان دو جماعتوں کے علاوہ تیسری جماعت بھی ہے جو دس کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے اور وہ ہے مسلم لیگ۔ کانگریس مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں ہے"۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے لاہور کے اجلاس میں قیام پاکستان کی قرار داد منظور کی۔ اب مسلمانوں کے سامنے ایک منزل کا تعین ہوگیا تھا۔ اس کے حصول کے لئے جس چیز نے مسلمانوں کو راغب کیا وہ یہ تھا کہ تحریک پاکستان کے انداز سے عام مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی تمناؤں کا مرکز پاکستان ایک اسلامی مملکت ہوگا۔ جس میں اسلام کا قانون جاری ہوگا اور اسلامی روایات و تہذیب زندہ کی جائیگی اسی لئے ان کا نعرہ یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا "لاالہ الا اللہ" مسلم لیگ کے لیڈر اور خود قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے مسلمانوں کو بارہا یقین دلایا کہ پاکستان کا دستور قرآن ہوگا۔

اس دور میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے تحریری محاذ پر بڑا کام کیا۔ اور اپنے مضامین (جو ماہنامہ ترجمان القرآن میں شائع ہوتے تھے اور بعد میں کتابی صورت میں "مسئلہ قومیت" اور مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش اور اب تحریک آزادی ہند اور مسلمان کے نام سے شائع ہوئیں) کے ذریعہ کانگریس کے نظریہ متحدہ قومیت کو باطل ثابت کیا۔ مسلم لیگ کو تحریری محاذ پر ان مضامین اور کتابوں سے بڑی مدد اور تقویت ملی۔ مسلم لیگ اور مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کا نظریہ اس حد تک ایک ہی تھا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی ان تحریروں کے اثرات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جو

پروفیسر منظور الحق صدیقی مہمی صاحب نے "تذکرہ سید مودودی" شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور ۱۹۸۶ء کے صفحہ ۵۶ پر بیان کیا ہے۔

"۱۹۴۵ء کی بات ہے کہ جھجر ضلع روہتک میں حاجی خیر محمد خاں صاحب بائیس سال سے مقامی کانگریس کمیٹی کے صدر چلے آ رہے تھے۔ اجلی سیرت کے بڑے ہی نیک نام کانگریسی تھے۔ میں نے یکے بعد دیگرے مذکورہ تین رسائل (یعنی مسئلہ قومیت، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ اول و دوم) انہیں پڑھنے کے لئے دئے۔ بس ایک ہفتہ میں وہ کانگریس کی صدارت اور رکنیت سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ کے ممبر بن گئے۔ اس پر سارا قصبہ ہی نہیں، ان کے دوست پنڈت جواہر لال نہرو کو بھی تعجب ہوا"۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ نے پاکستان کی مخالفت کی۔ یہ ایک سفید جھوٹ اور ایک مسلمان پر افترا ہے۔ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے مسلم لیگ اور کانگریس اپنے اپنے نظریات اور پروگرام کے تحت تحریک چلائے ہوئے تھیں۔ اس دور میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں اور آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ تحریر پاکستان کی حمایت میں ہے یا مخالفت میں ! ۔

مسلمانوں کے لئے ایسی آزادی وطن کی خاطر لڑنا تو قطعی حرام ہے جس کا نتیجہ انگلستانی غیر مسلموں سے ہندوستانی غیر مسلموں کی طرف اقتدار حکومت کا انتقال ہو۔ پھر ان کے لئے یہ بھی حرام ہے کہ وہ اس انتقال کے عمل کو بیٹھے ہوئے خاموشی سے دیکھتے رہیں۔ اور ان کے لئے یہ بھی حرام ہے کہ اس انتقال کو روکنے کی خاطر انگلستانی غیر مسلموں کا اقتدار قائم رکھنے میں معاون بن جائیں۔ اسلام ہم کو ان تینوں راستوں پر جانے سے روکتا ہے۔ اب اگر ہم مسلمان رہنا چاہتے ہیں اور ہندوستان میں اسلام کا وہ حشر دیکھنے کے لئے تیار نہیں جو اسپین اور سسلی میں ہو چکا ہے تو ہمارے لئے صرف ایک ہی راستہ باقی ہے۔ اور وہ یہ ہے

کہ آزادی ہند کی تحریک کا رخ حکومت کفر کی طرف سے حکومت حق کی طرف پھیرنے کی کوشش کریں اور اس غرض کے لئے ایک ایسی سرفروشانہ جنگ پر کمربستہ ہوجائیں جس کا انجام کامیابی ہو یا موت۔

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

ہم آزادیٔ ہند کے مخالف نہیں بلکہ ہر آزادی خواہ سے بڑھ کر اس کے خواہش مند ہیں اور اس کے لئے جنگ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن وطن پرست کے نصب العین سے ہمارا نصب العین مختلف ہے۔ وہ صرف ایسی آزادی چاہتا ہے جس کا نتیجہ "ہندوستانی" کی نجات ہو اور ہم وہ آزادی چاہتے ہیں جس کا نتیجہ "ہندوستانی" کے ساتھ "مسلم" کی نجات بھی ہو۔

تحریک آزادیٔ ہند اور مسلمان ص - ۷۲ - ۷۳

پاکستان کے اسلامی نظریہ کی بنیاد ہی کی بنا پر مسلمان نوجوانوں میں اس کے لئے والہانہ لگاؤ تھا۔ میری عمر قیام پاکستان کے وقت ۱۹ سال تھی میں ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف دہلی کے دفتر میں ملازم تھا۔ ایک دن جب میں نماز ظہر ادا کرکے دفتر میں آیا تو مجھے اسسٹنٹ اکاؤنٹس افیسر نے بلایا اور ایک فارم میرے سامنے رکھدیا۔ اور کہا کہ آپ بلا خوف و خطر اپنی مرضی سے اس فارم کو پر کردیں۔ اس فارم میں چار باتیں تھیں۔

۱ ۔ میں حتمی طور پر پاکستان کی ملازمت اختیار کرتا ہوں۔
۲ ۔ میں عارضی طور پر پاکستان کی ملازمت اختیار کرتا ہوں۔
۳ ۔ میں حتمی طور پر ہندوستان کی ملازمت اختیار کرتا ہوں۔
۴ ۔ میں عارضی طور پر ہندوستان کی ملازمت اختیار کرتا ہوں۔

میں نے اسسٹنٹ اکاؤنٹس افیسر سے کہا کہ جناب اس میں ہمیں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے تو پاکستان ہی کے لئے فائنل آپشن دینا ہے۔ تقریباً تمام

مسلمان ملازمین نے پاکستان کے لئے نام دیا سوائے ان لوگوں کے جو ریٹائرمنٹ کے قریب تھے۔

تحریک پاکستان اور مسلم لیگ جھجر سے متعلق مندرجہ ذیل ریکارڈ محترم پروفیسر منظور الحق صدیقی صاحب کے کنزالاثار میں موجود ہے :- (۱)

۱ ۔ جھجر میں پناہ گزینوں کی فہرست مرتبہ و مرقومہ شیخ ایوب علی نمبردار اور صدر مسلم لیگ جھجر ضلع روہتک ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۷ء کی کتابت ہے ۵۴ صفحات۔

۲ ۔ رجسٹر اسمائے ممبران مسلم لیگ قصبہ جھجر ضلع روہتک مع رجسٹر خط و کتابت محررہ شیخ ایوب علی صدر مسلم لیگ جھجر۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء سے مئی ۱۹۴۶ء تک کی کتابت ہے۔

۳ ۔ رجسٹر روئیداد جلسہ ہائے مسلم لیگ قصبہ جھجر مرتبہ و مرقومہ سید مبارک علی سیکریٹری مسلم لیگ جھجر اور شیخ ایوب علی نمبردار صدر مسلم لیگ جھجر۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء سے ستمبر ۱۹۴۶ء تک۔

۴ ۔ روز نامچہ ضلعی افسر رابطہ پاکستان در روہتک۔ حکومت پاکستان نے مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کے انخلا کے لئے ہر ضلع میں اپنا ایک افسر رابطہ مقرر کیا تھا۔ ضلع روہتک کے لئے افسر رابطہ شیخ ایوب علی کی جولائی ۱۹۴۸ء تک کی کارگزاری ہے۔

۵ ۔ میرا وطن : یاد وطن مولفہ الحاج بابو عبدالحکیم خاں سابق پوسٹ ماسٹر جھجر۔ تاریخ جھجر۔

مساجد و درسگاہیں : شہر اور بیرون شہر جھجر میں ۴۱ مساجد تھیں۔ سب سے بڑی جامع مسجد اور ایک اسلامی درسگاہ موسوم بہ مدرسہ قوۃ الاسلام رحیمیہ کی تعمیر مولانا حافظ حاجی عبدالرحیمؒ دہلوی نے کرائی (۲) ان کا انتظام ابتداً

(۱) کتاب دوست ص ۔ ۴۸ ۔ ۴۹ ۔ ۵۹ (۲) ...گار دہلی ص ۔ ۱۳۵

مولانا موصوف اور ان کے صاحبزادے مولانا جمیل الرحمٰنؒ کے پاس تھا۔ اس کے بعد مولانا سعید الرحمٰنؒ کی تحویل میں رہا۔ ۱۹۲۷ء میں ان اداروں کا نظم و نسق زعمائے شہر حاجی خیر محمد خاں، پیر زادہ مصباح الدین (A.D.G) اور بابو عبدالحکیم پوسٹ ماسٹر صاحبان کے پاس رہا۔ زاں بعد حاجی محمد امین خاں سب انسپکٹر پولیس ہنشنو کی تحویل میں دیدیا اور مولانا سعید الرحمٰن سرپرست رہے۔

۱۹۴۵ء میں حاجی امین خان، شیخ ایوب علی نمبردار، حاجی عبدالرحمٰن قریشی، خاں منصب علی خاں، سید مبارک علی اور بابو عبدالحکیم خاں نے شہر میں چندہ جمع کر کے جامع مسجد سے ملحق ایک پختہ عمارت حویلی عالم خاں درسگاہ کے لئے خرید کی۔

میونسپل کمیٹی : ۱۹۴۷ء میں قصبہ جھجر کی آبادی تقریباً" سترہ ہزار تھی اور شہر کا انتظام ایک میونسپل کمیٹی کے سپرد تھا۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم ممبران کی تعداد برابر تھی۔ پریذیڈنٹ عام طور پر مسلمان ہی ہوتا تھا۔

تقسیم ہند کے وقت بھی قاضی فرید الدین صاحب پریذیڈنٹ تھے۔ میونسپل کمیٹی کے تحت ایک پرائمری اسکول، دو زنانہ پرائمری اسکول، چار امدادی پرائمری اسکول اور ایک گورنمنٹ ہائی اسکول تھا۔

آبادی : ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق جھجر اور تحصیل جھجر کے تحت دیہات کی آبادی مندرجہ ذیل تھی ○ :۔

نام قصبہ	آبادی	ہندو	مسلم	سکھ	جین	عیسائی
جھجر	12227	6943	5193	11	80	-
بیری	9723	8885	829	3	6	-

○ پنجاب گورنمنٹ گزیٹیر ضلع روہتک ۱۹۱۰ء ص ۔ ۵۰

بادلی	3667	"	"	"	"	"
گوڑیائی	3896	"	"	"	"	"
سالہاواس	1664	"	"	"	"	"
بہادر گڑھ	5974	3397	2532	1	41	3
مانڈوٹھی	4865	"	"	"	"	"

تہوار

عیدین : شہر سے باہر غربی جانب دو عید گاہیں تھیں ایک چھوٹی عید گاہ اور دوسری بڑی عید گاہ کے نام سے موسوم تھیں۔ شہر اور قرب و جوار کے دیہات کے مسلمان انہی عید گاہوں میں عیدین کی نمازیں ادا کرتے تھے۔ سب سے بڑا اجتماع بڑی عید گاہ میں ہوتا تھا۔ بڑی عید گاہ باغ جہاں آرا سے بالکل ملحق ہے۔ یہ ایک نہایت وسیع و دلکش مسجد ہے۔ اس کا فرش سنگ سرخ کا ہے۔ اس کی سطح زمین سے ۵ فٹ بلند ہے۔ مسجد کے احاطہ میں ایک کنواں اور ایک وسیع حوض ہے۔ اس کی تعمیر جھجر کے آخری نواب عبدالرحمٰن خاں نے کرائی تھی۔ مسجد کے آگے بہت بڑا میدان ہے۔ جس میں عیدین کے موقعہ پر بیشمار دکانیں لگ جاتی تھیں۔ اور عجیب رونق اور چہل پہل ہوجاتی تھی۔

محرم و تعزیہ داری : جھجر شہر میں تمام مسلمان اہل سنت و الجماعت حنفی المذہب تھے۔ مگر ماہ محرم میں تعزیہ داری بڑے جوش و خروش سے منائی جاتی تھی۔ عید الضحیٰ کی نماز سے فارغ ہو کر اسی دن سے تعزیہ کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا جاتا تھا۔ اور تعزیوں کی تیاری شروع کردی جاتی تھی۔ محرم کی سات تاریخ کو سدے نکالے جاتے تھے اور ایک علم سدوں کے علاوہ محلہ معماران سے

نکالا جاتا تھا۔ علم کے دو جانب تلواریں لٹکی ہوتی تھیں۔ تمام شہر کا گشت کر کے رات نو بجے تک اپنے اپنے محلوں میں واپس چلے جاتے تھے۔

نویں محرم کی رات کو تعزیہ باہر رکھ دیئے جاتے تھے اس سال کے دوران جس کے گھر لڑکا پیدا ہوتا وہ اپنے گھر ایک مہدی بنا کر تعزیہ کے قریب لاکر رکھ دیتا۔

دسویں محرم کو محلّہ معماران سے صبح نو بجے تعزیہ نکالا جاتا۔ تعزیہ بہت اونچا ہوتا۔ چالیس فٹ سے زائد بلندی ہوتی تھی۔ چاروں طرف رسیاں باندھ کر لوگ پکڑے رکھتے تاکہ اس کا توازن برقرار رہے۔ تعزیہ کے آگے ایک علم ہوتا تھا ہر محلّہ سے تعزیہ اس وقت اٹھایا جاتا تھا جب معماروں کا علم بردار شخص وہاں پہنچتا۔ سب سے آگے معماروں کا تعزیہ ہوتا دوسرے نمبر پر قدرت اور تیسرے پر نظام قصاب کا ہوتا تھا۔ ان کے پیچھے اور بہت سے تعزیہ ہوتے تھے دن بھر شہر کا گشت کر کے شام کے وقت تمام تعزیے دہلی دروازہ آجاتے تھے۔ دیہات کے لوگ بیوی بچوں سمیت دہلی دروازہ کے باہر جمع ہوجاتے تھے اور یہ ایک قسم کا میلہ ہوتا تھا۔ راقم کے آباد اجداد سے یہ طریقہ چلا آرہا تھا کہ عاشورہ کے دن شام کے وقت دہلی دروازہ کے باہر پیر یار وفادار کے مزار سے ملحق شربت کی سبیل لگاتے تھے۔ رات کے وقت تعزیوں کو حسن شہید کے مقبروں کے قریب زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا۔ تعزیوں کے سامنے عموماً" سوز خوانی یا مرثیہ خوانی ہوتی تھی۔ ماتم بہت ہی کم تھا۔ اس زمانہ میں تلوار' پٹہ' بنیٹی' گدکا' لاٹھی چلانے کا رواج تھا۔ عاشورہ کے دن لوگ اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔

تیج و گوگا کا میلہ : ہندوؤں کے رام لیلا کے علاوہ دو میلے ہوتے تھے۔ ایک تیج کا دوسرا گوگا کا۔ ان میلوں کی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں پہلوانوں کی کشتیاں ہوتی تھیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کے پہلوان اس میں حصہ لیتے تھے۔

قیام پاکستان کے وقت سب سے مشہور پہلوان نظام الدین عرف کنڑا تھا۔ جو آج کل ملتان میں آباد ہے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کی طاقت اور فن کے اعتراف میں متحدہ پنجاب کے صوبائی وزیر چھوٹو رام نے ان کو یہ کنڑے کا لقب دیا تھا۔

گوگا (۱۱۴۹ء - ۱۲۰۰ء) کے بارے میں مشہور ہے کہ علاقہ بیکانیر کے گاؤں دو ریڑہ متصل راج گڑھ کا راجپوت چوہان تھا۔ اسے خواب میں بتایا گیا اور اس نے زمین کھود کر نو لاکھ روپے کا خزانہ نکالا۔ اس کے چچا زاد ارجن اور سرجن اس کے دعویدار ہوئے۔ لڑائی میں گوگا نے انہیں قتل کردیا۔ گوگا کی ماں باچھیل نے ناراض ہو کر گوگا کو گھر سے نکال دیا۔ گوگا گھوڑے پر سوار ہو کر گھر سے نکل گیا۔ بارہ کوس کے فاصلہ پر ایک مسلمان صوفی رتن حاجی نے اسے مسلمان کر کے اپنا مرید بنالیا۔ بعد ازاں زمین پھٹ گئی اور گوگا اس میں زندہ چلا گیا۔ خیر جو کچھ ہوا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر الحال اس بات پر اتفاق ہے کہ گوگا جہاں مرا وہیں اس کی قبر ہے۔ یہ جگہ کرن پورہ میں آبادی سے باہر ہے۔

گوگا پیر کا میلہ رہتک، جھجر، سلانہ اور دیگر مقامات پر بھادوں بدی کی نو تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ میلہ میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے ہیں۔ ○

○ ہادی ہریانہ ص - ۶۷ - ۶۸ - وگزیٹیر ضلع روہتک ۱۹۱۰ء ص:- ۶۷

باب ششم

تقسیم ہند، فسادات
اور
ہجرت سوئے پاکستان

تقسیم ہند اور فسادات

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور ۱۵ اگست کو ہندوستان نے یوم آزادی منایا۔ اسی کے ساتھ پاک و ہندو میں فسادات میں شدت پیدا ہوگئی۔ مگر ابھی تک جھجر میں امن و امان تھا۔ ۲۷ اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی میں ۷۲ گھنٹہ کے لئے کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ ۲۸ اگست کو جمعہ کے لئے تین گھنٹہ کے لئے کرفیو میں نرمی کردی گئی۔ لہٰذا اس دوران میں بہت سے لوگ دہلی سے نکلنے کے لئے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ ہم بھی بہادر گڑھ جانے کے لئے ریل میں سوار ہوگئے۔ راستہ میں ہندو اور مسلمانوں میں تکرار ہوگئی اور ایک ہندو نوجوان نے کہا کہ آگے نہر آئے گی۔ وہاں گاڑی روک کر تمام مسلمانوں کو قتل کر دیں گے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ بخیر وعافیت بہادر گڑھ پہنچ گئے۔ وہاں سے موٹر گاڑی کے ذریعہ شام کے وقت جھجر پہنچ گئے۔ یکم ستمبر ۱۹۴۷ء سے قرب و جوار کے ہندوؤں نے جھجر کا بھی محاصرہ شروع کردیا۔ اور اندرون شہر سے ہندو باہر چلے گئے۔ شہر میں صرف مسلمان محصور ہوگئے۔ اور اس طرح عملاً" ہمارا شہر پاکستان کا شہر بن گیا۔

فسادات کا آغاز

ضلع گوڑ گانوہ : انبالہ ڈویژن میں ہندو مسلم فسادات نے سب سے پہلے ضلع گوڑ گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ تقریباً" چھ سات ماہ مسلسل یہ علاقہ فساد زدہ رہا۔ اگرچہ اس ضلع میں مسلم آبادی کا تناسب تیس فیصد تھا۔ مگر مسلمانوں نے جن میں اکثریت میو اور مسلم راجپوت اقوام کی تھی ہندو بلوائیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ریاست بھرت پور اور ریاست پٹیالہ کی ملٹری بھی ہندو بلوائیوں کا ساتھ دے

رہی تھی۔ اس ضمن میں موضع اورنگ کے پٹھانوں اور موضع کوٹ کے مسلم راجپوتوں کی شجاعت و بہادری خاص طور پر قابل تعریف ہے۔ جن کے مورچہ آخر دم تک قائم رہے۔ اور ملٹری بھی ان پر قابو نہ پا سکی۔

ضلع روہتک : ضلع گوڑ گانوہ کے فسادات کے بعد خاص روہتک اور پھر ضلع کے شمالی قصبات میں فسادات کے شعلہ بھڑک اٹھے۔ گڑھ مکتیسر ضلع میرٹھ کے میلہ میں فسادات ہوئے جس میں ہندو بلوائیوں نے بے شمار مسلمانوں کو شہید کردیا۔ میلہ مذکور کے نواحی قصبات موسوم بہ بارہ بستی کے پٹھانوں نے اگلے دن ڈاسنہ ریلوے اسٹیشن پر ہندو بلوائیوں کی ریل گاڑیوں کو روک لیا۔ اور مسلمانوں کا بدلہ لے لیا۔ ان ریل گاڑیوں کے باقی ماندہ ہندوؤں نے بہادر گڑھ' سانپلہ' روہتک اور دیگر اسٹیشنوں پر اتر کر مسلمانوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ اور اس طرح ضلع روہتک میں فسادات پھیل گئے۔ قصبہ بہادر گڑھ' موضع حسن گڑھ اور موضع پوتھی تحصیل گوہانہ کے مقابلہ قابل ذکر ہیں جن میں مسلمانوں کی تعداد نہایت ہی قلیل تھی۔ لیکن اس کے باوجود ہندو بلوائیوں کے حملوں کو پسپا کرتے رہے۔ آخر کار ان علاقوں میں ملٹری نے پہنچ کر مسلمانوں کو کیمپوں میں ڈال دیا۔

کھرکھودہ : کھرکھودہ کے مسلمان قافلہ کی صورت میں شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ وہاں کے میر صاحبان کے پاس اسلحہ تھا۔ بااثر ہندو افراد میر صاحبان سے ملے اور ان کو یقین دلایا۔ کہ آپ قدیم سے یہاں آباد ہیں۔ آپ یہیں اپنے شہر میں رہیں۔ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ میر صاحبان ان کے جھانسہ میں آگئے۔ رات ہی کو جاٹوں نے مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ اور کثیر تعداد میں مسلمان شہید ہوگئے۔ بہت کم لوگ وہاں سے بچ کر نکل سکے۔

چھوچھک واس : ضلع روہتک کا جنوبی حصہ چونکہ ضلع گوڑ گانوہ سے ملحق تھا۔ اور دونوں ضلعوں کے سرحدی دیہات کی آپس میں رشتہ داریاں تھیں۔ ضلع گوڑ گانوہ کے ہندوؤں نے ضلع روہتک کے نواحی دیہات میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کردیا۔ اور یہاں بھی فسادات شروع ہوگئے۔ کھیتاواس اور بلوچ پورہ کے مسلمانوں نے کئی دن بلوائیوں کا مقابلہ کیا۔ اور آخر کار قافلہ کی شکل میں اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں کنواہ' شاہجہانپور اور قریب کے مسلمان ان سے آن ملے۔ اور یہ قافلہ چھوچھک واس پہنچ گیا۔ ہندو بلوائیوں نے پنچایت کی اور فیصلہ کیا کہ چھوچھک واس پر دھاوا بول دیا جائے مگر چھوچھک واس پر حملہ کرنا آسان نہ تھا۔ وہاں خان صاحبان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ ان کے پاس کثیر اسلحہ ہے۔ نیز کھیتا واس' شاہجہانپور اور بلوچ پورہ سے آئے ہوئے مسلمانوں میں تربیت یافتہ فوجی بھی تھے۔

ریاست بھرت پور کی ملٹری' کوسلی' سالہاواس اور تحصیل ریواڑی کے دیہات کے اہیر ایک مسلح گروہ بنا کر چھوچھک واس پر حملہ آور ہوئے۔ چاروں طرف سے چھوچھک واس کو گھیر لیا۔ اور فائرنگ بھی کی۔ محصور مسلمانوں نے بھی مورچہ بندی کرلی۔ اور بلوائیوں کا مقابلہ کیا۔ بالاخر ہندو بلوائی ہزاروں لاشیں چھوڑ کر پسپا ہوگئے۔ مسلمانوں کا اب چھوچھک واس میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ جھجر سے نوازش علی خاں' مصور علی خاں اور دیگر نوجوان کافی اسلحہ لے کر مسلمانان چھوچھک واس کی امداد کو پہنچے۔ وہاں سے مسلمان ایک قافلہ کی صورت میں رات ہی جھجر کی جانب روانہ ہوگئے۔ راستہ میں ہندو بلوائیوں سے معمولی جھڑپیں بھی ہوئیں۔ جہاز گڑھ اور تلاؤ کے مسلمان بھی اس قافلہ کے ہمراہ ہولئے۔ اور علی الصبح جھجر پہنچ گئے۔ دیگر چھوٹے چھوٹے دیہات کے مسلمان بھی سمٹ کر جھجر پہنچ گئے۔ موضع دادری طہ کے مسلمان چاروں طرف سے ہندوؤں کے دیہات میں گھرے ہوئے تھے۔ جھجر سے ملٹری ان کو نکالنے کے لئے گئی۔ اور

قافلہ کی شکل میں اپنی حفاظت میں لے کر جھجر کی طرف روانہ ہوئی۔ جب یہ قافلہ موضع دلہنہ پہنچا تو دلہنہ کا جاگیر دار ملٹری افسران سے ملا اور چائے پلانے کے بہانے اپنے بنگلہ پر لے آیا۔ اس جاگیردار نے پہلے ہی مسلح بلوائیوں کو چھپا رکھا تھا۔ جب ملٹری قافلہ سے الگ ہوگئی تو بلوائیوں نے قافلہ پر حملہ کردیا۔ مگر جلد ہی ملٹری کو اس کی خبر ہوگئی اور موقع پر پہنچ گئی۔ اور مسلمانوں کے قافلہ کو بحفاظت جھجر لے آئی۔

بادلی : قصبہ جھجر کے جنوب میں ایک قصبہ بادلی ہے۔ جو بہت پرانا اور تاریخی قصبہ ہے۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی بیس فیصد سے بھی کم تھی۔ یہ قصبہ بھی چاروں طرف سے ہندو جاٹوں سے گھرا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی میں ۳ ستمبر ۱۹۴۷ء کو قصبہ کے تین نوجوان سید ارشاد علی ولد سید سجاد علی، عبدالغنی سبزی فروش اور فیاض علی ولد چراغ علی شاہ نکلے اور جھجر جا کر قصبہ کی کیفیت بیان کی۔ مسٹر رابرٹ ملٹری کے کپتان نے ان لوگوں کا حال سن کر اپنے فوجی جوان لے کر بادلی جا پہنچا۔ اور مسلمانوں کو وہاں سے نکال کر جھجر لے آیا۔

جھجر کے واقعات : قرب و جوار کے دیہات پر ہندوؤں کے مسلسل حملوں اور وہاں سے مسلمان آبادی کی ہجرت اور جھجر میں آمد پر مسلمانان جھجر نے محسوس کیا۔ کہ دیہات سے فارغ ہو کر ہندو بلوائی جھجر پر حملہ آور ہوں گے۔ لہٰذا عمائدین شہر نے مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ بلوائی شہر پر حملہ آور ہوں۔ ہندوؤں کے دیہات پر حملہ کردیا جائے۔ تاکہ ان کی قوت کو توڑا جاسکے اور وہ شہر پر حملہ کرنے کے قابل نہ رہ سکیں۔ یہ منصوبہ غالباً" ۶ ستمبر ۱۹۴۷ء کی صبح کے لئے بنا تھا لیکن ۵ ستمبر کی شام کو مزید ملٹری جھجر آگئی۔ اس ملٹری کے متعلق معلوم ہوا کہ اس نے بہادر گڑھ کے مسلمانوں پر بڑا ظلم و

ستم کیا ہے۔ لہٰذا مسلمانان جھجر پر اس ملٹری کے آنے سے پژمردگی چھاگئی۔ اور مذکورہ منصوبہ پر عمل نہ ہوسکا۔

۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پیر شمشاد علی خاں کی معیت میں ۳۲ افراد ایک ٹرک میں سوار ہو کر دہلی سے دوپہر کے وقت عازم جھجر ہوئے۔ اس ٹرک میں محمد شریف خاں، محمد سعید خاں ، صوفی محمد ایوب خاں (برادران حقیقی) سید بشارت علی، شمس الدین خاں و عبدالوحید خاں اور دیگر افراد تھے جو ڈاکٹر سہرامی کے عرس سے واپس آرہے تھے۔ جب یہ ٹرک ۲۹ میل کا سفر طے کرچکا تو ٹائر پنکچر ہوگیا۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

ٹرک کے رکتے ہی چند ہندو آگئے اور جب انہوں نے دیکھا کہ ٹرک میں سب مسلمان سوار ہیں تو انہوں نے کھیتوں میں چھپے ہوئے بلوائیوں کو اطلاع کردی۔ سینکڑوں کی تعداد میں بلوائیوں نے ٹرک کو گھیر لیا اور آگ لگادی۔ ایک فرد بھی ٹرک سے نہ نکل سکا۔ اور تمام کے تمام جل کر راکھ ہوگئے۔ اور یوں شہادت پائی

اشعار

یہ جور و جفا اور یہ ستم خیز تشدد
تہذیب کے حلقوم پہ خنجر ہیں دو دھارے
آئیں ادھر آزادی موہوم کے شیدا
دیکھیں سر اسلام پہ چلتے ہوئے آرے
مشکل ہے تڑپنا بھی شہیدان وفا کو
کروٹ بھی جو لیتے ہیں تو زخموں کے سہارے

صوفی محمد ایوب خاں کے متعلق مشہور ہے کہ قوالی کے دوران ان اشعار پر سر دھنتے تھے :-

وہ چلے جھٹک کے دامن میرے دست ناتواں سے
اسی دن کا آسرا تھا مجھے مرگ ناگہاں سے
مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے
ترے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

اس طرح اللہ تعالیٰ نے صوفی محمد ایوب خاں کی مراد پوری کردی دوسرے روز یعنی ۶ ستمبر کو پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند جائے وقوعہ پر پہنچے اور پھر جھجر شہر میں آئے۔ اور لوگوں کو تلقین کی کہ اب یہ ملک آزاد ہو چکا ہے۔ اب یہاں کے تمام باشندوں کو آپس میں مل جل کر رہنا چاہیے۔ اور اس ملک کی ترقی کے لئے کام کرنا چاہیے۔ عمائدین شہر جن میں مصور علی خاں اور عبدالوحد خاں شامل تھے پنڈت ہنرو کو بتایا کہ ایک تو چاروں طرف سے بلوائیوں نے شہر کا محاصرہ کیا ہوا ہے دوسرے انتظامیہ مسلمانوں سے لائسنس یافتہ اسلحہ بھی لے رہی ہے۔ ایسی صورت میں ہماری حفاظت کی کیا ضمانت ہے۔ مسلمان عمائدین کے کہنے پر پنڈت نہرو نے تحریری ہدایت کی کہ مسلمانوں سے لائسنس یافتہ اسلحہ نہ لیا جائے۔ پنڈت نہرو کے ہمراہ اس وقت فوجی جنرل راجندر سنگھ جی بھی تھا۔

دہلی دروازہ میں محلہ معماران کے چاروں طرف ہندو آبادی تھی۔ لہٰذا تمام معمار آبادی اندرون شہر منتقل ہو گئی۔ مسلمانان جھجر نے شہر کے چاروں طرف مورچہ بندی کی ہوئی تھی اگرچہ ہزارہا ہندو بلوائیوں نے شہر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ مگر شہر پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ کیونکہ مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ جھجر کے قرب و جوار کے دیہات پر ہندو بلوائیوں نے حملہ کئے۔ جس کی وجہ سے دیہات کے لوگ بھی جھجر منتقل ہو گئے۔ دیہات کے لوگوں میں کافی تعداد سابق

فوجی افراد کی تھی۔ وہ معہ اسلحہ کے آئے تھے۔ اس طرح شہر کا دفاع مضبوط ہوگیا۔

ہندو بلوائیوں کے حملوں سے جو نقصان دیہات کے مسلمانوں کا ہوا وہ حسب ذیل ہے :-

نمبر شمار	نام دیہات	تعداد شہداء	تعداد مرتدین	تعداد لاپتہ	کل
۱	جہاز گڑھ	۷	-	-	۷
۲	نورنگ پور	۲۰	٦۰	-	۸۰
۳	کنواہ	۲۹	-	-	۲۹
۴	گوالیسن	۱	-	-	۱
۵	تلاؤ	۴	-	-	۴
٦	جھجر	۴۴	-	-	۴۴
۷	ماتن ہیل	۱۱	۳۵	۱۵	٦۱
۸	کالیا واس	۲۵	۹	۱۳	۴۷
۹	سیلنگا	۱۵۰	-	-	۱۵۰
۱۰	بہادر گڑھ	۲۵۰	-	٦۸	۳۱۸
۱۱	کوٹ کلال	-	٦۰	-	٦۰
۱۲	چھوچھک واس	۱۰	۲	-	۱۲
۱۳	بادلی	۲۲	-	۲	۲۴
۱۴	شاہجہانپور	۱۰	-	-	۱۰
۱۵	بلوچ پورہ	۱۰	-	-	۱۰
۱٦	کھیتا واس	۴۰	-	-	۴۰

۱۷	دادری طہ	۱۲۵	۲۰۰	–	۳۲۵
۱۸	کھوڑن	۱	۲	–	۳
۱۹	کھیڑکہ مسلمانان	۹	–	–	۹
۲۰	مدانہ	–	۱۰	–	۱۰
۲۱	روہد	–	۱۵	–	۱۵
۲۲	دوبلدہن ماجرہ	–	۱۶	–	۱۶
۲۳	پاٹودہ	–	۶۰	–	۶۰
۲۴	اہری	۱	–	–	۱
۲۵	بھونیہ	–	۱۲۵	–	۱۲۵
۲۶	گوڑھا	–	۲۰۰	–	۲۰۰
۲۷	ماچھرولی	۵۰	–	–	۵۰
۲۸	چاندول	۲۵۰	۵۰	–	۳۰۰
۲۹	دولیھڑہ	–	۵۵	–	۵۵
۳۰	چھارہ	–	۱۰۰	–	۱۰۰
۳۱	بابے پور	–	۲۵	–	۲۵
۳۲	کھیڑی سلطان	۳	۳	–	۶
۳۳	لڈائن	۶۰	–	–	۶۰
۳۴	سیلانی	۵	–	–	۵
۳۵	کانھوری	۱۰	–	–	۱۰

حالات کی خرابی کی وجہ سے جو لوگ مرتد ہوگئے تھے ان میں سے بعض افراد بعد میں پھر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

دیہات سے آنے والوں کی مدد، ان کے لئے ضروریات زندگی کی فراہمی، شہر کے نظم و نسق اور دیگر امور کے لئے اہل جھجر نے ایک منتظمہ کمیٹی مندرجہ

ذیل افراد پر مشتمل تشکیل دی :-

نمبر شمار	نام محلہ	نام ممبر منتظمہ کمیٹی
۱	محلہ بیوپاریاں و قاضیاں	حاجی عبد الرحمٰن قریشی حافظ نظام الدین قریشی
۲	محلہ گھوسیاں	نمبر دار عبدل بھنگڑ پہلوان
۳	محلہ سلنگھیاں	۱۔ محمد حسین ڈرائیور ۲۔ سجاد علی ۳۔ شیخ ایوب علی نمبر دار صدر مسلم لیگ
۴	محلہ ٹیڑی	محمد اقبال خاں بشیر محمد خاں
۵	محلہ لال خانیاں	محمد ریاض خاں ثناءاللہ خاں
۶	محلہ چودھریاں	سلیم خاں صلاح الدین خاں
۷	محلہ حسن خانی	محمد اسحٰق خاں ماسٹر محمد سلیم خاں

دیگر چھوٹے محلوں سے افراد کو اس کمیٹی میں شامل کیا۔ شہر میں انتظام و انصرام کے لئے رقم کی ضرورت پڑی لہٰذا چندہ جمع کرنا شروع کیا اور اہل شہر نے دل کھول کر چندہ فراہم کیا۔ بابو عبدالحکیم خاں پوسٹ ماسٹر کو خازن مقرر کیا گیا۔

شیخ ایوب علی نمبردار وصدر مسلم لیگ جھجر، حاجی محمد امین خاں اور قاضی فرید الدین چیرمین میونسپل کمیٹی جھجر کو مسلمانوں کی زرعی جائداد کے اعداد و شمار جمع کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ اور حاجی خیر محمد خاں، بابو عبدالحکیم خاں اور

مولوی عبدالمجید کو ایک مکمل اور بسیط رپورٹ مرتب کرنے پر مامور کیا۔

عمائدین شہر نے پاکستان کی گورنمنٹ پنجاب سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے خط و کتابت شروع کی مگر رسل و سائل کے ذرائع مسدود ہونے کی وجہ سے یہ کوشش بار آور نہ ہو سکی۔ باہمی مشورہ کے مطابق ریاست دوجانہ کی ملٹری کے ہمراہ منصب علی خاں سب انسپکٹر پولیس، مصور علی خاں اور بابو عبدالحکیم خاں کو دہلی بھیجا۔ ان تینوں حضرات نے بھی ملٹری کی وردی پہنی تاکہ راستہ میں بلوائی مزاحم نہ ہوں۔ یہ حضرات جھجر شہر سے ڈھائی بجے دن روانہ ہوئے۔

ساتویں میل پر سڑک پر ایک بڑا سیاہ نشان نظر آیا یہ وہ جگہ تھی جس پر ۳۲ افراد کو جو ایک ٹرک میں سوار دہلی سے آرہے تھے زندہ جلا دیا تھا۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے ان حضرات نے فاتحہ پڑھی اور شہداء کے لئے مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کی۔ یہ حضرات جب بہادر گڑھ کے تالاب کے نزدیک سے گزر کر برجے والے پیر سے گزرے تو پولیس تھانہ کی پشت پر خار دار تار کے احاطہ میں بہادر گڑھ کے پریشان حال مظلوم مسلمانوں کو دیکھا۔ جو بلوائیوں کے حملہ کے بعد اس کیمپ میں ڈالدئے گئے تھے۔ کھلے آسمان کے نیچے بارش کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی تھی اپنے بھائیوں کی یہ حالت زار دیکھ کر آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بہادر گڑھ کے قریب پنجابی کھوڑ اور حسن گڑھ سے آئے ہوئے مسلمانوں کا کیمپ تھا۔ ان کی حالت بھی ابتر تھی۔ معصوم بچوں اور عورتوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ کپڑے بوسیدہ اور میلے تھے۔ چہروں کے رنگ سیاہ پڑچکے تھے۔ راشن قلیل ملتا تھا۔ جھجر سے بھنے ہوئے چنوں کی کچھ بوریاں بھجوائی گئیں۔ اور بہادر گڑھ کے کیمپوں میں تقسیم کی گئیں۔

یہ دلخراش مناظر دیکھتے ہوئے عمائدین جھجر دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں دیکھا کہ ہندو بلوائی جگہ جگہ مسلمانوں کا لوٹا ہوا مال بیل گاڑیوں میں

لے جا رہے ہیں۔ تقریباً" چار بجے شام یہ حضرات دہلی پہنچے۔ دہلی میں بھی ہندو بلوائیوں نے مسلمانوں کی املاک کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔ شہر پر ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ یہ وفد پانچ بجے شام نواب دوجانہ کی کوٹھی ٹمیا محل پہنچا۔ دوسرے روز جمشید علی خاں کو ساتھ لے کر چار افراد پر مشتمل یہ وفد زاہد حسین ہائی کمشنر پاکستان کی کوٹھی پر پہنچا۔ وہ کوٹھی پر موجود نہ تھے۔ لہٰذا ماتحت عملہ سے اپنا مدعا بیان کیا کہ جھجر شہر کی حفاظت کا بندوبست کرایا جائے۔ اس بارے میں انہوں نے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ بذریعہ ہوائی جہاز تمہارے دو افراد کو لاہور بھجوا سکتے ہیں تاکہ وزیر اعلیٰ پنجاب سے مل کر ملٹری گاڑیوں کا مطالبہ کریں۔ ہائی کمشنر کی کوٹھی پر ڈی۔ ایم۔ ملک صدر صوبہ مسلم لیگ دہلی بھی موجود تھے ان سے وفد کی دو گھنٹہ ملاقات رہی۔ انہوں نے مشورہ دیا۔ کہ مسلمان کسی حالت میں شہر خالی نہ کریں۔ ورنہ حکومت ہند شہر سے باہر کیمپ بنا کر ڈالدے گی۔ اور تمام املاک پر قبضہ کرلے گی۔ یہ فسادات چند روزہ ہیں دونوں حکومتوں کے درمیان ضرور کوئی فیصلہ جلد ہوگا۔ یہ وفد واپس جھجر آگیا اور تمام حالات سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ حالات کے پیش نظر یہ طے پایا کہ حاجی خیر محمد خاں اور عبدالواحد خاں کو لاہور بھیجا جائے۔ لیکن یہ منصوبہ بھی ناکام رہا۔ کیونکہ راستے مسدود تھے۔ اسی کشمکش میں ایک ماہ سے زیادہ گزر گیا۔

ایک روز ڈپٹی کمشنر ضلع روہتک ہمراہ چودھری لہری سنگھ وزیر مشرقی پنجاب جھجر آئے اور تھانہ میں نمائندین شہر کو بلا کر کہا کہ تمام مسلمان پاکستان جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ تم لوگوں کو جھجر سے پیدل روہتک اور روہتک سے بذریعہ ریل پاکستان جانا ہوگا۔ نمائندین شہر نے پیدل جانے سے انکار کر دیا۔ اور سواری کا مطالبہ کیا۔ مگر یہ حکام کوئی تسلی بخش جواب دیئے بغیر واپس روہتک چلے گئے۔ نمائندین شہر فوراً" تحصیلدار کے پاس پہنچے اور ان سے اپنی مشکلات بیان کیں۔ مگر تحصیلدار نے مجبوری کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ لوگ ڈپٹی کمشنر سے ملیں۔ چنانچہ

دوسرے روز قاضی فرید الدین، حاجی خیر محمد خاں اور بابو عبدالحکیم خاں ملٹری کیپٹن مسٹر رابرٹ کے ہمراہ روہتک پہنچے۔ مگر ناکام واپس لوٹے۔

اچانک ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو میجر محمد حنیف خاں اور کیپٹن محمد سراج خاں ملٹری کے گیارہ ٹرکس لے کر جھجر آئے ان ٹرکس میں ان فوجی افسران کے اعزاء و اقربا اور دیگر افراد پر مشتمل ۳۱۷ افراد جو محلّہ لال خانی اور دروازہ کے رہنے والے تھے ۱۸ اکتوبر کو پاکستان روانہ ہوئے۔ اس طرح جھجر کا پہلا قافلہ عازم پاکستان ہوا۔ یہ حضرات سرگودھا میں آباد ہوگئے۔ یہ لوگ شہر کے مقتدر لوگ تھے لہٰذا نفسیاتی طور سے اہل شہر کی ان کے جانے سے حوصلہ شکنی ہوئی اور پریشانیوں میں اضافہ ہوا۔

عمائدین شہر نے محمد رشید ولد حاجی محمد وزیر قریشی کو دہلی بھیجا تاکہ وہ بذریعہ ہوائی جہاز لاہور جائیں اور ملٹری ٹرکس یا اسپیشل ٹرین کا بندوبست کرے وہ لاہور پہنچ گئے مگر سواری کا کوئی انتظام نہ ہوسکا صرف اتنا ہوا کہ لاہور سے قافلہ کے لئے کچھ آٹا، بھنے ہوئے چنے اور گڑ موصول ہوا۔ جو تقسیم کردیا گیا۔

شہر سے ۳۱۷ مقتدر مسلمانوں کے جانے کی خبر پورے ضلع میں پھیل گئی۔ سرکردہ ہندو افراد نے روہتک جا کر حکام ضلع پر دباؤ ڈالا کہ جھجر میں جن لوگوں کا دبدبہ تھا وہ پاکستان جاچکے ہیں لہٰذا باقی ماندہ مسلمانوں کو پیدل بصورت قافلہ پاکستان بھیجنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ڈپٹی کمشنر جھجر آئے۔ اور تھانہ دار اور تحصیلدار کو ہدایت کی کہ وہ مسلمانان جھجر کو آگاہ کردیں کہ وہ ۲۵ اکتوبر کی علی الصبح پیدل قافلہ کی صورت میں پاکستان جانے کے لئے تیار ہوجائیں۔ یہ وحشت ناک خبر سن کر لوگوں پر خوف و ہراس چھا گیا۔ اور طویل پیدل سفر عورتوں اور بچوں کے ہمراہ کا تصور لوگوں میں اضطراب پیدا کر رہا تھا۔

اشعار میرانیس : ۔

غربت کی بھی ہوتی ہے عجب صبح عجب شام
کرتا ہے سفر قافلہ راحت و آرام
وہ دشت نوردی وہ غم و صدمہ و آلام
منزل پہ بھی ممکن نہیں راحت کا سر انجام
نیند آتی ہے کب لاکھ جو پٹکے وہ سر اپنا
یاد آتا ہے منزل پہ مسافر کو گھر اپنا

خواتین، ضعیف اور بیمار افراد اور بچوں کے ساتھ قافلہ کا سفر ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ اہل شہر نے ایک درخواست تحصیلدار کو دی کہ ہم اس طرح پاکستان نہیں جاسکتے۔ تحصیلدار نے کہا کہ تم گرد و نواح سے آئے ہوئے مسمانوں کو شہر سے نکال دو تو ہم تمہارے لئے سواری کا انتظام کردیں گے۔ مگر باشندگان جھجر نے یہ تجویز جذبہ اخوت کے تحت مسترد کردی۔

۲۲ اکتوبر کو شیخ ایوب علی صدر مسلم لیگ جھجر، محمد اقبال خاں ولد حافظ محمد یاسین خاں اور بابو عبدالحکیم خاں پھر روہتک گئے اور کپتان منظور علی ڈسٹرکٹ لیزن آفیسر سے ملاقات کی۔ ان کو جھجر کے حالات سے آگاہ کیا اور ان سے کہا کہ ہمارے ساتھ ڈپٹی کمشنر کے پاس چلیں۔ مگر اس نے معذوری ظاہر کردی اور کہا کہ میں خود ڈپٹی کمشنر سے مل کر تم لوگوں کو بذریعہ ٹرکس پاکستان بھجوانے کی کوشش کرتا ہوں۔ نیز ان تمام حالات سے بذریعہ وائرلیس حکومت پاکستان کو آگاہ کرتا ہوں تاکہ وہ حکومت ہند کو مسلمانان جھجر کو بصورت قافلہ بھیجنے سے روکے۔ اس کے بعد یہ وفد خود ہی ڈپٹی کمشنر سے ملا۔ اور اس پر واضح کیا کہ ہم قافلہ کی صورت میں نہیں جاسکتے۔ اس پر ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ اگر تم نہیں جاؤ گے تو ہم شہر سے ملٹری ہٹالیں گے اور پھر گرد و پیش کے ہندو بلوائی تمہیں لوٹ لیں گے۔ اس پر وفد نے کہا کہ اگر حکومت بلوائیوں کا ساتھ نہ دے تو ہم خود بلوائیوں سے نمٹ

لیں گے۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ سن کر کہا کہ دونوں حکومتوں کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہے کہ جھجر سے قافلہ پیدل جائے گا۔ وفد نے درخواست کی کہ قافلہ کی روانگی کی تاریخ بڑھادی جائے تاکہ ہم سواریوں کا بندوبست کرلیں۔ اگر حکومت ٹرکس یا ٹرین کا انتظام کر دے تو ہم پیشگی تمام اخراجات دینے کو تیار ہیں۔ اس کے بعد وفد کے ارکان نے راؤ خورشید علی خاں صدر مسلم لیگ ضلع روہتک سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ تم شہر ہرگز خالی نہ کرو۔ حکومت زبردستی نہیں نکال سکتی۔ شام کو یہ وفد واپس جھجر آگیا۔ کرفیو لگ چکا تھا۔ لہذا خفیہ طور پر لوگوں کو جمع کیا اور حالات سے آگاہ کیا۔

اگلے روز ۲۳ اکتوبر کو جامع مسجد میں عام جلسہ کیا گیا اور بالاتفاق طے پایا کہ ۲۵ اکتوبر کو کوئی مسلمان کسی حالت میں شہر سے نہ نکلے۔ ۲۴ اکتوبر کو تھانہ دار، اسٹنٹ کمشنر اور تحصیلدار نے معززین شہر کو بلایا اور کہا کہ کل قافلہ کی روانگی کا دن ہے۔ ہم دس اشخاص کو سربراہ حلقہ یعنی نمبردار مقرر کرتے ہیں۔ یہ نمبردار کل صبح ۹ بجے اپنے اپنے گروہ کے ساتھ شہر سے باہر آجائیں تاکہ قافلہ جلد روانہ ہوجائے۔ نمبرداروں کے نام مندرجہ ذیل ہیں : -

۱ : - عبدالمجید خاں سابق دفعدار

۲ : - محمد سلیم خاں

۳ : - حمایت علی خاں

۴ : - حاجی محمد امین خاں

۵ : - شیخ ایوب علی صدر مسلم لیگ

۶ : - قاضی فرید الدین پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی

۷ : - حکیم اعجاز علی خاں

۸ : - حاجی عبدالرحمن

۹ : - حافظ نظام الدین

۱۰ : ۔ محمد اقبال خاں

اس کاروائی کے بعد تمام نمبردار خاموشی سے واپس آگئے اور جامع مسجد میں کئے ہوئے عہد پر قائم رہے۔ اسٹنٹ کمشنر انچارج قافلہ نے تمام نمبرداروں کو بلایا اور کہا کہ کل کس وقت اپنے اپنے گروہ کو لے کر شہر سے باہر آؤ گے۔ نمبر داروں نے جواب دیا کہ نہ ہم اپنا گھر چھوریں گے اور نہ قافلہ میں جائیں گے۔ اس پر اسٹنٹ کمشنر نے اپنی رائفل کی نال شیخ ایوب علی کے سینہ پر لگا کر کہا کہ ذرا اب تو انکار کرو۔ یہ منظر دیکھ کر صالح محمد خاں سالار مسلم نیشنل گارڈ آگے بڑھا اور کہا کہ یہ تو ہمارے صدر ہیں اور میں ان کا سالار ہوں۔ پہلے مجھے شہید کریں۔ ان کا نمبر بعد میں آئے گا۔ اس پر انچارج نرم ہوا۔

شیخ ایوب علی نے رات ۱۲ بجے تمام نمبرداروں کو اپنے گھر بلایا تو معلوم ہوا کہ محمد سلیم خاں اور حکیم اعجاز علی خاں دوجانہ چلے گئے ہیں۔ بابو حکیم خاں بھی ماسٹر منظور الحق کے بلانے پر روہتک چلے گئے ہیں۔ باقی سب نمبردار جمع ہوئے اور پھر عہد کیا کہ ہم ہرگز قافلہ سے نہیں جائین گے۔

ان ایام کی نمازیں مجھے اب تک یاد ہیں کہ مساجد نمازیوں سے بھری ہوتی تھیں۔ بڑے خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کی جاتی تھیں۔ ہر شخص کی آنکھیں پرنم اور لب پر عاجزانہ دعائیں ہوتیں کہ یا رب ! اگر ہم بخیر و عافیت پاکستان پہنچ گئے تو بقایا عمر تیری یاد میں گزاریں گے۔

ہجرت سوئے پاکستان : نمبرداروں اور عمائدین شہر نے سرکاری حکام پر اگرچہ زبانی کافی دباؤ رکھا اور مصر رہے کہ کسی طرح پیدل قافلہ سے سفر نہ ہو۔ تاہم عام شہری سواریوں کا بندوبست کرنے میں مصروف تھے۔ ۲۴ اکتوبر کی صبح میرے والد عبدالمجید (ان کا انتقال بتاریخ ۲۱ اپریل ۱۹۴۹ء ملتان میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں) اور ماموں حمتاز علی بھی بیل گاڑی خریدنے کے لئے گھر سے

نکلے اور میں تھانہ پہنچا اور تھانیدار کو ایک درخواست دی کہ میں سرکاری ملازم ہوں لہٰذا مجھے، میرے والدین اور بھائیوں کو روہتک جانے کے لئے اجازت نامہ دیا جائے۔ تھانیدار نے منظوری دیدی۔ میں نے گھر آکر والدہ سے کہا کہ اگر روہتک چلنا چاہیں تو تیار ہوجائیں۔ والدہ سوچنے لگیں میری نانی اماں نے کہا کہ آپ لوگ چلے جائیں زندگی رہی تو پھر پاکستان میں مل جائیں گے۔ لہٰذا میں اپنے والدین اور بھائیوں کے ہمراہ روہتک آگیا۔ ہم دو ہفتہ روہتک میں رہے۔ وہاں اکثر راؤ خورشید علی خاں صدر مسلم لیگ ضلع روہتک سے ملاقات رہی۔ یہ بہت ہی خوش اخلاق اور ہمدرد آدمی تھے۔ پاکستان آکر یہ جماعت اسلامی میں شامل ہوگئے اور کچھ عرصہ امیر جماعت ضلع ساہیوال رہے۔ ۱۹۶۹ء میں جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کرلی اور پاکستان پیپلز پارٹی میں شریک ہوگئے۔ بہرالحال ۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کو پاکستان لے جانے کے لئے اسپیشل ٹرینیں آگئیں۔ شہر میں غیر مسلموں کے لئے کرفیو لگادیا گیا۔ اور ہم صبح ہی ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ سب لوگ سروں پر اپنا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ راستہ میں ریلوے اسٹیشن کے قریب بابو عبدالحکیم خاں سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہ بھی سامان سرپر اٹھائے ہوئے تھے۔ تقریباً" چھ ریل گاڑیاں تھیں۔ وہ سب بھر گئیں۔ جس وقت ریل گاڑیاں پاکستان کی حدود میں داخل ہوئیں لوگوں نے جوش مسرت میں نعرہ تکبیر اللہ اکبر اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے۔

۸ نومبر ۱۹۴۷ء کو صبح لاہور کے چھاؤنی اسٹیشن پر گاڑی ایک منٹ کے لئے رکی اور میں اپنے والدین اور بھائیوں کے ہمراہ وہیں اتر گیا۔ کیونکہ مجھے دہلی ہی میں معلوم ہوگیا تھا کہ ہمارا دفتر لاہور آگیا ہے۔ ریلوے اسٹیشن پر بیشمار لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے دفتر پہنچا اور وہاں اپنی آمد کی رپورٹ داخل کی۔

قافلہ : حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح ہی سے شہر سے نکلنا شروع کر دیا اور شام ۵ بجے تک تمام شہر مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا۔ اس وقت شہر گور غریباں اور بیرون شہر میدان حشر بنا ہوا تھا۔ اور قیامت صغریٰ کا نقشہ پیش کر رہا تھا اور نقشہ بھی وہ جس کا صحیح منظر پیش کرنے سے قلم عاجز دل عاجز اور دماغ عاجز ہے۔ ہر شخص نفسانفسی کا شکار اور اپنی اپنی میں گرفتار۔ نہ کسی کا کوئی یاور اور نہ مددگار۔ بچے والدین سے بچھڑ گئے۔ بیوی خاوند سے اور بہن بھائی سے۔ ضعیف نابینا' لنگڑے' اپاہج' بیمار' معصوم بچے اور کمزور عورتیں افتاں و خیزاں نیز ؎

بھیڑ نا محرموں کی دیکھ کے جی کھوتی تھیں
آستین اپنی جبینوں پہ دھرے روتی تھیں

اس قافلہ میں تقریباً" تیس ہزار افراد تھے۔ ان کے پاس چند سو بیل گاڑیاں' کچھ گدھے اور دستی ریڑھیاں تھیں۔ جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ ان میں سے بھی پرانی ہونے کی وجہ سے کافی ٹوٹ پھوٹ گئیں اور لوگوں کو بار ہلکا کرنے کے لئے کافی سامان راستہ میں ہی پھینکنا پڑا۔ مصائب سے دو چار ہوتا ہوا یہ قافلہ رات ۹ بجے قصبہ بہنوری کی دھرم سالہ موسوم بہ سوامی سر پہنچا۔ جو جھجر شہر سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ میں محلہ حسن خانی' چودھریاں اور بیوپاریاں سے تعلق رکھنے والے افراد جن کے رشتہ دار دوجانہ میں آباد تھے قافلہ سے خفیہ طور پر نکل کر باجرہ اور جوار کے کھیتوں میں چھپتے چھپاتے ریاست دوجانہ کے صدر مقام دوجانہ پہنچ گئے۔ اور بعد میں ملٹری ٹرکس کے ذریعہ پاکستان آئے۔ اس پہلی مسافت ہی میں کچھ لوگ جو راستہ کی تکالیف برداشت نہ کرسکے وفات پا گئے۔

قافلہ نے سوامی سر میں پہلا پڑاؤ کیا۔ ملٹری نے کچھ آٹا اور ایک ایک مٹھی بھنے ہوئے چنے تقسیم کیا۔ چونکہ پہلی منزل تھی لوگوں کے پاس گھر سے لایا ہوا

کچھ کھانے کا سامان موجود تھا۔ اس لئے کھانے کی کوئی دقت محسوس نہ ہوئی۔ رات کو آرام کیا اور صبح نماز فجر کے بعد ہی قافلہ کو کوچ کا حکم مل گیا۔

۲۶ اکتوبر قافلہ سوامی سر سے روانہ ہو کر شام کو آنول پہنچا۔ آج عیدالضحیٰ کا دن تھا۔ شہر کے باسیوں کی آج جنگل میں عید تھی۔ آنول کی آبادی تقریباً" تمام تر مسلمان راجپوتوں پر مشتمل تھی۔ اہل آنول نے بڑی فراخ دلی سے قافلہ کی خاطر مدارات کی۔ آج کے سفر میں تین اموات ہوئیں۔

۲۷ اکتوبر کو یہ قافلہ آنول سے روانہ ہو کر شام کو موضع بسانہ پہنچا۔ یہاں پر کلانور کے مسلمان راجپوتوں نے قافلہ کے لئے خورد و نوش کا انتظام کیا۔ راستہ میں پانی کی بہت تکلیف رہی۔ سراج علی ولد محفوظ علی ڈرائیور کو ہندو ملٹری نے محض اس بنا پر گولی مار کر شہید کر دیا کہ وہ نہر سے پانی لے کر آ رہے تھے۔ آج کے سفر میں تقریباً" بیس افراد فوت ہوئے۔

۲۸ اکتوبر کو یہ تھکا ہارا قافلہ قصبہ مہم پہنچا۔ راستہ میں کئی جگہ پر نہر ٹوٹی ہوئی تھی۔ لہٰذا گاڑیاں بمشکل نکالی گئیں کئی گاڑیاں ٹوٹ گئیں۔ اسی روز شام کو موضع بینسی اور قصبہ گوہانہ کا قافلہ جس میں تقریباً" پندرہ ہزار افراد تھے مہم پہنچ کر جھجر کے قافلہ میں شریک ہوگیا۔ آج راستہ میں تقریباً" بیالیس اموات واقع ہوئیں۔

۳۰ ۔ ۲۹ اکتوبر ۴۷ء آج صبح اس ۵۲ ہزار کے قافلہ میں قصبہ مہم کے لوگ بھی شامل ہوگئے اس طرح اس قافلہ کے لوگوں کی تعداد تقریباً" ۶۰ ہزار ہوگئی۔ اور قافلہ کی لمبائی تقریباً" ۸ میل ہوگئی۔ یہ قافلہ مہم سے روانہ ہوا۔ اس میں بینسی اور مہم کے قافلہ منظم تھے۔ یہ سب لوگ گاڑیوں پر سوار تھے۔ کیونکہ انہوں نے پہلے ہی پیدل چلنے کا بندوبست کرلیا تھا۔ راستہ میں بلوائیوں نے قافلہ پر حملہ کردیا۔ مگر اہلیان بینس نے مردانہ وار مقابلہ کر کے بلوائیوں کو فرار ہونے پر مجبور کردیا۔ اور دو بلوائیوں کو قتل کردیا۔ آج کے سفر

میں چودہ اموات ہوئیں۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قافلہ نے متصل نہر ڈھانہ قیام کیا راستہ میں پانی کی کمی رہی اور اب لوگوں کے پاس راشن بھی ختم ہونے لگا۔ جن لوگوں کے پاس راشن ضرورت سے زائد تھا انہوں نے مہنگے داموں فروخت کیا۔ آج چھ اموات ہوئیں۔

یکم نمبر کو قافلہ سات روڈ خورد پہنچا۔ ہندو ملٹری والوں نے راستہ میں مہم کے ایک منہیار کی جوان بیٹی کو اغوا کرلیا۔ آج آٹھ اموات ہوئیں۔

۲ نومبر کو قافلہ نے ہیٹو حصار میں قیام کیا۔ راستہ میں ملٹری والوں کی سازش سے ہینس کے راجپوتوں کی چند گھوڑیاں چھین لی گئیں۔ بلوائیوں نے بھی قافلہ کے کئی حصوں پر حملہ کیا اور کئی معمولی جھڑپیں ہوئیں۔ آج بیس اموات ہوئیں۔

۳ نومبر کو قافلہ نے اسی مقام پر قیام کیا۔ یہاں پر ملٹری کے افراد تبدیل ہوگئے۔ جوہڑ کا پانی لوگوں کی کثیر تعداد کے باعث ختم ہوگیا اور رات کے وقت کنوؤں سے پانی لیا گیا۔ جو نہایت بدبودار تھا۔ غالباً" اس میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ پانی پینے سے اہل قافلہ بیمار ہوگئے۔ اس روز تیس اموات ہوئیں۔ آج رات گوہانہ والوں کے ایک حصہ پر بلوائیوں نے حملہ کیا۔ ملٹری والوں نے فائر کئے جس سے قافلہ کی ایک عورت مرگئی اور اس کا خاوند زخمی ہوگیا۔ بلوائی ممتاز حجام ساکن جھجر کی ایک لڑکی کو لے گئے۔

۴ نومبر کو قافلہ روانہ ہوا تو اس کے عقبی حصہ پر جس میں جھجر کے قافلہ کا بھی کچھ حصہ تھا دو سو کے قریب مسلح سکھوں نے حملہ کردیا۔ فوجی تماشائی بنے رہے کوئی مزاحمت نہ کی۔ بلکہ گوہانہ کے ایک آدمی کے فوجی نے بٹ مارا۔ وہ گرا اور جاں بحق ہوگیا۔ اس کی بیوہ بے گور دکفن لاش کو چھوڑ کر روتی پیٹتی قافلہ کے ہمراہ چل پڑی۔ آج پینتالیس اموات ہوئیں۔ اور قافلہ نے اگروہ میں

قیام کیا۔

۵ نومبر آج موضع بلیالی ضلع حصار کے ڈھائی ہزار افراد اس قافلہ میں شامل ہوگئے۔ اور یہ قافلہ بڑوپل پہنچا۔ آج ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیمار ہوگئے اور سینکڑوں کی تعداد میں فوت ہوگئے۔

۶ نومبر کو قافلہ نے قیام کیا۔ کیونکہ قافلہ میں بیماری پھیل گئی۔ اس ابتری کی حالت میں قافلہ کے کچھ سرکردہ لوگ ملٹری کے افسر سے ملے اور پیش کش کی کہ ہمارا تمام سامان گھوڑے گاڑیاں لے لیں اور ہمیں بذریعہ ٹرین بجھوادیں۔ مگر ملٹری نے انکار کردیا اور کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ سب تندرست ہو تمہیں پیدل ہی سفر کرنا ہوگا۔ لوگوں نے ڈاکٹری معائنہ کے لئے کہا۔ مگر اس کے لئے بھی انکار کردیا۔ مزید ظلم یہ کیا کہ فوجیوں نے قافلہ والوں سے ان کی لاٹھیاں اور بیل ہانکنے کے سانٹے بھی چھین لئے۔

۷ نومبر کو یہ قافلہ فتح آباد ضلع حصار پہنچا۔ راستہ میں کئی بار قافلہ پر بلوائیوں نے حملے کئے۔ قافلہ والوں کا کافی سامان لوٹ لیا گیا۔ راستہ میں نہ پانی ملا اور نہ راشن۔ بیماروں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ آج تین سو سے زائد اموات ہوئیں۔

۸ نومبر کو قیام رہا اور سینکڑوں آدمی شفاخانہ میں داخل کئے گئے۔ یہاں ٹوہانہ کا قافلہ بھی پہنچ چکا تھا۔ جن کی تعداد ۹ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ یہاں ڈپٹی کمشنر سے راشن کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا کہ تمہارے ساتھ نرمی اس لئے برتی جارہی ہے کہ گائے کے بجائے بیل تمہارے ساتھ ہیں ورنہ تمہارے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا کہ تم اور تمہاری نسلیں یاد رکھتیں۔

۹ نومبر کو قافلہ نے سکندر پور جا کر قیام کیا۔ راستہ میں صالح محمد خاں سالار مسلم لیگ جھجر کا گدھا چھین لیا گیا اور موضع بابرہ کے ایک سقہ کو زخمی کردیا گیا۔ راستہ میں سڑک توڑ دی گئی اور ملٹری نے بدمعاشی سے قافلہ کو دو حصوں

میں تقسیم کردیا۔ اب تمام راستہ حملے ہوتے رہے۔ عبدالمجید لوہار کی بیوی کو فوجی اٹھالے گئے۔ اور اس کا سامان بھی چھین لیا گیا بلیالی کے ایک نوجوان کو گولی مار کر شہید کردیا گیا۔

۱۳ نومبر کی شام کو ڈاباں والی کے مقام پر پاکستانی فوج آگئی جس کو دیکھ کر قافلہ والوں کی جان میں جان آگئی۔ فوج نے معمول سے دگنا سفر روزانہ کرایا تاکہ خوراک کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ یہ قافلہ ۹ محرم کو ہیڈ سلیمانکی کے راستہ پاکستان کی سرحد میں داخل ہوا۔

اہل جھجر پاکستان کے مختلف شہروں میں آباد ہوگئے۔ کاروباری طبقہ زیادہ تر ملتان میں آباد ہے۔ ان میں قابل ذکر شیخ محمد رشید قریشی ہے جو قومی اسمبلی کے ممبر رہ چکے ہیں اور ملتان میونسپل کارپوریشن کے ممبر بھی رہے ہیں۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں ان کے صاحبزادے طاہر رشید قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۷۷ء کی پاکستان قومی اتحاد کی تحریک میں مولانا حامد علی خاں کی قیادت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا حامد علی خاں کے روحانی جانشین غلام دستگیر کا تعلق بھی جھجر سے ہے جو خود بھی صاحب تصنیف ہے۔ اور ایک سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔

لال خانی پٹھان جو یوسف زئی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ زیادہ تر سرگودھا میں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ اہل جھجر کراچی، لاہور اور ڈیرہ غازی خاں میں بھی مقیم ہیں۔

فہرست ماخذ

(۱) تاریخ جھجر از منشی غلام نبی (میرٹھی) تحصیلدار جھجر مطبوعہ فیض احمدی باہتمام شیخ احمد ۱۸۶۶ء
(۲) تاریخ ضلع روہتک از پنڈت مہاراج کشن ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ضلع روہتک مطبوعہ لاہور ۱۸۸۴ء
(۳) تاریخ عروج دولت انگلشیہ از شمس العلماء مولوی ذکااللہ دہلوی
(۴) تاریخ دہلی کا چوتھا حصہ بہادر شاہ کا مقدمہ از خواجہ حسن نظامی
(۵) تاریخ زبان اردو از ڈاکٹر مسعود حسین خاں کراچی ۱۹۶۶ء
(۶) آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ مکتبہ خلیل ۔ لاہور (از مولانا ابوالکلام آزاد)
(۷) آثار الصنادید از سرسید احمد خاں ۔ دہلی ۱۹۶۵ء
(۸) ادبی دنیا خاص نمبر دور پنجم شمارہ ہشتم
(۹) چراغ راہ شمارہ اگست ۱۹۶۲ء آزادی نمبر
(۱۰) مجلّہ افکار ۔ برطانیہ میں اردو ایڈیشن
(۱۱) ساقی کراچی سالنامہ ۱۹۶۱ء
(۱۲) ہفت روزہ لیل و نہار لاہور ۔ جنگ آزادی نمبر چوتھا ایڈیشن مئی ۱۹۵۷ء
(۱۳) ۱۸۵۷ء از غلام رسول مہر۔ لاہور ۱۹۷۱ء
(۱۴) اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد از غلام رسول مہر لاہور ۱۹۷۱ء
(۱۵) جماعت مجاہدین از غلام رسول مہر کتاب منزل ۔ لاہور
(۱۶) خطوط غالب مرتبہ غلام رسول مہر۔ کتاب منزل ۔ لاہور
(۱۷) غدر دہلی کے افسانوں کا پانچواں حصہ (گرفتار شدہ خطوط) از خواجہ حسن نظامی
(۱۸) غدر دہلی کے افسانوں کا دسواں حصہ ۔ غدر کی صبح و شام دو خفیہ روزنامچے از خواجہ حسن نظامی دہلوی
(۱۹) غدر دہلی کی تاریخ کا بارہواں حصہ ۔ غدر کا نتیجہ ۔
غدر کے زمانہ کی ایک فارسی کتاب بقلم نواب غلام حسین خاں مترجم خواجہ حسن نظامی
(۲۰) بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد از رئیس احمد جعفری (ندوی) ۱۹۵۷ء
(۲۱) باغی ہندوستان از مولانا فضل حق خیر آبادی

(۲۲) غالب اور انقلاب ستاون از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

(۲۳) قیصر التواریخ جلد دوم از سید کمال الدین حیدر حسنی حسینی

(۲۴) منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر ملوک شاہ بدایونی مترجم محمود احمد فاروقی ' لاہور ۱۹۶۲ء

(۲۵) ۱۸۵۷ء کا تاریخی روز نامچہ (عبدالطیف کا قلعہ دہلی کا فارسی روز نامچہ) از خلیق احمد نظامی

(۲۶) پہلی جنگ آزادی از میاں محمد شفیع ۔ مکتبہ جدید ۱۹۵۷ء

(۲۷) فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون از حکیم محمود احمد برکاتی ۔ کراچی ۱۹۷۵ء

(۲۸) سیرت فریدیہ از حکیم محمود احمد برکاتی ۔ کراچی ۱۹۶۴ء

(۲۹) پنجاب میں اردو از حافظ محمود خاں شیرانی مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹۴۹ء

(۳۰) داستان غدر از سید ظہیرالدین ظہیر دہلوی اکادی پنجاب لاہور ۱۹۵۵ء

(۳۱) یاد گار دہلی از سید احمد ۱۹۰۴ء

(۳۲) ۵۷ء کے ہیرو از سیدہ انیس فاطمہ بریلوی اقبال بک ڈپو صدر کراچی ۱۹۵۶ء

(۳۳) ہادی ہریانہ مرتبہ پروفیسر منظور الحق صدیقی حرا پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۴ء

(۳۴) تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی میرٹھی ۱۹۰۸ء

(۳۵) تذکرہ اطباء عہد عثمانی از حکیم شفا حیدر آبادی ۱۹۵۳ء

(۳۶) کتاب دوست از پروفیسر منظور الحق صدیقی

37. Two native narrations of the mutiny in Delhi translated from the originals by C.T. Metcalfe- Lahore- 1975

38. The great Revolution of 1857 by Syed Moinul Huq- Karachi- 1968

39. The Sepoy Mutiny and the Revolt of 1857 by R.C. Majumdar Calcutta- 1957

40. Memories of Hakim Ahsanullah Khan by S. Moinul Haq

41. Indian states and the federal plan by Y.G. Krishna Murti M. A. Bombay- 1939.

42. Mutiny Records Part I - correspondence Punjab Govt. press- 1911

43. Punjab state Gazetteers vol. III-A Dujana state- 1904

44. Punjab district gazetteers vol. III-Q Rohtak district- 1910